امداد المشتاق

یعنی

قطب العالم شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی چشتی صابری

مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے

سوانح حیات اور ملفوظات

تالیف

حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

مقدمہ طبع جدید

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

استاد شعبۂ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی

مکتبہ برہان، اردو بازار دہلی

۱۹۸۰ء

اِمدادُ المُشتاق

الی اشرف الاخلاق

یعنی

شیخ العلماء قطبُ العالم حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی چشتی

مہاجر مکیؒ علیہ الرحمۃ کے

حالات و ملفُوظات

○

تالیف

حکیم الاُمّتؒ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

○

مع اضافات و مقدمہ طبع جدید

از

ڈاکٹر نثار احمد فارُوقی

اُستاد شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

○

مکتبہ برُھان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶

۱۴۰۱ھ
۱۹۸۱ء

نام کتاب : امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

تالیف : حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ

شوال ۱۳۴۳ھ

مقدمہ طبع جدید
مع غیر مطبوعہ مکتوبات و تصاویر :

ضمیمہ : (حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی رح کے اساتذہ)

از مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی

اشاعتِ اُولیٰ : شعبان ۱۳۴۷ھ

اشاعتِ ثانیہ : شوال ۱۴۰۱ھ / اگست ۱۹۸۱ء

ناشر : مکتبہ برہان، اُردو بازار، دہلی

مطبع : فائن پریس بازار ٹٹیا محل، جامع مسجد، دہلی

تعداد : ایک ہزار

قیمت : غیر مجلد -/۳۰

مجلد عمدہ ریگزین -/۳۵

فہرست مطالب

فہرست امداد المشتاق

[بہ اعتبار موضوعات]

۳۔ ملفوظات و مکتوبات

۴۔ مقالات شریفہ حصہ دوم

۶۔ مقالات شریفہ حصہ سوم

۷۔ علومِ امدادیہ

۱۰۔ ضمیمہ

مرتبہ: مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی

مقدمہ و تعارف

اِمداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

از

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی
شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی دہلی

فہرست مطالب مقدّمہ

(۱)

(۲)

(۳)

آثارِ امدادیہ

---

[۱] مسجد پیر محمد والی تھانہ بھون کی وہ تاریخی جگہ ہے جس میں کبھی مفتی الٰہی بخش کاندھلوی نے مثنوی شریف کا تکملہ (دفترِ ششم) لکھا تھا۔ یہیں مولوی محمد اعلیٰ تھانوی شاگرد شاہ عبدالعزیز مدفون ہیں اور اسی مسجد میں حضرت حاجی صاحبؒ، حافظ ضامن شہید، مولانا شیخ محمد محدث تھانوی رہا کرتے تھے۔ یہیں مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی ان سے ملنے آتے تھے اور ذکر و شغل سے در و دیوار وجد کرتے تھے اِس لیے اس تاریخی مقام کے متعدد فوٹو کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔

(۱)

۱:۱ کتاب امداد المشتاق کی تالیف

یہ کتاب امداد المشتاق الی اشرفِ الاخلاق، حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی چشتی صابری، مہاجر مکی علیہ الرحمۃ (ف ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے حالات و ملفوظات پر مشتمل ہے اور اِسے حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ (ف ۱۹۴۳ء) نے جناب منشی مشتاق احمد پٹواری کیرانوی کی فرمایش پر تالیف کیا تھا۔ یہ پہلی بار مولوی محمد شبیر علی ایڈیٹر رسالہ النور (تھانہ بھون) کے زیرِ اہتمام آخر شوّال ۱۳۴۳ھ (مئی ۱۹۲۵ء) میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع ہوئی تھی۔ اِس کا متن ۲۰۶ صفحات پر آیا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی مرقوماتِ امدادیہ چھپی تھی جسے ہم نے ۱۹۷۹ء میں اپنے نئے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

امداد المشتاق کے دیباچہ میں مولانا تھانوی نے تاریخ "نصف اخیر شوال ۱۳۴۳ھ" درج کی ہے[۱] اور مندرجات کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ کچھ تذکرہ حضرت کا بلا لحاظ ترتیب لکھتا ہوں۔ اِس میں زیادہ حصہ سفینے سے ملتقط ہے اور کچھ سینے میں محفوظ ہے۔"[۲]

اِس سے ظاہر ہے کہ حضرت تھانوی نے اِس کتاب کی تالیف میں بعض کتابوں سے مدد لی ہے اور کچھ زبانی روایات کو بھی شامل کیا ہے اور جیسا کہ حضرت تھانوی کا طریقہ تھا،

---

[۱] [۲] امداد المشتاق: ۳

اگر کہیں کسی وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے، یا یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کم علم یا کج فہم قاری اس عبارت سے غلط استنباط کر سکتا ہے تو وہ قولہ کے تحت عبارت کے ابتدائی الفاظ دُہرا کر اُقول کے تحت اپنی وضاحت بھی درج کر دیتے ہیں۔ یا اُس اقتباس کے بعد ف کا نشان دے کر اُس کے نکات و رموز کی جانب مختصر مگر بلیغ اشارہ کر دیتے ہیں۔

۱:۲ کتاب کے مآخذ

امداد المشتاق میں جن کتابوں کے اقتباسات درج ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ شمائمِ امدادیہ[۱]۔ یہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حالات و ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے مولانا تھانوی نے ترتیب دیا تھا۔ کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ اِس سے امداد المشتاق کا خاصہ حصّہ ماخوذ ہے۔

۲۔ تذکرۃ الرشید (دو جلد) مؤلفہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی۔ سوانح و ملفوظات مولانا رشید احمد گنگوہی۔ امداد المشتاق میں سب سے زیادہ استفادہ اسی کتاب سے کیا گیا ہے۔

۳۔ امثالِ عبرت۔ مرتبہ محمد مصطفیٰ بجنوری، یہ مولانا تھانوی کے مواعظ سے روایات کا انتخاب ہے۔ ان میں جو روایات حضرت حاجی صاحبؒ سے متعلق تھیں انھیں جُداگانہ رسالے کی شکل میں فراہم کر کے اُس کا نام علومِ امدادیہ رکھا گیا تھا۔ اس کا دیباچہ کتاب میں نقل ہوا ہے[۲] اور اقتباسات موجودہ کتاب میں ص ۱۵۴ سے ۱۶۷ تک آئے ہیں۔ اِسی ذیل میں حضرت تھانوی کے بعض دوسرے مواعظ و ملفوظات کے حوالے بھی آگئے ہیں مثلاً:

۴۔ حسن العزیز۔ ملفوظ حضرت تھانویؒ۔

۵۔ ملفوظات ہفت اختر۔ ملفوظ حضرت تھانوی۔ امداد المطابع تھانہ بھون ۱۳۳۴ھ

---

[۱] امداد المشتاق: ۱۵۴ [۲] امداد المشتاق ۲۰۱، ۲۰۲۔

۶۔ مقالاتِ حکمت۔ مولانا تھانوی کے مواعظ کا ایک مجموعہ "دعوات عبدیت" کے نام سے سید مقبول حسین وصل بلگرامی نے اپنے مطبع مقبول المطابع ہردوئی سے ۱۳۲۹ھ میں شائع کیا تھا۔ اس کے ساتھ حصّہ دوم کے طور پر مقالاتِ حکمت شامل تھی جس میں مولانا تھانوی کے بعض ملفوظات جمع ہوئے ہیں اور ان میں حاجی صاحب کا تذکرہ بھی متعدد مواقع پر ہوا ہے۔

۷۔ مکتوباتِ امدادیہ۔ ملقب بہ صد فوائد۔ یہ حضرت حاجی صاحب کے پچاس خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا تھانوی کے نام ہیں اور ۱۳۰۳ھ سے ۱۳۱۷ھ کی درمیانی مدت میں لکھے گئے۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۷ھ میں چھپی تھی۔ اِس پر حضرت تھانوی نے سو حاشیے لکھے ہیں جنھیں "صد فوائد" سے موسوم کیا ہے۔

۸۔ امداد السّلوک[۱]۔ یہ رسالہ مکیہ مصنفہ قطب الدین دمشقی (متوفی ۷۸۰ھ) کا ترجمہ ہے۔ جو مولانا رشید احمد گنگوہی نے حافظ محمد ضامن شہید اور حاجی صاحب کی فرمایش سے کیا تھا۔ یہ کتاب سب سے پہلے مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے بلالی پریس ساڈھورہ سے شائع کی تھی (۱۳۱۶ھ) اس کا اردو ترجمہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی (ف ۱۳۶۰ھ) نے کیا تھا

۹۔ کراماتِ امدادیہ۔ رجب ۱۳۱۷ھ میں مطبع انتظامی کانپور سے چھپی تھی۔ بعد کو اس کا دوسرا ایڈیشن ضمیمہ کے ساتھ شائع ہوا۔ پھر متعدد بار چھپ چکی ہے۔

۱۰۔ کمالاتِ امدادیہ۔ یہ بھی مطبع انتظامی کانپور سے ۱۳۲۱ھ میں چھپی تھی۔

۱۱۔ مکاتیبِ رشیدیہ[۲]

۱۲۔ سوانح مولانا محمد قاسم نانوتوی[۳]

۱۳۔ امداد الصادقین۔ ملفوظ حاجی صاحب۔ جمع کردہ مولانا صادق الیقین[۴]۔ یہ ملفوظ فارسی میں جمع ہوئے تھے۔ بعد میں اس کا اردو ترجمہ ہوا۔

---

[۱] امداد المشتاق: ۱۹۹، ۲۰۰ [۲] امداد المشتاق: ۱۹۱
[۳] امداد المشتاق: ۱۹۹ [۴] امداد المشتاق: ۱۷۱

۱:۳ زبانی روایات

اِن کتابوں کے علاوہ جن حضرات کی روایات امداد المشتاق میں آئی ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں:

۱- حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ/ ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء)

۲- مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۸۸۰ء/ ۱۲۹۷ھ)

۳- مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/ اگست ۱۹۰۵ء)

۴- مولانا احمد حسن ڈسکوی ثم کانپوری (امداد المشتاق ۱۰۸) متوفی ۱۳۲۲ھ

۵- مومن خاں مومنؔ دہلوی (امداد المشتاق ص ۱۱۴) متوفی ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء

۶- منشی عبداللہ خادمِ خاص حاجی صاحب (ص ۱۲۷)

۷- محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ (ص ۱۵۴)

۸- منشی محمد عمر ساکن چایل ضلع الہ آباد

۹- حاجی حسین احمد صاحب (امداد المشتاق ۱۷۷)

۱۰- حاجی سید نور الحسن ساکن رتھیڑی (امداد المشتاق ۱۷۸)

۱:۴ کتاب کی ترتیب

سیر و سوانح یا ملفوظات کی تالیف کے لیے جو معیاری خاکہ تجویز کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اعتبار سے امداد المشتاق میں مضامین کی ترتیب دُرست نہیں ہے۔ دیباچہ میں خود مولانا تھانوی نے بھی "بلا لحاظ ترتیب" لکھ دیا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ سوانح یک جا کر دیے گئے ہوں اور ملفوظات ایک علیحدہ حصّہ میں ہوں بلکہ دونوں ایک دوسرے کو قطع کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ اِس سے کچھ مضامین مکرّر بھی ہو جاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا حُلیہ آخر میں بیان ہوا ہے۔ یہ شروع میں ہونا چاہیے تھا۔ بہت سے مضامین کی تحقیق پُوری طرح نہیں کی گئی۔ حالانکہ جس وقت یہ کتاب مرتّب ہوئی ہے اُس وقت تک حاجی صاحب کے بہت سے خلفا و مسترشدین اور آپ سے قرابت قریبہ رکھنے والے

بقید حیات تھے اور ایسی بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں جن کا اب دستیاب ہونا دُشوار ہے۔ آپ کے خلفاء کی فہرست بھی مکمل نہیں ہے۔[۱]

لیکن ساتھ ہی یہ بھی دُرست ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے جتنے حالات، ملفوظات، فوائد، مکتوبات وغیرہ اپنے مواعظ، ملفوظات، اور کتابوں میں، یا مستقل رسائل کی صُورت میں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے محفوظ کر دیے ہیں، اتنی خدمت اور کسی نے نہیں کی۔ اگر مولانا تھانوی اس طرف توجہ نہ فرماتے تو یقیناً اس بیش بہا خزانے کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا ہوتا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے حالات و کمالات کے بارے میں ہمارا علم یقیناً مولانا تھانوی کا مرہونِ منّت ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ مولانا تھانویؒ نہایت ثقہ راوی ہیں اور اُن کے بارے میں یہ وہم کرنے کی گنجایش بھی نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے قصداً کسی واقعہ کو اُس کی اصل شکل سے مختلف انداز میں پیش کیا ہوگا، یا اس کی حقیقت کو سمجھے نہ ہوں گے یا اُس کے بیان میں مبالغہ کیا ہوگا۔ اُن کا علم و فضل، محققانہ احتیاط اور تقویٰ اس کتاب کے مندرجات کی صحت و صداقت کی ایسی ضمانت ہیں جو ملفوظات کے چند ہی مجموعوں کو نصیب ہو سکی ہے۔

پھر بھی تاریخی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے اِس میں بعض اُمور مزید توجہ کے طلبگار تھے۔ مولانا تھانویؒ نے کتاب "تاریخ و تحقیق" کے نقطۂ نظر سے نہیں، طالبین کے فائدہ کے لئے لکھی تھی لیکن اب ہم اس معیار پر اُسے پرکھیں تو اُن پہلوؤں کو زیادہ شرح و بسط سے دیکھنا ہوگا۔

۱ : ۵ حاجی صاحبؒ کے عقائد

حضرت حاجی صاحبؒ کے عقائد کے

---

[۱] ہم نے ضمیمہ ۲ میں حاجی صاحبؒ کے خلفاء کی ایک فہرست مولانا سید نفیس الحسینی (لاہور) کے رسالہ "احوال و آثار شیخ العرب والعجم" سے اقتباس کر کے درج کر دی ہے۔ اُس پر اپنی طرف سے بھی کچھ اضافے اور ترمیم کر دی ہے۔

بیان میں مولانا تھانویؒ اپنی والی پوری احتیاط سے کام لیتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے تاویل ضرور کرتے ہیں۔ پھر بھی اُنھوں نے ایسی روایات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا ہے جن سے حضرت حاجی صاحبؒ اور اُن کے بعض مسترشد علماء کے اعمال و عقائد کا اختلاف ظاہر ہوتا ہے[1]۔ مگر حیرت یہ ہے کہ حاجی صاحب کی تصانیف میں انھوں نے فیصلہ ہفت مسئلہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

پھر بھی ہمیں امداد المشتاق ہی کے مندرجات سے حاجی صاحب کے عقائد کے بارے میں یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں :

۱:۵:۱ میلاد شریف

میلاد شریف کی بزم اور اس میں قیام وغیرہ کے مسئلے کی بحث کو ہمارے علماء نے غیر ضروری طول دے کر اہل سنت ہی میں دو گروہ پیدا کر دیے حالانکہ "نہ انکار می کنیم نہ این کار می کنیم" اس کا سب سے سہل علاج تھا۔ حاجی صاحب نے کبھی اس کی مخالفت نہیں فرمائی بلکہ یہ فرمایا:

(۱) "مولود شریف تمامی اہلِ حرمین کرتے ہیں۔ اِسی قدر ہمارے لیے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے؟ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں، نہ چاہئیں۔ اور قیام کے بارے میں مَیں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔" [امداد المشتاق: ۵۰]

(۲) فرمایا: ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان

---

[1] فیصلہ ہفت مسئلہ اُمت کے فروعی اختلافات عقائد کو ختم کرنے کی پہلی مخلصانہ کوشش تھی۔ آج اس کے مضمرات پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ حاجی صاحب نے اتحادِ ملی اور وحدتِ فکر اسلامی کے لیے کیسی عظیم الشان بنیاد ڈالی تھی۔ پاکستان میں علماء اکیڈمی نے ہفت مسئلہ کو بڑی تعداد میں شائع کر کے ان اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے۔

ومکان ہے، لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔“ [۱]

۱:۵:۲ نیاز

حضرت حاجی صاحب نذر و نیاز کے بھی منکر نہیں تھے۔ اور اِن اُمور پر وہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

”جب مثنوی شریف ختم ہوگئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز، شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو اُن عوارض کو دُور کرنا چاہیئے، نہ یہ کہ اصلی عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے اُمور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف۔ اگر بوجہ آنے نام آں حضرتؐ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردار عالم و عالمیاں (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا؟“ [۲]

۱:۵:۳ عرس

عرس کے بارے میں حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا:

جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولانِ الٰہی سے کہتے ہیں: نَم کنومۃِ العروسِ عرس کہ رائج ہے، اِسی سے ماخوذ ہے۔ اگر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اُس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا؟ [۳]

---

[۱] امداد المشتاق: ۵۵-۵۶

[۲] امداد المشتاق: ۸۸ نیز ملاحظہ ہو فیصلہ ہفت مسئلہ (شائع کردہ محکمۂ اوقاف لاہور) ۱۹۷۳ء ص ۸-۱۸

[۳] امداد المشتاق: ۸۹ نیز ملاحظہ ہو فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۲۵-۳۰

یہ خود مولانا تھانوی نے اپنے حاشیے میں فرما دیا ہے کہ "تعیینِ یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے۔"

حضرت حاجی صاحب خود اپنے پیر و مرشد میاں جی نور محمدؒ کا عرس کرتے تھے اور دوسری جگہوں پر عرس کی محفل میں شرکت بھی فرماتے تھے۔ درگاہ حضرت شاہ صابر بخشؒ (متوفی ۱۲۳۷ھ) واقع دریا گنج دہلی میں آپ کی شرکت کا ایک واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

"فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھ کو اوراد کا شائق پایا، فرمانے لگے کہ مجھ کو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھ لو۔ میں نے اس کو اُن سے لے لیا۔ ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا وہاں (پیر جی سید عبداللہ[1] مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخشؒ نے تقریبِ عُرس میں مجھ کو بُلوایا اور کسی اپنے مُرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا۔ جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں۔ میں فقیرانہ حالت سے گیا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند صدر پر بٹھایا۔ مجھ کو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے۔ خواب میں حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل؟ مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں اُسی وقت ترک کر دیا۔ پھر نہیں پڑھا۔"[2]

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ "ممکن ہے (یہ عرس) منکرات سے خالی ہو پس اس سے استدلال نہ کیا جاوے۔" مجھے اس بحث کے مناظرانہ پہلو سے کوئی سروکار نہیں، نہ میرا یہ منصب ہے کہ حضرت تھانویؒ کی تحریر سے اختلاف کی جرأت کر سکوں۔ مگر یہ عُرس جیسا حضرت حاجی صاحب کے زمانے میں ہوتا تھا، اُسی طرح آج بھی ہوتا ہے اور یہ فیصلہ میں نہیں کر سکتا کہ "منکرات" کے ذیل میں کیا آتا ہے، کیا نہیں آتا!

[1] پیر جی سید عبداللہ دہلوی اپنے والد حضرت شاہ صابر بخشؒ (وفات ۱۲۳۷ھ) کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ (انوار العاشقین ص ۹۳)

[2] امداد المشتاق: ۱۱۴۔

۱:۵:۴ سماع

چوتھا مسئلہ سماع کا ہے۔ عرس کے "منکرات" میں غالباً یہی سب سے نمایاں ہے اور آج کل قوالی کی جو معروف "عوامی شکل" ہے اُس کے "منکرات" میں داخل ہونے میں بھی کچھ شک نہیں ہے۔ لیکن اکثر متقدمین صوفیائے چشت نے سماع بلا مزامیر کیا ہے۔ مزامیر کا رواج تھا تو بہت ہی کم۔ اٹھارہویں صدی عیسوی سے اس کا رواج ہوا اور بعض علماء کی غیر ضروری ضد نے اِسے سماع کے فرائض میں داخل کرا دیا۔ جہاں تک مجرّد سماع کا تعلق ہے اس کی بھی علمائے ظاہر نے مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ بلا مزامیر ہو۔ حضرت حاجی صاحب کا عمل یہ تھا کہ وہ التزاماً سماع نہیں سُنتے تھے۔ نہ اس کے لیے ادنیٰ سا بھی کوئی اہتمام تھا۔ تاہم اس کی مخالفت میں بھی آپ نے کبھی کچھ نہیں فرمایا۔ ایک بار کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں کچھ گانا سُناؤں (غالباً وہ مثنوی رومی کے اشعار غنا یا مزامیر کے ساتھ سُنانا چاہتا تھا) تب بھی حاجی صاحبؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نہیں سُنتا۔ یا یہ ناجائز ہے۔ بلکہ حضرت حافظ محمد حسین الہ آبادی مرحوم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "یہ اِس کے اہل ہیں۔ میں تو موسیقی کے فن سے بالکل نابلد ہوں، تمھارے فن کی خوبیوں کو میں کیا سمجھوں گا۔ ہاں اِن سے تمھیں داد ملے گی۔"

خود حضرت حافظ محمد حسین الہ آبادیؒ حاجی صاحب کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں اور اُن کا انتقال اجمیر میں محفلِ سماع ہی میں ہوا تھا۔ ۸ رجب ۱۳۲۲ھ کو قوال حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی غزل پڑھ رہے تھے:

آستیں بر رُخ کشیدہ ہم چو مکّار آمدی

جب انھوں نے مقطع پڑھا:

گفت قدّوسی فقیرے، در فنا و در بقا

خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی؟

حضرت حافظ محمد حسین الہ آبادیؒ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہ احاطہ درگاہ شریف ہی میں مدفون ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے سماع سُنا ہے[۱]۔ اِس سلسلے میں کم سے کم ایک واقعہ تو اسی کتاب میں درج ہے:

"ایک بار ہمارے وطن میں کوئی تقریب تھی۔ حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ احباب موجود تھے۔ اتفاقاً قوال حافظ ضامن علی (جن کا دیوان مشہور رہے) کے آئے اور درخواست کی کہ کچھ قصائد نعتیہ و عشقیہ سُن لیجیے۔ میری عادت تھی کہ قوالوں کو کچھ دے کر ٹال دیتا تھا سماع نہیں سُنتا تھا۔ اس دن حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ مُصر ہوئے کہ مجرد سماع میں کیا حرج ہے؟ اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے اور یہ قوال بھی صوفی مشرب، ذاکر و شاغل تھے۔ قوالوں نے ایسی غزل شروع کی کہ سب لوگ تڑپ گئے۔ حافظ عبدالرحیم صاحب کو کہ بہت ہی ذاکر و شاغل تھے ایسا قہقہہ شروع ہوا کہ ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ محلّہ کی عورتوں نے جو سُنا تو کوٹھے پر آکر سننے لگیں اُن میں سے ایک عورت بیہوش ہو گئی۔ لوگوں کو گمان آسیب کا ہوا۔ میں نے جا کر دیکھا تو ذکر پاس انفاس جاری تھا۔ اُسی جوش و خروش میں اس کا انتقال ہو گیا۔ ہر شخص ایک جداگانہ کیفیت میں تھا۔"[۲]

محفلِ سماع میں جو منکرات رائج ہو گئے ہیں اُن کی وجہ سے حاجی صاحب اس میں شرکت سے احتراز فرماتے تھے بلکہ ایک روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مولوی امانت علی

---

[۱] فرمایا کہ حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں جیسے سماع چند شرطوں سے (۱) زمان یعنی وقتِ نماز نہ ہو (۲) مکان یعنی محفوظ جگہ ہو کہ شور و شغب وہاں نہ پہنچ سکتا ہو (۳) اخوان یعنی تمام آدمی ہم جنس ہوں یہاں تک کہ قوال بھی اہلِ ذکر ہو، جب سب باتیں یکجا ہوتی ہیں لذت و کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۵۴، نیز ملاحظہ ہو فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۲۵-۳۰)

[۲] امداد المشتاق: ۱۳۴-۱۳۵

چشتی امروہوی (متوفی ۱۹ ر ذی قعدہ ۱۲۸۰ھ) نے حضرت حاجی صاحب ہی کی محفل میں یہ اعلان کیا تھا کہ وہ آیندہ سماع نہیں سُنیں گے۔[۱] لیکن جب کسی نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ باوجود چشتی ہونے کے محفلِ عرس (قوالی) میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ تو آپ نے کوئی مناظرانہ جواب نہ خود دیا، نہ دوسرے حاضر الوقت علماء کو دینے دیا بلکہ یہ فرمایا کہ وہ محفل شیروں کی ہے مجھ سا ضعیف و ناتواں وہاں حاضری کی مجال نہیں رکھتا۔[۲] اور یہ گفتگو انبیٹھ میں ہوئی تھی جہاں حاجی صاحبؒ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے عرس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ لیکن امدادالمشتاق میں لکھا ہے:

"ایک دفعہ میں عبدالقدوس کے عرس میں انبیٹھ آیا تھا"

یہاں پہلا اعتراض تو اس جملہ کی سادگی پر ہے۔ حضرت، یا صاحب یا شاہ نام کے ساتھ کچھ ہونا چاہیئے تھا۔ یہ راوی کی غلطی ہے کہ اُس نے یوں سرسری طور پر قلمبند کیا اور ایسا بعض دوسرے مواقع پر دوسرے ناموں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے مجدّد ہیں اور کبار مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ اُن کا مزار گنگوہ میں ہے انبیٹھ میں نہیں۔ مؤخر الذکر قصبہ میں سلسلۂ چشتیہ کے دو اور بزرگ خواجہ محمد داؤد گنگوہی (وفات ۵ ر رمضان ۱۰۹۵ھ) کے خلیفہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ (وفات ۸ ر ربیع الاول ۱۱۱۶ھ) اور اُن کے خلیفہ حضرت شاہ بھیکھؒ (وفات ۱۰ ر رمضان ۱۱۳۱ھ) مدفون ہیں۔ مولانا امانت علی چشتی امروہوی[۳] (متوفی ۱۲۸۰ھ) اسی سلسلے میں بیعت تھے اور وہ انبیٹھ اسی عرس میں تشریف لے گئے ہوں گے جہاں حضرت حاجی صاحبؒ سے اُن کی ملاقات ہوئی۔

۱ : ۵ : ۵ تعظیمِ قبور

فرمایا کہ حضرت پیر و مُرشد (میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ

---

[۱] امداد المشتاق ۱۳۹ [حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرۃ الکرام ص ۱۸۸ - ۱۹۱] [۲] ایضاً: ۱۳۹

[۳] مولوی امانت علی چشتی امروہوی حضرت حافظ موسیٰ مانکپوری (وفات شنبہ ۱۶ ر رمضان ۱۲۴۷ھ) کے خلیفہ اور حضرت شاہ خاموش (حیدرآباد) کے پیر بھائی تھے۔

کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے۔ مجھ سے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبرِ مبارک از سرِ نو درست کردی جائے۔ میں نے کہا کیا مضائقہ ہے، بعض فقہا جائز لکھتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا میں کیسے منع کر دیتا جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے۔" [1]

ایک ملفوظ میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ "مزار مقدس آپ کا خام ہے البتہ حلقہ پختہ ہے۔ لوگوں نے چاہا کہ ایک ہاتھ سے اونچا کر دیں۔ آپ نے کسی کو خواب میں اشارہ کیا کہ خلافِ سنّت نہ کرو۔ ایک ہی ہاتھ اونچا رہنے دو۔" [2]

ایک بار آپ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مزار پر تین دن معتکف رہے۔ اُس زمانے کا ایک مکاشفہ بیان کیا کہ ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا اور حضرت پیر و مرشد کی جائے اقامت (لوہاری) پر جاکر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے مزارِ مقدس پر جاکر غروب ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد تو زندہ تھے اور اول عنوان فرمایا پھر قطب صاحب رح نے فرمایا کہ تمھارا مقصودِ دلی تم کو تمھارے پیر و مرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اس ستون کے نکل کر جانے اور حضرت قطب صاحب رح کے ان کلمات کے کہنے سے چند مسائل حل ہوئے اور فرمایا کہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی۔" [3]

۱:۵:۶ خاندانِ چشتیہ کی خصوصیات سے تعلق

حضرت حاجی صاحب رح کو پہلی بیعت حضرت شاہ نصیر الدین نقشبندی سے تھی لیکن اُن سے زیادہ فیض یاب نہ ہوسکے اور فرمایا کہ صرف چند لطائف کی صفائی ہوئی تھی۔ [4] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ نصیر الدین صاحب

[1] [2] امداد المشتاق: ۱۱۸ [3] ایضاً: ۱۴۰ [4] امداد المشتاق: ۱۵۳ نیز ص ۹ شجرۂ خاندانِ چشتیہ طبع کرانے کا تذکرہ تھا حاجی صاحب نے فرمایا کہ "اگر کوئی ہمارا احوال لکھے تو وہ اس کو بھی چھپوا سکتا ہے اور بایں عنوان شائع کر سکتا ہے کہ خدا نے حضرت مخدوم علی احمد صابر رح کو یہ عروج عطا فرمایا ہے کہ ان کا سلسلہ اکثر بلادِ عرب و حرمین شریفین و شام و روم و مغرب میں شائع ہوا ہے اور اس کی تائید میں ان شجروں کو پیش کرے۔" (امداد المشتاق ۱۵۰)

جہاد کے لیے سرحد کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں غزنی میں انتقال فرمایا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کو بہت ہی کم سنی میں بیعت تبرّک حضرت سید احمد شہیدؒ سے بھی تھی[1]۔ لیکن سلوک کی تکمیل حضرت میاں جی نور محمد ہی سے ہوئی اور انھوں نے چہار سلاسل خواجگان کے ساتھ خصوصی اجازت خاندانِ چشتیہ صابریہ امدادیہ کی مرحمت فرمائی[2]۔ حاجی صاحب نے بھی اپنے تمام مریدوں کو اسی سلسلے میں بیعت کیا اور اجازت وخلافت بھی اسی سلسلے کی مرحمت فرمائی۔ ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ آپ نے کسی کو صرف طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ، یا سلسلۂ ولی اللّٰہی کی اجازت عطا فرمائی ہو۔

طریقۂ چشتیہ کی چند خصوصیات میں حاجی صاحبؒ منفرد تھے:

۱:۵:۶:۱۔ کشفِ توحید

سلسلۂ چشتیہ میں تمام بزرگ عموماً اور حضرت شاہ محب اللہ الٰہ آبادیؒ اور ان کے بعد آنے والے خصوصاً توحیدِ وجودی کا خاص ذوق رکھتے تھے اور بعض اس موضوع پر صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ یہی سبب ہے کہ جب حضرت شاہ عبدالرحمٰن موحد لکھنوی (ولادت ۱۱۶۱ھ/ وفات ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۵ھ) اپنی سیاحت کے دوران امروہہ پہنچے (۱۲۹۱ھ/۱۸۰۵ء) تو انھوں نے حضرت شاہ عبدالباری چشتیؒ (ف ۱۲۲۶ھ) سے نہ صرف نسبتِ سلسلہ کو اخذ کیا بلکہ خانقاہ میں کامل چھ[6] ماہ تک مقیم رہ کر ان سے بہت کچھ فیض حاصل کیا[3]۔ مگر ان کے سوانح نگار نے اس طویل قیام کا ذکر صرف ایک ہی سطر میں کرنا مناسب سمجھا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ پر بھی توحید کا غلبہ تھا۔ ابتدا میں ایک مجذوب نے انھیں بشارت بھی دی تھی کہ توحید تم پر منکشف ہوگی۔ حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ الحمد للہ دو مسئلوں میں بالکل شرح صدر ہوگیا۔ ایک توحید دوسرے مشاجراتِ صحابہ۔

---

[1] شمائم امدادیہ ص ۵۳

[2] امداد المشتاق: ۱۵۰

[3] انوار الرحمٰن تنویر الجنان۔ اخبار الاجبار (مطبع نامی لکھنؤ) ص ۹۸-۹۹

۱:۵:۶:۲- سیر اسمار

فرماتے تھے کہ طریقِ چشتیہ میں سیر اسمار کی ممانعت ہے۔ اِس میں خامکار کے کسی ایک اسم کی سیر میں گُم ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اگر اسمِ ھادی کی سیر میں کھو گیا تو مہدویت کا دعویٰ کر بیٹھے گا یا کسی ایسی ہی حرکت کا مرتکب ہو جائے گا چشتیہ سلوک میں شیخِ کامل اپنے مُرید کو سیر اسمار سے نکال دیتا ہے۔ اِس خاندان میں صرف تین سیریں ہیں:

۱۔ سیر الی اللہ

۲۔ سیر فی اللہ

۳۔ سیر من اللہ

جب کہ دوسرے خاندانوں میں سیر اسمار کے مراقبے تعلیم کیے جاتے ہیں۔ سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع ہوتی ہے۔ چونکہ سالک پر سیر اسم ہادی میں تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہیں۔ سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدی آخر الزماں میں ہی ہوں[۱]۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ طریقہ چشتیہ میں فنائیت اور انکسار اور تواضع ہے۔ چنانچہ وہ مشہور قصّہ بیان فرمایا کہ دہلی میں ایک شخص نے تین معاصر بزرگوں کو کھانے پر مدعو کیا۔ یہ بزرگ حضرت شاہ فخر الدین نظامی[۲] (ف ۱۱۹۹ھ) حضرت خواجہ میر درد (ف ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ) اور حضرت مظہر جانِ جاںؒ (۱۱۹۵ھ) تھے۔ وہ شخص انھیں ایک مکان میں انتظار کرنے کے لیے بٹھا کر چلا گیا اور کئی گھنٹے کے بعد آکر معذرت کی کہ میرے گھر میں زچگی ہو رہی تھی اس لیے کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ اور دو دو پیسے

---

[۱] امداد المشتاق ۱۴۴

[۲] حضرت شاہ فخر الدین محب النبی دہلوی (ولادت ۱۱۲۶ھ / وفات ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۱۹۹ھ) حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحبزادے اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے مجدد تھے۔ درگاہ قطب صاحبؒ میں اندرونی دروازے کے قریب مسجد اولیار کی پُشت پر مدفون ہیں۔ قواعدِ فخریہ، مناقب فخریہ وغیرہ میں ان کے ملفوظات ہیں۔ راقم الحروف کے ذخیرہ میں ایک رسالہ وارداتِ فخریہ بھی ہے جس میں شاہ صاحب نے اپنے مکشوفات و واردات کو قلمبند کیا ہے۔

سب بزرگوں کو نذر پیش کیے۔ حضرت مرزا مظہر نے قدرے ناگواری کا اظہار کیا۔ کیونکہ آپ بہت نازک مزاج تھے۔ خواجہ میر درد نے اظہارِ ناگواری تو نہیں کیا لیکن اُس کی کچھ دلداری بھی نہیں کی۔ حضرت شاہ فخر الدین نظامی نے بڑی تواضع اور انکسار کے ساتھ کھڑے ہو کر وہ نذر قبول کی اور بار بار اُس شخص سے فرماتے تھے کہ تمھیں بڑی زحمت ہوئی۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ چشتی نسبت تھی۔ [1]

یہ نسبتِ چشتیہ ہی کا اثر تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے مشرب میں بہت وسعت تھی۔ کبھی کسی کو آپ نے ہدف مطاعن نہیں بنایا۔ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

"ہمارے حاجی صاحب قدس سرہ — اللہ اکبر، رحمتِ مجسّمہ تھے۔ کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتویٰ لگا دیں وہ اُس کے فعل کی بھی تاویل فرماتے تھے۔" [2]

چنانچہ ایک بزرگ صاحبِ سلسلہ کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت حاجی صاحب کے سامنے اِس بات کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا۔ "جی ہاں جب وہ یہاں حج کے لیے آئے تھے تو میں نے بھی دیکھا تھا کہ نماز نہیں پڑھتے تھے، کعبہ شریف کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہتے تھے۔ پھر فرمایا — "خدا ہی جانتا ہے کہ کس مقام پر فائز تھے۔" اِس آخری جملہ میں حضرت حاجی صاحب کے مشرب کا خلاصہ آگیا ہے۔ کیسا بلیغ اور تہ دار جُملہ ہے۔ نہ کوئی نقد ہے، نہ طعنہ ہے، نہ اس عمل کی تائید ہے، نہ اس پر کوئی خفگی ہے۔ راوی کے قول کی تصدیق بھی کر دی اور اپنے مشرب کی وسعت کی لاج بھی رکھ لی۔

خاندانِ چشتیہ کی خصوصیات میں حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اس میں "آخر میں جذب غالب ہو جاتا ہے۔" چنانچہ بزرگانِ خاندانِ چشتیہ کے

---

[1] امداد المشتاق: ۱۰۸ [2] امداد المشتاق: ۱۶۳

حالات میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ آخری زمانہ جذب واستغراق اور ذہول ونسیان کی کیفیت میں گذرتا ہے۔[ل]

۱:۵:۶ : ۳۔ ذکرِ جہر

خاندانِ چشتیہ کی ایک خصوصیت ذکرِ جہر بھی ہے۔[۲] حاجی صاحبؒ تمام عمر اس کے عامل رہے۔ جب تھانہ بھون میں مسجد پیر محمد والی میں قیام تھا۔

"شب وروز سوائے ذکر اور قال اللہ قال الرسول کچھ اور دھیان نہ تھا۔ آخر شب میں ذکرِ جہر کا یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اٹھتے" (امداد المشتاق ۱۹۹)۔ آپ نے اپنے مرضِ وفات میں "مولوی محمد اسمٰعیل بن ملا نواب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں، اور حضرت کو اُن سے بہت اُنس تھا یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازے کے ساتھ ذکر جہر ہو۔ انھوں نے کہا کہ مناسب نہیں۔ آپ نے حسبِ عادت فرمایا: اچھا جیسی مرضی ہو۔ غرض جب جنازہ لے چلے ایک عرب بولا: أذكروا الله سب ہمراہیوں نے ذکرِ جہر شروع کر دیا۔" (امداد المشتاق ۲۰۴)

اسم ذات کے وِرد کی بھی آپ نے ایسی مشق بہم پہنچائی تھی کہ ایک سانس میں دو سو پچاس ضربیں اسمِ ذات کی لگا لیا کرتے تھے۔[۳]

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے طریقِ اصلاح وتربیت اور سلوک واحسان کو اپنی تالیف ضیاء القلوب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ اپنے مُریدوں کو اس کتاب کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ کتاب میں نے (۹) اجزاء میں لکھی ہے مگر (۴) چار اجزاء کے اظہار کی اجازت ملی اور پانچ کو شائع ہونے سے روک دیا گیا۔ یعنی غیبی اشارے سے ممنوع الاظہار ہو گئے۔ حاجی صاحبؒ کی حیات ہی میں یہ

[ل] امداد المشتاق: ۱۲۶ [۲] اِس سلسلے میں ملاحظہ ہو (امداد المشتاق ص ۵۸) ایک نقشبندی کا واقعہ جسے ذکرِ جہر سے مناسبت تھی مگر بسبب تعلیم پیر کے نہ کرتا تھا۔ آخر حضرت کی کتاب ضیاء القلوب کے مطالعہ سے مقصود حاصل ہو گیا۔ [۳] امداد المشتاق ۶۳

کتاب خوب شائع ہوگئی تھی۔ پھر متعدد بار طبع بھی ہوئی۔ بہت سے عقیدتمندوں نے اس کی نقلیں بھی تیار کیں۔ میرے پاس ایک قلمی نسخہ ہے جو ۲ ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ کو محمد عبد العزیز ابوالحسن امروہوی نے نقل کیا تھا۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے ایک خط کا جو مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں تھا[1] حاجی صاحب نے جواب دیا ہے اور وہ شمائمِ امدادیہ میں شامل ہے۔ اس کا ایک اُردو ترجمہ تصفیۃ القلوب کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا۔[2] یہ ترجمہ محمد بیگ صاحب نے شروع کیا تھا اور ایک جزو کے قریب کرلیا تھا پھر اسے مولوی نظام الدین عشقؔ کیرانوی کے حوالے کیا انھوں نے تکمیل کی۔ حاجی صاحبؒ اپنے خلفاء کو یہ بھی تعلیم فرماتے تھے کہ ارشاد الطالبین، جواہر خمسہ اور رسالہ مکیہ میں ہمارے خاندان کے اشغال ہیں ان کی مناسب حال واستعداد مُریدوں کو تعلیم دیں۔ وہ مُریدوں کے لیے کتاب آداب المریدین کو بہت نافع سمجھتے تھے اور انھوں نے فرمایش کرکے حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانویؒ پایۂ حرمین (بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) (متوفی ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ/یکم مئی ۱۸۹۱ء) سے اس کا ترجمہ کرایا تھا جو مطبع ہاشمی میرٹھ سے طبع ہوا تھا۔[3]

---

[1] یہ مولوی عبدالعزیز، مولانا امانت علی چشتی صابری کے مُرید و خلیفہ تھے۔ (انوار العارفین ص ۵۶۲)

[2] میرے پاس اس ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۰۴ء میں طبع ہوا۔ اس کے آخر میں محمد عبد الاحد مالک مطبع مجتبائی نے لکھا ہے: "اس کتاب کو حضرت ... حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتاب ہٰذا نے خاص اپنے قلم فیض رقم سے درست فرماکر مکہ معظمہ سے خاص اجازت کے ساتھ انطباع کے لیے احقر کے پاس روانہ کیا تھا۔ احقر نے عام فائدے کے لیے ایک کالم میں اصل اور دوسرے میں اس کا ترجمہ اردو بامحاورہ لکھوا کر طبع کیا۔ بحمد اللہ یہ کتاب مرغوب خلائق ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور دوبارہ طبع کی نوبت آئی تو احقر نے اصل و ترجمہ کی دوبارہ نظرِ ثانی کراکر نہایت عمدگی کے ساتھ طبع کیا..."
(۱۳۳۱ھ)

[3] اب حضرت مولانا محمد مسعود شمیم مدظلہ (مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کی فرمایش پر میں نے اس ترجمہ کو اشاعتِ ثانیہ کے لیے تیار کیا ہے۔

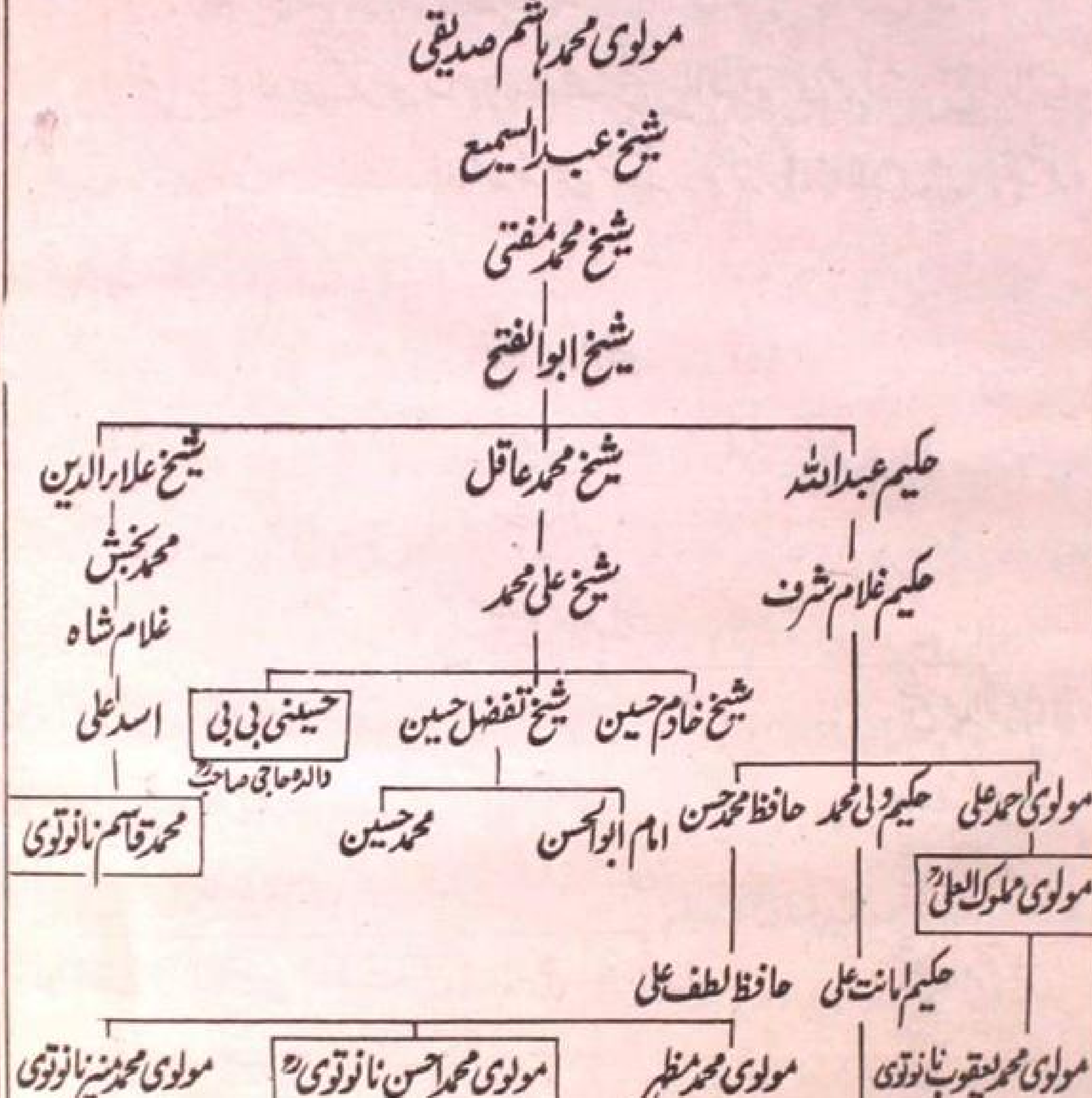
(۲)

۲ : ۱ بعض جزوی سوانحی تفصیلات

یہاں بعض ایسی سوانحی تفصیلات کی طرف کچھ اشارے کیے جارہے ہیں جن پر ابھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ مولانا تھانوی کی تصانیف میں حضرت حاجی صاحب کے بارے میں جو مواد محفوظ ہے اس پر اضافے کر کے حضرت حاجی صاحب کی ایک نئی اور مفصل سوانح لکھی جاسکتی ہے۔ میری فرمایش پر عزیز مکرم مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی سلمہٗ نے حضرت حاجی صاحب کے چار اساتذہ کے تفصیلی حالات لکھ دیے ہیں وہ اسی کتاب میں بطور ضمیمہ شامل کیے جارہے ہیں۔ اسی طرح کے حالات حضرت کے بعض دوسرے اساتذہ اور بزرگانِ سلسلہ کے جمع ہونے ضروری ہیں۔

حاجی صاحب کا پدری سلسلۂ نسب کئی کتابوں میں موجود ہے۔ راقم الحروف نے بھی مرقوماتِ امدادیہ کے مقدمہ میں درج کر دیا ہے۔ لیکن آپ کی والدہ ماجدہ حسینی بی بی رحمۃ اللہ علیہا کا شجرۂ نسب کم ملتا ہے اس لیے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اِس شجرہ سے ایک نظر میں یہ معلوم ہو جائے گا کہ مولانا مملوک العلی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی سے حاجی صاحب کا ننھیالی رشتہ کیا تھا۔

۲:۲ شجرۂ خاندان حسینی[۱] بی بی رح والدۂ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رح

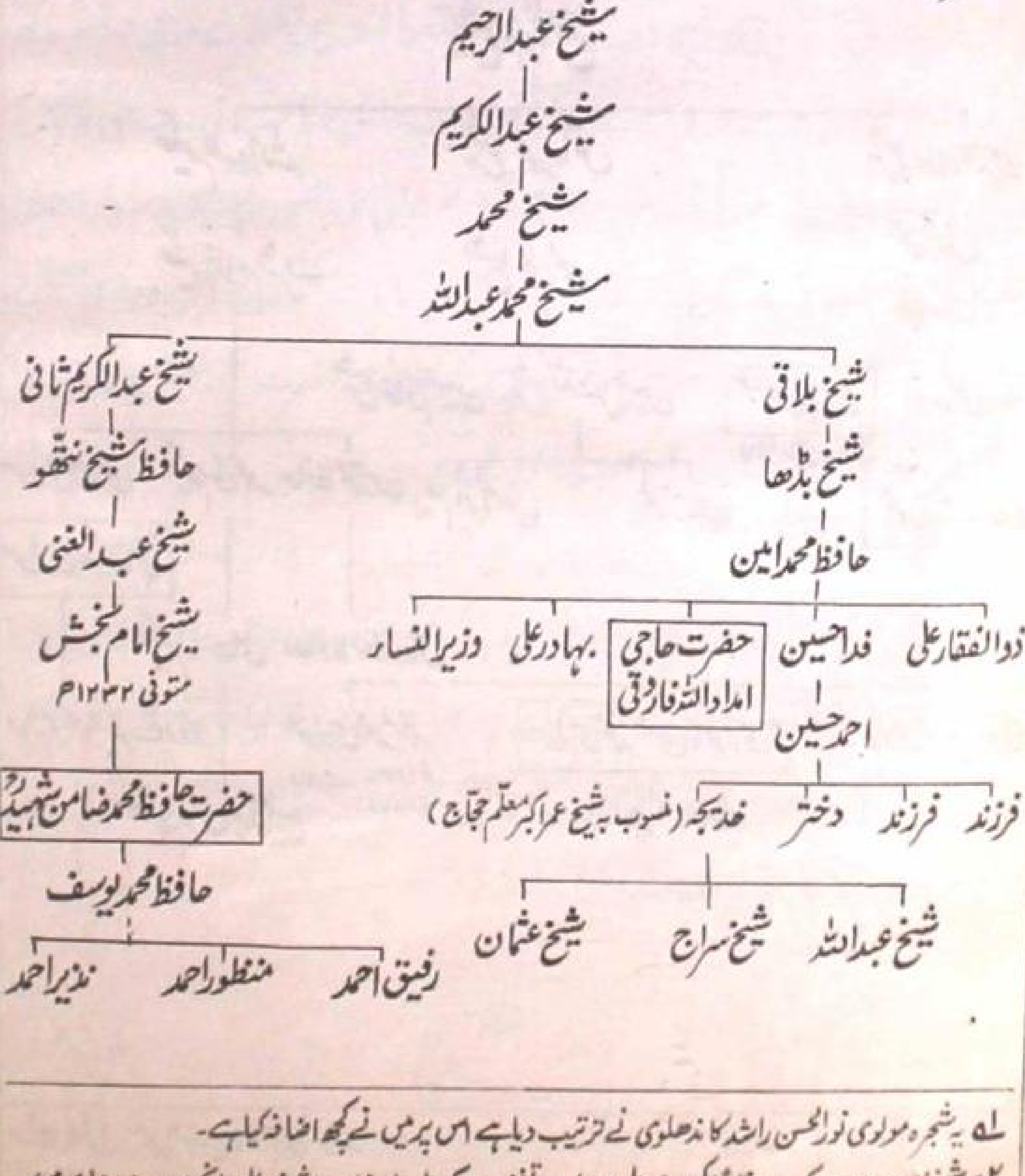


۱ ماخوذ از محمد احسن نانوتوی مولفہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری طبع کراچی ۱۹۶۶ء مع اضافات از نثار احمد فاروقی۔

۲ : ۳ شجرۂ خاندان[1] حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

قاضی سراج الدین بن قاضی چندن متوفی ۱۰۵۱ھ بن قاضی محمد موسیٰ (عہدِ اکبری میں حیات تھے ۹۸۳ھ) بن قاضی نصر اللہ (فاتح قلعہ تھانیسر) بن قاضی محمد یعقوب بن شیخ نظام الدین[2]۔

قاضی سراج الدین کے تین صاحبزادے تھے۔ شیخ عبد اللہ، قاضی محمد آدم، شیخ عبد الرحیم۔ حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ موخر الذکر کی اولاد میں ہیں۔ بقیہ شجرہ اس طرح ہے:



---

[1] یہ شجرہ مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی نے ترتیب دیا ہے اس پر میں نے کچھ اضافہ کیا ہے۔

[2] شیخ نظام الدین کے بعد غالباً کچھ واسطے اور ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اشرف السوانح ۱۱۷ - ۱۲۰ جلد سوم)

۲:۴ شجرۂ طریقت کے بعض اسلاف اور متعلقین

حضرت حاجی صاحب کا شجرۂ طریقت عام اور شائع ہے اِس لیے اُسے اختصار کے ساتھ درج کیا جارہا ہے۔ یہ شجرہ صرف حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی تک بیان ہوا ہے:

۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحؒ[۱] (متوفی ۱۸۹۹ء/۱۳۱۷ھ) مدفون جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ۔

۲۔ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی[۲] (متوفی ۴ رمضان ۱۲۵۹ھ) مدفون قصبہ لوہاری، ضلع مظفر نگر۔

۳۔ حضرت حاجی عبد الرحیم فاطمی[۳] ولایتی شہید رحؒ (شہادت ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ) مزار نہیں ہے۔

۴۔ مصدرِ فیض جاری حضرت خواجہ شاہ عبد الباری[۴] چشتی رحؒ (متوفی ۱۱ شعبان ۱۲۲۶ھ/ مطابق ۳۱ اگست ۱۸۱۱ء) مدفون: امروہہ ضلع مراد آباد

۵۔ شہسوارِ میدانِ آزادی بندگی خواجہ شاہ عبد الہادی[۵] چشتی رحؒ (متوفی ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ/ ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۶ء) مدفون: امروہہ

۶۔ حضرت شیخ کبیر سید شاہ عضد الدین[۶] جعفری چشتی رحؒ (متوفی ۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ/ مارچ ۱۷۵۹ء) مدفون: امروہہ

---

[۱] انوار العاشقین ۸۳ - ۸۸ انوار العارفین ص ۵۲۲ - ۵۲۳

[۲] انوار العاشقین ۸۲ - ۸۳ انوار العارفین ص ۵۲۱ - ۵۲۲

[۳] انوار العاشقین ۸۲ تذکرۃ الکرام ۱۶۷ - ۱۶۸ انوار العارفین ص ۵۲۰

[۴] انوار العاشقین ۸۱ - ۸۲ تذکرۃ الکرام ۱۶۲ - ۱۶۸ انوار العارفین ص ۵۱۸ - ۵۲۰

[۵] انوار العاشقین ۸۱ تذکرۃ الکرام ۱۲۷ - ۱۴۱ انوار العارفین ص ۵۱۶ - ۵۱۸

[۶] انوار العاشقین ۸۰ - ۸۱ تذکرۃ الکرام ۱۲۱ - ۱۲۶ انوار العارفین ص ۵۱۰ - ۵۱۶

۷۔ حضرت سید شاہ محمدی فیاض[1] دہر رح (متوفی رجب ۱۱۰۷ھ / جنوری ۱۶۹۶ء) مدفون: آگرہ محلہ ہینگ منڈی۔

۸۔ حضرت شیخ اکبر ثانی شاہ محب اللہ[2] فاروقی الہ آبادی رح (متوفی ۹ رجب ۱۰۵۸ھ / جولائی ۱۶۴۸ء) مدفون: الہ آباد

۹۔ شیخ ابو سعید گنگوہی[3] (وفات یکم ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ) گنگوہ۔

۱۰۔ شیخ جلال الدین تھانیسری[4] (وفات ۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ) مدفون تھانیسر

۱۱۔ شیخ نظام الدین بلخی تھانیسری[5] (وفات ۲۸ رجب ۱۰۳۶ھ) مدفون: بلخ

۱۲۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی[6] (وفات ۲۳ جمادی الثانیہ ۹۴۴ھ) مدفون: گنگوہ

---

[1] انوار العاشقین ۷۹ - ۸۰ انوار العارفین ص ۵۰۸ - ۵۱۰ بوستان اخیار ۱۵۸ - ۱۶۱ اسراریہ (قلمی) ورق ۲۰۲ ب جام جہاں نما (قلمی) از قدرت اللہ شوق جلد ۲ ورق ۳۳۵ - الف۔

[2] انوار العاشقین ۷۸ - ۷۹ انوار العارفین ص ۵۰۲ - ۵۰۸ نزہۃ الخواطر ۵/۳۲۲

[3] انوار العاشقین ۷۵ - ۷۸

[4] انوار العاشقین ۶۹ - ۷۱

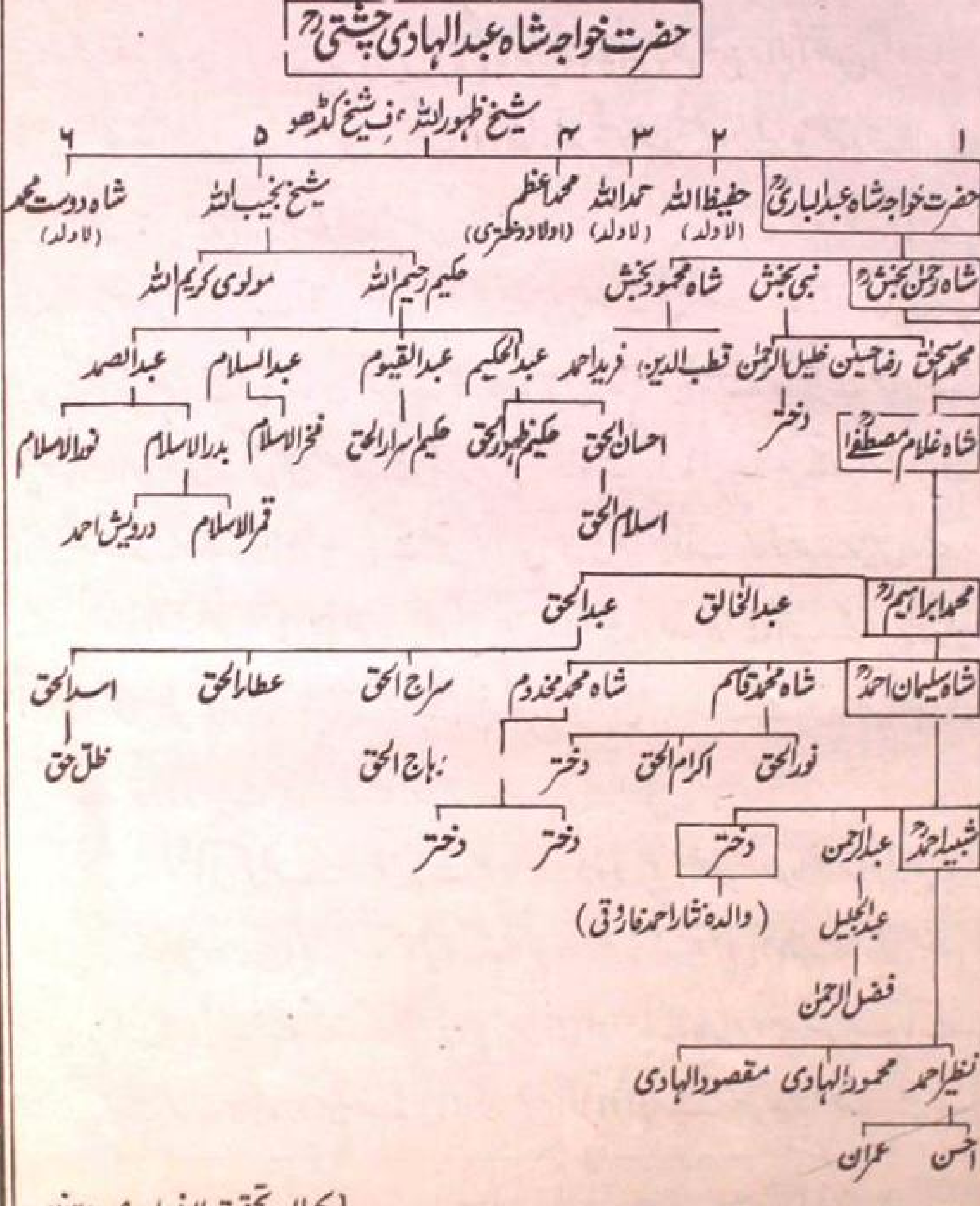
[5] انوار العاشقین ۷۱ - ۷۵

[6] انوار العاشقین ۶۱ - ۶۹

۶:۲ شجرۂ خاندان حضرت شاہ عبدالباریؒ

[خاندان قاضی نظام الدین صدیقی]

در عہدِ سلطنت



[بحوالہ: تحقیق الانساب ص ۲۳۷،
مرتبہ محمود احمد عباسی
جید پریس دہلی ۱۳۵۲ھ]

نوٹ: اس شجرے میں سب نام درج نہیں ہوئے ہیں۔ کچھ ناموں کا اضافہ ہوا ہے۔

۲:۶:۱۔ حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتیؒ[۱]

آپ ۳۱ ویں پشت میں قاضی نظام الدین صدیقی کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی اولاد ہیں۔ ۱۴ رجب ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۶۷۳ء (سنہ ۱۴ جلوس عالمگیری) میں بدھ کے دن ولادت ہوئی۔ آپ کے جدِ ششم مفتی محمد طاہر کو عہدِ اکبری میں (۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء) موضع بواپور تھن (تحصیل شیر کوٹ ضلع بجنور) مدد معاش میں عطا ہوا تھا۔ پھر شیخ عبدالسمیع نے، جو مفتی محمد طاہر کی چوتھی پشت میں تھے، امروہہ کو اپنا مسکن بنایا۔ حضرت شاہ عبدالہادیؒ کو جذب کی تعلیم شاہ یتیم صحرائیؒ (وفات تقریباً ۱۱۲۴ھ) سے اور سلوک کی حضرت شاہ عضد الدین جعفری (وفات ۱۱۷۲ھ) سے ملی۔ کتابی علم آپ کا زیادہ نہیں تھا لیکن کثرتِ مجاہدات، عبادات و ریاضات اور تصوف کی عملی تعلیم سے بلند ترین مقاماتِ رُوحانی پر فائز تھے۔ آپ کی ایک تصنیف مقصود الطالبین ہے جس کا قلمی نسخہ راقم الحروف کے ذخیرے میں ہے۔ یہ کرپارام ساکن اسمولی کی فرمایش پر لکھی گئی تھی۔ حالات و ملفوظات آپ کے مرید اور خلیفہ سید شاہ نثار علی بخاری بریلویؒ نے مفتاح الخزائن میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ آپ ہندی میں کبت اور دوہرے بھی کہتے تھے جو اس کتاب میں موجود ہیں۔

شاہ عالم ثانی کو آپ سے عقیدت تھی اور دونوں میں بعض خطوط کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔ چند خطوط مفتاح الخزائن (تالیف ۱۲۲۸ھ) میں درج ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں بھی آپ سے ملنے کے لیے دوبار بریلی اور ایک بار امروہہ تشریف لائے۔ حافظ رحمت خاں والی روہیلکھنڈ کی اولاد میں اکثر افراد آپ کے مرید یا معتقد تھے۔

---

[۱] مراجع: (۱) مفتاح الخزائن قلمی، (در حالات و ملفوظات حضرت شاہ عبدالہادیؒ) مولفہ سید نثار علی بخاری بریلوی در ۱۲۲۸ھ

(۲) انوار العارفین مولفہ صوفی محمد حسین مرادآبادی (مطبع نولکشور ۱۸۷۶ء) ۵۱۶ - ۵۱۸

(۳) انوار العاشقین مولفہ مولوی مشتاق احمد گیراٹوی صفحہ ۸۱ (طبع لاہور ۱۹۷۸ء)

(۴) تذکرۃ الکرام مولفہ محمود احمد عباسی ۱۲۷ - ۱۴۱

نواب فتح خاں اور نواب دوندے خاں وغیرہ روہیلہ سردار بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپ اکثر جنگلوں میں بسر فرماتے تھے۔ براہی، حاذق پور، بریلی کے اطراف میں صحرانوردی کرتے رہتے تھے۔ انتقال ۴ر رمضان ۱۱۹۰ھ (۱۷ر اکتوبر ۱۷۷۶ء) کو موضع کھائی کھیڑہ (بریلی) میں ہوا۔ وہاں سے تابوت امروہہ لاکر چہلم کے دن ۸ر شوال کو آپ کی موجودہ درگاہ میں دفن کیا گیا جسے آپ کے اکلوتے فرزند شیخ ظہور اللہ نے تعمیر کیا تھا۔

آپ کے خلفاء اور مریدین میں آپ کے دونوں پوتے شاہ عبدالباریؒ اور شاہ دوست محمد، شاہ محمد مکمل مرادآبادیؒ (وفات ۱۲۳۰ھ)، نزہت شاہ بریلوی، شاہ نور لاہوری اور مولانا شیخ الاسلام بریلوی وغیرہ ہیں۔[۱]

مولانا حاجی محمد رفیع الدین خاں[۲] فاروقی (متوفی ۱۲۱۸ھ تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) ساکن مرادآباد عالم و فاضل محدّث و مفسّر تھے۔ معقولات میں اپنے زمانے میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ آپ پر خاص لطف و عنایت فرماتے تھے۔ شاہ عالم بادشاہ غازی کو مولانا کی سفارش بھی تحریر فرمائی تھی۔ آپ کی متعدد بلند پایہ تصانیف بھی ہیں۔ مولانا ذوالفقار احمد ساکن بھوپال جن کی علمی شہرت بیرونِ ہند بھی ہے اُن کی تصنیفات کا ماخذ اکثر و بیشتر آپ ہی کی کتابیں ہیں جس سے آپ کی علمیت و قابلیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابتدا میں آپ حضرت شاہ عضدالدین محمد جعفریؒ سے ارادت رکھتے تھے۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ سے ۱۱۸۸ھ میں بیعت ہوئے ایک موقع پر خود رقم طراز ہیں:

"شیخ عبدالہادی قریشی امروہوی مرید شاہ عضدالدین است متصف بود بصفاتِ صلاح و تقویٰ و مردم را بادے حسنِ عقیدت بود۔ بامن

---

[۱] حضرت شاہ عبدالہادی کے خلفائے کرام اور سلسلۂ بیعت کا ایک مختصر شجرہ ضمیمہ ۳ میں ملاحظہ ہو

[۲] تذکرۃ الکرام ص ۱۴۰۔ اتحاف النبلا ۲۵۱

بسیار مہربان بود" [1]

۲:۶:۲ حضرت خواجہ شاہ عبدالباری چشتیؒ

حضرت شاہ عبدالہادی چشتیؒ کے صرف ایک ہی فرزند شیخ ظہور اللہ تھے جن کی عرفیت شیخ گدھو ہے۔ اُن کے چھ صاحبزادے ہوئے۔ تین سے اعقاب کا سلسلہ نہیں چلا، تین صاحبزادوں کی اولاد آج تک موجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالہادیؒ نے اپنے پوتوں میں حضرت شاہ عبدالباریؒ اور اُن کے برادرِ خورد حضرت شاہ دوست محمدؒ کو تعلیم سلوک کے لیے منتخب کیا تھا۔ اول الذکر نفیس مزاج اور نازک طبع تھے، ان سے زیادہ مجاہدات نہیں کرائے، حضرت شاہ دوست محمدؒ سے بہت ریاضت کرائی۔ [2]

حضرت شاہ عبدالباری چشتیؒ ۸؍رجب ۱۱۶۰ھ (۱۶؍جولائی ۱۷۴۷ء) کو دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر تک حضرت شاہ عضدالدین جعفریؒ سے فیوض حاصل کیے۔ بائیس سال کی عمر میں اپنے جدِ امجد حضرت شاہ عبدالہادیؒ کی خدمت میں موضع حاذق پور کے جنگل میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے ریاضات و مجاہدات کر کے واپس آئے تو حضرت شاہ معزالدین عرف میاں موجؒ (متوفی ۱۲۰۰ھ) سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ۱۱۸۵ھ میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں امروہہ تشریف لائے اور میر کلو کے مدرسہ میں قیام فرمایا۔ حضرت شاہ عبدالباریؒ حاضرِ خدمت ہوئے تو اس وقت مرزا صاحب حاضرین کو توجہ

---

[1] حضرت حاجی رفیع الدین مرادآبادی کا سفرنامہ حرمین حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہی مدظلہ نے اُردو میں ترجمہ کر کے ایک عالمانہ مقدمہ کے ساتھ رسالہ الفرقان (لکھنؤ) کی خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کرا دیا تھا۔ انوار العارفین میں اُن کی ایک تصنیف تذکرۃ المشائخ کے بکثرت حوالے آئے ہیں۔ یہ اگر دستیاب ہو جائے تو اس دَور کے علماء و مشائخ کے بارے میں نہایت بیش قیمت معلومات اس سے حاصل ہوں گی۔

[2] حضرت شاہ دوست محمد یکم محرم ۱۱۶۴ھ / ۳۰؍نومبر ۱۷۴۷ء کو دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عضدالدین اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ معزالدین عرف میاں موجؒ سے علومِ ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی اور اپنے جدِ امجد حضرت شاہ عبدالہادی سے سلوک طے کیا۔ موضع برائی (پرگنہ سنبھل) میں ۱۳؍ذیقعدہ ۱۲۹ھ کو انتقال فرمایا۔ وہیں خانقاہ کی مسجد کے مشرق میں برگد کے نیچے مزار مبارک ہے۔

(تذکرۃ الکرام ۱۵۸ - ۱۶۳)

دے رہے تھے آپ بھی خاموش مودّبانہ حلقہ میں شریک ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت مرزا صاحب نے سر اُٹھا کر فرمایا "اس جلسہ میں چشتی بزرگ کون ہیں؟" حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت شاہ عبدالباریؒ نبیرہ حضرت شاہ عبدالہادی رحؒ بغرضِ سلام حاضر ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ اُن سے دیر تک گفتگو فرماتے رہے اور ارشاد ہوا کہ "قدم عبدالباری در ہر مقام از ما یک قدم بیش بود"۔[۱] پھر مرزا صاحب نے سلسلۂ نقشبندیہ کی خلافت و اجازت عطا فرمائی۔

حافظ جمال اللہ رامپوری، شاہ درگاہی رامپوری، شیخ محمد معصوم سرہندی کے پوتے شاہ محمد مرشد مجدّدی اور شاہ سراج احمد محدّث سے آپ کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور یہ حضرات اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔

۱۱۹۵ھ کے بعد آپ اجمیر تشریف لے گئے اور اسی دوران میں دہلی کی درگاہوں میں بھی حاضر ہوئے۔ یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور دوسرے مشائخ سے ملاقاتیں رہیں۔ آپ ۳۶ سال مسندِ ارشاد پر رہے اور ہزارہا بندگانِ خدا کو بلند روحانی مدارج پر فائز فرمایا۔

آپ نے جمعہ ۱۱ر شعبان ۱۲۲۶ھ مطابق ۳۱ر اگست ۱۸۱۱ء صبح ۵ بجے انتقال فرمایا اور اپنے جدِّ امجد کی درگاہ میں پائینِ مزار جانبِ شرق مدفون ہوئے۔

آپ کے ممتاز خلفاء میں سید عبدالرحیم فاطمی شہید، میران حاتم علی صاحب (وفات ۲۹ر رجب ۱۲۴۵ھ) اور حضرت شاہ رحمٰن بخشؒ ہیں۔[۲]

---

[۱] تذکرۃ الکرام ص ۱۶۴ - ۱۶۵

[۲] مراجع: ۱- انوار العارفین - صوفی محمد حسین مرادآبادی (نولکشور ۱۸۷۶ء) ص ۵۱۸ - ۵۲۰

۲- انوار العاشقین - مشتاق احمد کیرانوی ص ۸۱ - ۸۲ (طبع لاہور ۱۹۷۸ء)

۳- تذکرۃ الکرام - محمود احمد عباسی ۱۶۲ - ۱۶۸

۴- امداد المشتاق - مرتبہ مولانا تھانوی ص ۱۱۴ نیز ۱۱۸ -

حضرت شاہ عبدالباری چشتیؒ کی خانقاہ امروہہ

۶:۲ : ۳۔ حضرت شاہ عبدالباریؒ کی خانقاہ

(ضلع مرادآباد) کے شمال مغربی حصہ میں واقع تھی۔ خاندان قاضی نظام الدین صدیقی کے آباد ہونے کی وجہ سے یہ محلہ قریشیان کہلاتا ہے۔ اس خانقاہ کے کھنڈر ابھی چند سال پہلے تک موجود تھے لیکن اب وہاں نئی عمارتیں بنتی جا رہی ہیں اور خانقاہ کے آثار بالکل ناپید ہو گئے ہیں اِس لیے یہاں اُس کا قلمی نقشہ محفوظ کر دینا مناسب ہے۔ اِس خانقاہ کا شرق رُویہ بڑا دروازہ تھا جسے پھاٹک کہہ سکتے ہیں۔ اس کے سامنے تقریباً دو گز چوڑا اور آٹھ دس گز لمبا چبوترا تھا۔ پھاٹک کی بغلوں میں دونوں طرف دو حجرے تھے جن کا ایک دروازہ پھاٹک ہی میں تھا، دوسرا چبوترے کی طرف اور تیسرا اندر صحن کی جانب۔ اِن میں ایک جنوبی سمت کا حجرہ ابھی محفوظ ہے۔ ان حجروں کے اور دہلیز کے اوپر بھی ایک عمارت بنی ہوئی تھی جس میں [illegible] صحن تھا اور ایک سہ دری دالان جنوب رُویہ تھا جس میں ایک کھڑکی مشرق کی طرف پھاٹک کے اوپر کھلتی تھی اور دالان کے پیچھے ایک اور کوٹھری تھی۔



امروہہ میں حضرت شاہ عبدالباری چشتیؒ کی خانقاہ کے کھنڈر کا ایک منظر

اِس بالاخانے کا زینہ جنوب کی طرف اور مسجد کی شمالی دیوار سے متّصل تھا۔

خانقاہ کی اصل عمارت پھاٹک کے سامنے تھی اس میں ایک فرشی دالان، دو بغلی دالان، ایک اندرونی دالان اور [۲] دو حجرے تھے۔

خانقاہ کے جنوب میں بالکل متّصل ایک مسجد تھی (جو اب تک موجود ہے) اسی مسجد میں حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی اور اخون جان محمد نے پہلی بار حضرت شاہ عبدالباری رح سے ملاقات کی تھی [۱]۔ اِس مسجد کی شمالی دیوار میں ایک کھڑکی تھی جو خانقاہ میں کُھلتی تھی۔ مسجد اور خانقاہ کے دروازوں کے درمیان ایک بہت پُرانا اور قد آور املی کا درخت کھڑا تھا جو آج سے ۲۵ - ۳۰ سال قبل آندھی میں اُکھڑ گیا۔ یہ خانقاہ قدیم عمارتوں کی طرح لکھوری اینٹ سے بنی ہوئی اور ایک منزلہ تھی۔ اس میں اتنی گنجائش تھی کہ نیچے خانقاہ میں، پھاٹک کے حجروں میں اور بالاخانے میں بیک وقت ۲۵ - ۳۰ مہمان بآسانی رہ سکتے تھے۔ خانقاہ کے عین مغرب میں زنانہ حویلی تھی جس کا راستہ خانقاہ کے صحن سے ہو کر تھا اور دروازہ مسجد کی شمالی دیوار سے متصل تھا۔ اس میں چھ کوٹھے تھے۔ ایک مکان مسجد کے عین مغرب میں تھا اور باقی حصّے خانقاہ کے غرب میں۔ اس زنانی حویلی کا کچھ قدیم حصّہ ابھی تک باقی ہے۔

حضرت شاہ عبدالباری رح کا قیام اسی خانقاہ میں رہا۔ یہیں شاہ عبدالرحیم ولایتی، اخون جان محمد، حضرت شاہ عبدالرحمٰن موحد لکھنوی اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کا قیام ہوا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب رح تو اس خانقاہ میں برسوں تک مقیم رہے تھے۔ میر حاتم علی (ساکن ضلع ہزارہ) اپنے مرشد کی حیات میں گیارہ سال اور ان کے انتقال کے بعد ۱۹ سال اِسی خانقاہ میں رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔

۲ : ۶ : ۴ - حضرت شاہ [۳] رحمٰن بخش رح

حضرت شاہ عبدالباری رح کے تین صاحبزادے تھے۔ شاہ رحمٰن بخش، شاہ نبی بخش اور

---

[۱] مرقوماتِ امدادیہ (تعارف) : ص ۱۵ - ۱۶ -
[۲] ملاحظہ ہو: تذکرۃ الکرام مولفہ محمود احمد عباسی
انوار العارفین، حافظ محمد حسین مرادآبادی ص ۵۲ [۳] سیرت سید احمد شہید از غلام رسول مہر، سرگزشت مجاہدین، غلام رسول مہر۔

شاہ محمود بخش، حضرت شاہ رحمان بخش کی ولادت جمعہ کے دن ۳ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۷۸۶ء میں ہوئی۔ آپ کا اصلی نام عبدالرحمٰن اور تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ حضرت شاہ عبدالباری کے انتقال کے وقت آپ جوان تھے۔ ۲۵-۲۶ سال کی عمر تھی اور اس وقت تک سلوکِ طریقت کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اِس لیے حضرت نے اُنھیں اپنے خلیفہ میر حاتم علی کے سپرد کیا اور وصیت فرمائی کہ پہلے اِنھیں سلوک کی تکمیل کرانا پھر یہ مسندِ سجادگی پر بیٹھیں گے۔ آپ نے میراں حاتم علی سے بعض کتابیں پڑھیں پھر دہلی جاکر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علومِ متداولہ میں تکمیل کی۔ یہاں حضرت مرزا مظہر کی خانقاہ میں قیام رہا۔ ۱۲۱۹ھ میں جب شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی امروہہ تشریف لائے تو چھ ماہ تک بعض کتابوں کا درس ان سے بھی لیا۔ شاہ درگاہی رامپوری اور شاہ سراج احمد محدث رامپوری سے بھی بعض علوم میں استفادہ کیا۔ ۱۲۲۴ھ میں شادی ہوئی۔ ۱۲۳۹ھ میں اجمیر مقدس کا سفر کیا۔ اثنائے سفر میں کچھ دن دہلی میں خانقاہ مظہر جان جاناں میں قیام رہا۔ اُس زمانے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیل اور صاحبِ فراش تھے۔ آپ بغرضِ عیادت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیر تک باہم گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت مولانا نے اپنے طریقہ اور دلائل الخیرات وحزب البحر کی اجازت عطا کی نیز ارشاد فرمایا کہ دربار حضرت خواجۂ بزرگ میں آپ حاضر ہوں تو میرا سلام عرض کردیں اور جب واپس تشریف لائیں تو نماز جنازہ میں شرکت کریں یا قبر پر فاتحہ پڑھ کر جائیں۔ اجمیر میں آخر رمضان ۱۲۳۹ھ تک قیام رہا۔ واپسی پر دہلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج ہی حضرت مولانا کا وصال ہوگیا۔ آپ نے جنازے میں شرکت کی۔ پھر پانی پت، کرنال، پاک پٹن، سرہند، گنگوہ، کلیر ہوتے ہوئے امروہہ واپس آئے۔

(تذکرۃ الکرام ص ۱۷۷)

جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے تحریکِ جہاد شروع کی اور دعوتِ عام کا اہتمام کیا۔ اُن کی طرف سے ہندوستان بھر میں خانقاہوں اور دوسرے دینی مرکزوں میں اعلام نامے

بھیجے گئے تھے۔ تحریکِ جہاد کے سرگرم ارکان مثلاً سیّد نصیر الدین، مولانا محمد علی رامپوری مولانا ولایت علی عظیم آبادی بھی بڑے جوش و خروش سے جہاد کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اِن اعلام ناموں کے جواب میں روپیہ، گھوڑے، ہتھیار، لباس، غلّہ وغیرہ ملک کے ہر حصّے میں جمع ہو رہا تھا۔ شوقِ شہادت کے متوالے خود کو مجاہدین کی فوج میں بھرتی کے لیے پیش کر رہے تھے۔

دعوتِ عام کے علاوہ سید احمد شہیدؒ نے ۱۲۴۱ھ میں کچھ حضرات کو خصوصی طور پر خطاب کر کے بھی دعوت نامے بھیجے تھے۔ ایسے حضرات کے نام خود اُنھوں نے ایک خط میں درج کیے ہیں۔ اِس فہرست میں میاں نذیر حسین محدّث دہلوی، مولوی حیدر علی رامپوری، مولوی خرّم علی بلہوری، سیّد اولاد حسن قنوجی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، (ف ۱۷ شوّال ۱۲۷۱ھ مطابق ۷۔ اپریل ۱۸۶۳ء)، مولوی کرامت علی جون پوری کے نام بھی ہیں۔ امروہہ کے حضرات میں یہ نام ملتے ہیں۔

مولوی رمضان علی، مولوی امانت علی چشتی، مولوی کریم اللہ (حضرت شاہ عبدالباریؒ کے بھتیجے) شیخ رحمٰن بخش (حضرت شاہ عبدالباری کے سجّادہ نشین)، صوفی صاحب(؟)، شاہ غلام علی، میر ہُدیٰ اور دوسرے اکابر ساکنانِ امروہہ۔[۱]

اِس طرح تقریباً ہندوستان بھر کی ۱۰۶ شخصیات کو سیّد صاحب نے خصوصی دعوت نامے بھجوائے تھے جن میں سے ایک نام حضرت شاہ رحمٰن بخش کا بھی ہے۔ انھوں نے اسی دعوت نامے کے جواب میں حضرت حاجی عبدالرحیم فاطمی ولایتی شہید کو خانقاہ کی طرف سے نمایندہ بنا کر مختصر جماعتِ مجاہدین کے ساتھ میدانِ جہاد میں روانہ کیا تھا۔

۲:۶:۵ - حضرت شاہ غلام مصطفیٰؒ

حضرت شاہ رحمٰن بخش کا انتقال ۱۸ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۵ جولائی

---

[۱] سرگذشتِ مجاہدین ۱۷۴۔

۱۸۶۳ء دوشنبہ کو ۸۰ سال کی عمر میں ہوا۔ اُن کے جانشین حضرت شاہ غلام مصطفیٰ ہوئے۔

(ولادت ۱۳ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۸۱۵ء)

علمِ ظاہر کے ساتھ ہی اُن کا مرتبہ زہد و ورع، عبادات و ریاضات اور فقر و درویشی میں ایسا بلند تھا کہ دن اور رات سوائے یادِ خدا اور ارشاد و ہدایت کے مطلق دوسرا کوئی کام نہ تھا۔ میرے استاد اور پیر و مرشد حضرت شاہ سلیمان احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے ہی بیعت ہوئے تھے۔ اگرچہ فیضِ رُوحانی اپنے والد ماجد سے بھی پایا تھا۔ بارہا فرماتے تھے کہ "دادا صاحب کا اپنے زمانے میں دنیا میں کوئی جواب نہیں تھا" اُن کے ہم عصر تذکرہ نگار صوفی محمد حسین مرادآبادی نے بھی اس کی شہادت دی ہے۔[۱]

اُن کے مُریدوں کی بڑی تعداد بریلی، پیلی بھیت، بدایوں، سنبھل، مرادآباد، شاہجہاں پور وغیرہ میں تھی۔ خلفاء بھی کثیر تعداد میں تھے۔ آپ ہی کے زمانے میں میاں جی نور محمد جھنجھانوی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح مزاراتِ بزرگان کی زیارت کے لیے امروہہ تشریف لائے۔ حضرت شاہ رحمٰن بخش نے قدیم خانقاہ سے جانبِ غرب پچاس گز کے فاصلے پر تقریباً ایک ہزار گز قطعۂ زمین میں اپنی نئی خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ یہ بہت وسیع، دلکشا اور بارونق خانقاہ تھی اور عام طور پر اسے "دیوان خانہ" کہا جاتا تھا۔ قدیم خانقاہ کی طرح اِسے بھی اہلِ خاندان نے موروثی بنا کر رکھا اور تقسیمِ ہند کے بعد جب اس کے کچھ حصہ دار پاکستان کو ہجرت کر گئے تو نکاسی جایداد کے ذیل میں یہ خانقاہ بھی نیلام ہو کر اغیار کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ جس مکان کے در و دیوار سے دلِ شب میں ذکرِ جہر کی صدائیں گونجتی تھیں آج اُس کا یہ حال ہے کہ:

اُفتادگذارم چو بہ ویرانۂ طوس — دیدم چُغدے نشستہ برجائے خروس
گفتم چہ خبر داری ازیں ویرانہ؟ — گفتا خبر اینست کہ افسوس افسوس!

---

[۱] انوار العارفین مولفہ صوفی محمد حسین مرادآبادی (نولکشور ۱۸۷۶ء) ص ۵۲۰
تذکرۃ الکرام - محمود احمد عباسی ص ۲۰۶ - ۲۱۰

حضرت شاہ غلام مصطفیٰ صاحب ہی کے زمانے میں کئی بار مولانا محمد قاسم نانوتوی امروہہ تشریف لائے اور ایک بار ۲۹ رجب کو میر حاتم علیؒ کے عرس کے دن اچانک تشریف لے آئے تھے غلام مرتضیٰ قوال سے بغیر مزامیر کے سماع بھی اسی دیوان خانے میں سُنا اور قوالوں کو ایک روپیہ اپنے شاگرد مولانا احمد حسن محدث امروہوی کے ہاتھ سے دِلوایا تھا۔

میں نے ایک بیاض میں لکھا ہوا یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک بار مولانا محمد قاسم نانوتوی امروہہ تشریف لائے تو حضرت شاہ غلام مصطفیٰ اپنے مُرید صوفی عبدالرزاقؒ کے ساتھ اُن سے ملنے کے لیے گئے۔ وہ تمیز علی رجسٹرار کے مکان میں فروکش ہوئے تھے اور یہ مکان مولانا احمد حسن محدث امروہوی کے مکان سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ہے۔

۲ : ۲ : ۶۔ حضرت الحاج شاہ محمد ابراہیمؒ

حضرت شاہ غلام مصطفیٰؒ نے ۸۱ سال کی عمر میں یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء بعد نماز عشاء انتقال فرمایا اور اپنے جدِ امجد حضرت شاہ عبدالہادیؒ کے پائینِ مزار جانبِ شرق اور اپنے والد ماجد حضرت شاہ رحمن بخش کے قدموں میں دفن ہوئے۔ مولانا احمد حسن محدث امروہوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے فرزندِ اکبر حضرت حاجی شاہ محمد ابراہیم مسندِ ارشاد پر جانشین ہوئے۔ (ولادت ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۶۱ھ) ان کے حالات و کمالات کے دیکھنے والوں کو راقمِ حروف نے بھی دیکھا ہے اور ان سے جو کچھ سُنا ہے وہ مختصر یہ ہے کہ نہایت حسین و جمیل اور پُرکشش چہرہ تھا۔ نہایت ہی قلیل غذا تھی۔ سخت مجاہدے کرتے تھے۔ کبھی روپے پیسے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔ قدیم اصطلاح میں "نفسِ گیرا" رکھتے تھے یعنی زبان میں ایسی قوی تاثیر تھی کہ جو فرماتے تھے وہی ظہور میں آتا تھا۔ ہمیشہ رات کے دو بجے سے بیدار ہو کر اپنے معمولات شروع کرتے تھے اور سوائے یادِ الٰہی کے مطلق کسی شے کی طرف رغبت نہیں تھی۔

آپ غالباً ۱۳۱۰ھ میں اپنے بعض خدام اور مریدین کے ساتھ حجِ بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مکہ مکرمہ ہی میں تھے اُن سے متعدد بار ملاقات ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ "مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد دوسرے دن اشراق کا وقت گذر گیا تھا میں اور حاجی مسکین شاہ ایک رہبر کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ شیخ خلوۃ کے باہر وضو فرما رہے تھے۔ میں نے اپنی حاضری کی کوئی اطلاع نہ دی تھی مجھے دیکھ کر وضو چھوڑ کر فوراً کھڑے ہو گئے۔ صحنِ خلوت میں اپنا عمامہ بچھا دیا اور فرمایا کہ اِس پر چل کر میرے پاس آیئے۔ میرا انکار اور شیخ کا اصرار عجیب دلچسپ تھا۔ میں نے عمامہ کا کنارہ پکڑ کر اس کو اپنے سر سے باندھ لیا۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد دونوں دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد سلسلۂ کلام شروع ہوا۔ دوسرے دن خود حضرت شیخ میری جائے قیام پر تشریف لائے۔ ہر نماز کے بعد حرم محترم میں ملاقات ہوئی۔ اشراق کے بعد خود اپنے ہمراہ مآثر و مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کراتے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ تم جب سے یہاں آئے ہو اپنے سلسلے کے بزرگوں کی عنایات بہت زیادہ پاتا ہوں۔ عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ جبل ثور پر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور شب بھر دونوں وہاں حاضر رہے۔ یوں تو اکثر مجھے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ لیکن جب زمانۂ حج بالکل قریب آ گیا تو مجھے حضرت شیخ نے باقاعدہ دعوت میں مدعو فرمایا جس میں حجاز، مصر، یمن، ہندستان کے مقتدر علماء و مشائخ شریک تھے۔ سب سے میرا تعارف کرایا اور فرمایا کہ یہ دعوت آپ کے اعزاز میں کی گئی ہے ورنہ فقیر کا یہ معمول نہیں ہے۔ ایک مرتبہ طواف کرتے ہوئے رجال الغیب سے ملوایا۔ دوسری دفعہ عرفات شریف میں حج کی قبولیت کی بشارت دی۔ حزب البحر کی متعدد طریقوں سے مجھے اجازت فرمائی اور میں نے بھی وظیفہ ابجد کی اجازت آپ کو دی۔"[۱]

---

[۱] تذکرۃ الکرام مولفہ محمود احمد عباسی ۲۲۹ - ۲۳۲

۲:۶:۷۔ حضرت شاہ سلیمان احمد چشتیؒ

حضرت حاجی شاہ محمد ابراہیم نے سہ شنبہ ۶۔ صفر ۱۳۳۴ھ

مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو انتقال فرمایا۔ اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں اور میران حاتم علیؒ کے پائین میں مدفون ہوئے۔ اُن کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت شاہ سلیمان احمدؒ، شاہ قاسمؒ اور شاہ محمد مخدومؒ۔

محمد قاسم لاہور کو ہجرت کر گئے تھے جہاں اُن کے ایک فرزند تقسیمِ ہند سے پہلے ہی ریلوے میں ملازم تھے، وہیں انھوں نے (غالباً ۱۹۵۰ء میں) انتقال کیا۔ شاہ محمد مخدوم مدت العمر بھوپال میں رہے اور وہاں حضرت شاہ ابو احمد نقشبندی کی مجلس میں بارہ سال تک حاضر رہے۔ محکمۂ تعمیرات میں ملازم تھے۔ وظیفہ حُسنِ خدمت پر سُبکدوش ہونے کے بعد چندے حیدر آباد میں قیام رہا پھر امروہہ آ گئے تھے۔ یہاں جمادی الثانیہ ۱۳۸۸ھ / ستمبر ۱۹۶۸ء میں انتقال فرمایا اور حضرت شاہ غلام مصطفیٰؒ کے قدموں میں مدفون ہیں۔ سب سے بڑے فرزند حضرت شاہ سلیمان احمد چشتیؒ (ولادت ۱۲۹۲ھ) اِس سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کے سچے جانشین تھے۔ اُن کی تعلیم و تربیت تمام تر گھر پر ہی ہوئی۔ پھر علومِ ظاہری میں سندِ فراغ مدرسہ عربیہ جامع مسجد امروہہ سے حاصل کی۔ مولانا سید احمد حسن محدّث امروہویؒ سے شرفِ تلمّذ حاصل تھا۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ہی انھوں نے مدارجِ رُوحانی کے حصول میں بھی ایسا کمال حاصل کیا کہ انھیں دیکھ کر اسلافِ کرام کے احوال کی تصدیق حاصل ہوتی تھی۔ وہ اپنے جدِّ امجد حضرت شاہ غلام مصطفیٰؒ سے بیعت ہوئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب دادا صاحب نے مجھے مُرید کیا تو یہ فرمایا تھا کہ "یہ درویشی لوہے کے چنے ہیں اِسے کھیل نہ سمجھنا"۔ انھیں اپنے دادا اور والدِ ماجد سے تمام اوراد و اعمال و اشغال و عبادات کی تربیت ملی۔ فرماتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کہ ہوش سنبھالنے کے بعد کبھی رات کو دو بجے کے بعد بستر میں رہا ہوں۔ رات کے پچھلے پہر بیدار ہو کر عبادت شروع کرتے تھے اُس وقت گریۂ سحری کا شدید غلبہ ہوتا تھا فجر کی نماز

مسجد میں ادا فرماتے اور بعد نماز مراقبہ میں بیٹھ جاتے۔ جب سورج کچھ بلند ہو جاتا تھا اُس وقت مراقبہ سے برآمد ہوتے تھے۔ مدتوں خانقاہ ہادویہ کی مسجد میں امامت بھی اُنھوں نے ہی کی۔ کتبِ تصوف کا ایسا بے مثال ذخیرہ اُن کے کتب خانے میں تھا جس کی قدر و قیمت کا اب کچھ کچھ اندازہ ہوتا ہے تو حسرت سے دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ذخیرہ محفوظ رہا ہوتا تو آج نوادرِ روزگار میں سے ہوتا۔ جوانی میں اُن کے علمی شوق کا اندازہ صرف اِس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھیں حضرت مسعود بکؒ کی تصنیف مرآۃ العارفین ۲۷ اپریل ۱۹۰۰ء کو مستعار مل گئی تھی تو اُسے ۱۳-۱۴ حضرات نے مل کر دو دن میں نقل کر کے اصل سے مقابلہ بھی کر لیا۔ وہ نسخہ اب میرے پاس محفوظ ہے۔ اُنھوں نے تصوف کی متعدد بلند پایہ کتابیں عربی و فارسی میں اپنے قلم سے نقل کیں جن میں سے بعض کے متفرق اوراق میرے پاس محفوظ ہیں۔ نسخ اور نستعلیق دونوں میں بہت پاکیزہ خط تھا۔ بعض کتابیں تالیف بھی کیں لیکن وہ بھی اوراقِ پریشاں ہو گئیں اب راقم الحروف اِس "دلِ لخت لخت کو" پھر جمع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مرشدی شاہ سلیمان احمد چشتی قدس سرہ نے یکم جنوری ۱۹۶۲ء (۲۳ رجب ۱۳۷۹ھ) سہ شنبہ کو انتقال فرمایا اور درگاہ حضرت شاہ عبدالہادی کے جنوب مشرقی گوشے میں مدفون ہوئے۔ راقم الحروف نے آیۂ کریمہ کے الفاظ یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ سے تاریخ وفات برآمد کی۔ دوسری تاریخ "آہ چراغِ بزمِ چشت" سے سنہ عیسوی برآمد ہوتے ہیں انھوں نے اپنے صاحبزادے حکیم شبیہ احمد چشتیؒ (طبیب سرکاری محکمۂ طبابتِ یونانی حیدرآباد) کو جانشین نامزد کیا تھا۔ وہ نہایت عالم فاضل اور زیورِ صلاح و تقویٰ سے آراستہ تھے لیکن اپنے والدِ گرامی کی حیات ہی میں جولائی ۱۹۵۹ء میں حیدرآباد میں انتقال فرمایا اور مسلم جنگ کے پُل کے نیچے شاہ ظہور اللہ نقشبندی کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ اب حکیم نظیر احمد صدیقی سلّمہٗ (لکچرر طبیہ کالج حیدرآباد) سجادہ نشین ہیں جن کی جولائی ۱۹۵۹ء ہی میں حضرت مرشدیؒ نے دستار بندی فرما دی تھی۔

حضرت شاہ سلیمان احمد چشتی رح، اِس نابکار نامہ سیاہ کے مُربّی، اُستاد، پیر و مُرشد اور حقیقی نانا تھے۔ مَیں نے جو کچھ بھی پڑھا لکھا ہے یہ سب اُنھیں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ وہ اِس دنیا میں میرے سب سے بڑے محسن، مُربّی، معلّم اور مُرشد تھے۔ مَیں اس مختصر سی زندگی میں ہزاروں لاکھوں انسانوں سے مِلا ہوں لیکن خدا گواہ ہے کہ اُن کے فقر و درویشی اور زہد و توکل اور صفائے ظاہر و باطن کی ایک ہلکی سی جھلک بھی اور کہیں نہیں دیکھی۔ نَوَّرَ اللہ مرقدہٗ وقَدَّسَ سِرَّہٗ۔

یَا مَنْ یَعِزُّ عَلَینا اَنْ نُفارِقَہُم
وِجداننا کُلَّ شَیٍٔ بَعدَکم عَدَمٗ

ترجمہ: [اے وہ لوگو، جن کی جدائی ہم پر بہت ہی
شاق ہے۔ تمھیں کھو کر ساری کائنات کا
پا لینا بھی ہیچ معلوم ہوتا ہے]

(۳)

یہ اُن بزرگوں کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا گیا جن کے حالات سمجھنے سے حضرت حاجی صاحبؒ کے اسلاف اور بزرگانِ سلسلہ کو سمجھا جاسکتا ہے اور اس میں ضمناً بہت سی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔

اِس سے پہلے میں نے مرقوماتِ امدادیہ کا مقدمہ لکھتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ نے حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ سے بیعت و اجازت حاصل کرنے سے پہلے ایک اور بزرگ احسان علی شاہؒ کی طرف بھی رجوع کیا تھا لیکن اُن سے رُوحانی تعلّق کی نوعیت کیا رہی اور کتنا کسب کیا یہ ابھی مزید فکر و مطالعہ کا موضوع ہے۔

احسان علی شاہ کے حالات اُن کے خلیفہ نواب[1] سید امجد علی خاں لکھنوی کی تالیف نُور القلوب سے معلوم ہوتے ہیں۔ نواب امجد علی خاں نسباً سبزواری تھے۔ اُن کے خاندان میں امارت و وجاہت اور علم و فضل کے ساتھ زہد و درویشی کی روایت بھی رہی ہے۔ اُن کا نسب بیرم مرزا رضوی نیشاپوری سے متّصل ہوتا ہے جو میر مجدالدین تہرانی کے داماد تھے۔ آخر عہدِ مغلیہ میں میر عبدالحمید مخاطب بہ مجد الدولہ عبدالمجید خاں اسی خاندان کے فرد تھے اور یہ نواب امجد علی خاں کے دادا تھے۔ اِن کے دوسرے بھائی نواب ابوالبرکات خاں عہدِ محمد شاہ میں کشمیر کے صوبیدار تھے۔

---

[1] نواب امجد علی خاں کے خاندان کا مکمل شجرہ ان کی تالیف نور القلوب (قلمی) کے آخر میں موجود ہے۔ اِس کتاب کا ایک قلمی نسخہ انڈیا آفس لندن میں ہے۔ دوسرا بہت اچھا اور ہم عصر نسخہ مجھے دستیاب ہوا جس کے آخر میں کسی نے شجرے کی تکمیل کے لیے اور بہت سے بعد کے ناموں کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امجد علی خاں کی ایک تالیف چشمۂ فیض کتب خانہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں محفوظ ہے [فن تصوف فارسی ۳۱۶] مگر اس میں کچھ واردات و مکاشفات ہیں۔ تاریخی حصّہ کچھ نہیں۔

نور القلوب میں اطناب زیادہ ہے۔ فارسی زبان میں یہ تذکرہ ۱۲۲۶ھ میں لکھا گیا اور "ملفوظ میاں آبادانی" اس کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۲۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔

نورالقلوب (تالیف ۱۲۲۶ھ) میں شاہ آبادانی سیالکوٹی (متوفی ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۲۰ھ) کے حالات وملفوظات ہیں۔ سیالکوٹ ان کا وطن تھا یہ وہاں کاغذ کا کاروبار بھی کرتے تھے۔۔۔۔ سکھوں کی شورش کے بعد دہلی آگئے تھے یہاں کے مشائخ میں مولانا فخرالدین نظامی اور شاہ غلام سادات چشتی وغیرہ سے اِن کے گہرے مراسم تھے۔

اِن کا سلسلۂ بیعت یوں ہے۔ صوفی آبادانی سیالکوٹی عن میر محمد زکریا عن میر محمد سندھی عن شاہ محمد قریشی لاہوری عن شاہ محمد خاں لودھی عن پیر محمد خاں لودھی عن شیخ آدم بنّوری عن شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ۔

شاہ آبادانی کے مُریدوں میں سعادت یار خاں رنگین (ولادت جنوری ۱۷۶۳ء) بھی تھے۔ نواب امجد علی خاں لکھنوی اور احسان علی شاہ بھی اِن کے مجازین میں سے تھے۔ ان کے اکثر خلفا کا تذکرہ نواب امجد علی خاں نے کیا ہے اِن میں شاہ عالم بادشاہ کے بھتیجے مرزا حاجیؔ میاں کلّو، حافظ احسان علی ملتانی وغیرہ شامل ہیں۔ سعادت یار خاں رنگین بھی ان کے مُرید تھے اور رنگین کے برادرِ خورد صوفی الہ یار رومی (ولادت ۱۷۶۰ء) پسر طہماسپ بیگ خاں کو ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔

دہلی میں جمنا کے کنارے کاغذگروں کا محلہ تھا وہیں احسان علی شاہ کی سکونت بھی تھی اور شاہ آبادانی کا کاغذ سازی کا کارخانہ تھا۔ شاہ آبادانی نے اپنا مقبرہ اور ایک احاطہ اپنی زندگی ہی میں تعمیر کرالیا تھا۔ اسی میں پیلو کے درخت کے نیچے مدفون ہوئے۔ ان کے خلاف اس زمانے میں ایک محضر بھی تیار کیا گیا تھا کہ شاہ آبادانی ایک کاغذی ہے اس کا تصوف ومشیخت سے کیا علاقہ؟ اُسے مشائخ اپنی محفلوں میں باریاب نہ ہونے دیں۔ بعض نے اس پر دستخط بھی کیے۔ لیکن شاہ فخرالدین نظامی نے محضر دیکھ کر تبسّم کیا اور فرمایا:

۱؎ نورالقلوب میں لکھا ہے کہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں جب صوفی آبادانی تشریف لاتے تھے تو مسجد کے متصل جنوبی رواق میں فروکش ہوتے تھے اور حضرت شاہ فخرالدین نظامی رواق شمالی میں قیام فرمایا کرتے تھے۔

۲؎ نورالقلوب (قلمی)، نیز دیکھیے مزارات اولیائے دہلی حصہ دوم (طبع ۱۳۳۰ھ)

چراغے راکہ ایزد بر فروزد   ہر آنکس اُف زند ریشش بسوزد

(ترجمہ: جس چراغ کو خدا نے روشن کیا ہو اُسے جو بھی پھونکوں سے بجھانا چاہے گا اس کی اپنی داڑھی جل جائے گی)

اور اُس محضر نامہ کو ضائع کروادیا۔[۵۱]

حافظ احسان علی ملتانی

شاہ آبادانی کے خلیفہ حافظ احسان علی ملتان کے باشندے تھے اور دہلی میں آکر بس گئے تھے۔ یہاں شاہ آبادانی سے بیعت کر کے پھر ملتان واپس آگئے۔ دوبارہ آئے تو پیر نے خلافت دی اور تکمیلِ سلوک کی ہدایت کی۔ انھوں نے امروہہ میں جاکر چلّہ کشی کی[۵۲]

"دریافت شد کہ طرف قصبہ امروہہ چلّہا کشید و مجاہدہ شاقہ نمود و کار او درست گردید" (نور القلوب قلمی)

شاہ آبادانی کے انتقال کے بعد انھوں نے رنگین کے بھائی صوفی الہ یار رومی سے طریقہ نقشبندیہ کی اجازت پائی تھی۔ حافظ احسان علی کا انتقال غالباً انبالہ میں ہوا اور وہیں دفن ہیں۔ اپنے اسی سفرِ انبالہ کے دوران وہ منظفر نگر اور لوہاری سے گذرے تھے تو اِن کی قوی نسبت اور پُرتاثیر توجہ کا شہرہ سُن کر میاں جی نور محمد جھنجھانوی اور شاہ عبدالعلیم قادری رح اِن کے پاس حصولِ فیض کے لیے گئے تھے۔[۵۳]

اِس سلسلے کو ایک نظر میں اِس شجرے سے سمجھا جاسکتا ہے:

---

[۵۱] شاہ آبادانی کا مزار "پنچکوئیوں کے سامنے میدان میں جانبِ غرب شہر کے شمالی کونے پر ہے"
(مزاراتِ اولیائے دہلی (حصہ دوم) ص۳۰)

[۵۲] امروہہ میں اس زمانہ میں سب سے زیادہ آباد اور بارونق خانقاہ حضرت شاہ عبدالباری کی تھی جس میں حضرت شاہ رحمٰن بخش مسندِ ارشاد پر رونق افروز تھے۔ ممکن نہیں کہ حافظ احسان علی شاہ امروہہ میں اتنے طویل زمانے تک رہے ہوں اور انھوں نے حضرت شاہ رحمٰن بخش کی خدمت میں حاضری نہ دی ہو۔

[۵۳] ملاحظہ ہو مقدمہ مرقوماتِ امدادیہ ص ۱۷ - ۱۸۔

شاہ آبادانی سیالکوٹی

سید امجد علی خاں قادری لکھنوی
بن میر سلطان خاں
(مؤلف نور القلوب

حافظ احسان علی شاہ ملتانی

رحم علی شاہ

شاہ عبدالعلیم قادری

متوفی ۱۳ محرم ۱۲۶۶ھ مدفون بھوپال

نصر اللہ خاں خویشگی

مؤلف بیاض دلکشا و تذکرہ ہمیشہ بہار وغیرہ

(۲۷ محرم مدفون خورجہ)

فرید احمد غازی پوری
مؤلف دُرِّ فرید

(متوفی ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ

(۴)

حضرتِ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی غیر مطبوعہ تحریریں اور چند تصاویر

۱۔ خطوط

حضرت حاجی صاحبؒ کی تحریروں کے جمع کرنے کا کوئی خاص اہتمام ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ اُن کے مکتوبات کی طرف میں نے مرقوماتِ امدادیہ کے مقدمہ میں اشارہ کیا تھا۔[۱]

مکتوباتِ امدادیہ[۲] (صد فوائد) اور مرقوماتِ امدادیہ کے علاوہ حاجی صاحب کے خطوط مکتوباتِ رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید میں بھی ہیں۔ اسی طرح مکتوباتِ قاسمیہ کے آخر میں حاجی صاحب کے آٹھ خطوط شامل ہیں[۳]۔ مکتوبات اکابر دیوبند (مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی مدظلہٗ) شائع کردہ معراج بکڈپو دیوبند (۱۹۸۰ء) میں بھی حاجی صاحب کے سات خطوط بنام مولوی رفیع الدین دیوبندی شامل ہیں۔ عزیزِ گرامی مولوی نور الحسن راشد کے پاس دو خط ہیں جن میں سے ایک اُن کی کتاب تبرکات میں شامل ہے[۴]۔ وہی عکس یہاں بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ دوسرا غیر مطبوعہ خط انھوں نے رسالہ الفرقان میں شائع کرا دیا تھا[۵]۔ حاجی صاحب کے بعض مکتوبات رسالہ العلم کراچی (۱۹۵۴ء) میں شائع ہوئے تھے۔

یہاں بطور تبرک حضرت حاجی صاحب کے چند غیر مطبوعہ خطوط پیش کیے جا رہے ہیں ایک خلافت نامہ بھی ہے جو مولوی محمد صدیق مرادآبادی کو عطا فرمایا ہے۔ یہ خطوط راقم الحروف کے عمِ مکرم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ العالی کی عنایت سے حاصل ہوئے ہیں۔

---

[۱] مرقوماتِ امدادیہ (مقدمہ) ۳۲ - ۳۳ [۲] مکتوباتِ امدادیہ ہی کا دوسرا نام صد فوائد بھی ہے۔ میں نے مرقوماتِ امدادیہ کے تعارف میں غلطی سے ایسا لکھ دیا ہے کہ ان کے دو کتابیں ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

[۳] تذکرہ مولانا احسن نانوتوی ۲۳۸ [۴] تبرکات مرتبہ نور الحسن راشد۔ الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ (۱۹۷۶ء) ص ۱۸-۱۹

[۵] رسالہ الفرقان اپریل ۱۹۷۹ء۔

۱۔ خط بنام مولوی محمد صدیق صاحب

از فقیر امداد اللہ عفا عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت عزیزم جناب مولوی حکیم محمد صدیق صاحب زید عرفانہ سلام علیکم۔ چون در خاطری۔ گر از چشم دوری بدل حاضری ــــــ آپ کا محبت نامہ جو سراسر عشق اور تمام جوش و خروش سے بھرا ہوا تھا، عزیزم امیر شاہ خاں صاحب کی معرفت دستیاب ہوا، کمال محظوظ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شوق میں ترقی دیوے۔ قصائد مرسلہ آپکے سننے سے فقیر کو گویا ایک کیفیتِ تازہ حاصل ہوئی۔ مناسب جانا کہ آپ کو اجازت نامہ دیا جاوے کہ مخلوقِ خدا آپ سے فیض پاوے اور آپ اِس لائق ہیں آپ کو اجازت ہے موافق شروط اجازت نامہ کے طالبین سے بیعت لیں۔ اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔ فقیر کو بھی دعاءِ خیر میں یاد رکھیں۔ ایک اجازت نامہ اور تسبیح اور کلاہ روانہ ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وصول ہوں گے۔ فقط اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

مہر | محمد امداد اللہ فاروقی |

از مکہ مکرمہ۔ ۲۴ رجب ۱۳۱۰ھ

امیر شاہ خاں سلام و نیاز عرض کرتا ہے ساری کیفیت نواب مولوی محی الدین احمد خاں صاحب عریضہ میں لکھوں گا۔

---

۵۱ مولوی حکیم محمد صدیق مرادآبادی، مولانا نانوتوی کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ علومِ دینیہ کے علاوہ فن طب میں بھی باکمال تھے۔ اُردو فارسی کے خوش گو قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ۳ شوال ۱۳۴۷ھ شب جمعہ میں ساڑھے دس بجے (مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء) بعمر چوراسی سال ... وصال ہوا بعد نماز جمعہ مسجد شاہی مرادآباد میں آپ کے جنازے کی نماز عالی جناب مولانا نواب قاضی محی الدین احمد خاں صاحب مرادآبادی (تلمیذ حضرت مولانا نانوتوی و خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ) نے پڑھائی ... اپنے مکان کے قریب محلہ بغیہ میں اپنے خاندانی قبرستان کے اندر دفن کیے گئے۔ (رسالہ دار العلوم دیوبند فروری مارچ اپریل ۵۶ ۱۹ء مضمون حضرت مولانا نسیم احمد فریدی بعنوان "میخانہ قاسمی کا ایک جرعہ نوش")

۵۲ مولوی امیر شاہ خاں ساکن خورجہ مؤلف امیر الروایات۔

٧٨٦

مولوی حکیم محمد صدیق صاحب زید مجدہم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت مجمع سعادت سراپا محبت و عقیدت عزیزم جناب

السلام علیکم چوں دو خاطری ـ گراز خیر دوری ملال خاطری

آپکا محبت نامہ جو سراسر عشق اور خلاص خوشی و فرحت سے

میرا معمولات عزیزم امرتسا خان صاحب کی معرفت دستیاب ہوئی

کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے آپکے توسط سے ترقی دینی فیض

پہنچایا آپکے سننے سے فقیر کو تو یا ایک گونہ مسرت حاصل

ہوئی خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اجازت نامہ دیا جاوے کہ

مخلوق خدا آپ سے فیض پاوے اور آپ اسکے لائق ہیں

آپکو اجازت ہے موافق شروط اجازت نامہ کے طالبین

سے بیعت لیں اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور فقیر کو بھی دعا

کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں ایک اجازت نامہ
اور تسبیح اور کلاہ روانہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ
وصول ہوں گے حفظ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا
خاتمہ بالخیر کرے آمین

از مکہ مکرمہ
۲۳ رجب سنہ ۱۳۱۰

از شاہ سلیمان ... عرض کرتا ہوں
ساری کیفیت لواسے کو کو محی الدین احمد صاحب عریضہ میں لکھ دوں گا

حضرت حاجی صاحبؒ کا مکتوب گرامی بنام مولوی حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی
[عطیہ حضرت مولانا نسیم احمد فریدی امروہی]

۲- اجازت نامہ بنام مولوی محمد صدیق صاحب

اجازت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا و مولانا محمدٍ وّآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔ میگوید فقیر امداد اللہ چشتی حنفی کہ چون برادرِ طریقت وطالبِ معرفت عزیزم مولوی محمد صدیق صاحب زید عرفانہ مُرید وخلیفہ عزیزم مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب استعداد وقابل اند ونسبت انتقالی حاصل کردہ اند لہٰذا اجازت عام اذکار واشغال وغیرہ کہ دررسالہ ضیاءالقلوب نوشتہ ام دادم، باجازتیکہ دادمرا بزرگان طرق اربعہ یعنی چشتیہ و قادریہ ونقشبندیہ و سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ پس اگر کدام طالب صادق نامِ خدا آید بعد اخذ بیعت حسب استعداد و قابلیت او تلقین و تعلیم نامِ خدا نمایند وبرحال او توجہ مرعی دارند وازآدابِ سلوک اطلاع کنند وبہ تصحیح عقائد اہلِ سنّت و جماعت وبتحصیل مسائلِ فقہ ضروریہ وترغیب وتحریص بر اتباع شرع شریف تاکید نمایند و ارشاد فرمایند کہ مکاشفات و واردات خلاف شرع را اعتبار نسازند وبرادامرِ شریعت مستقیم باشند وازممنوعات او بپرہیزند وازلقمہ حرام ومشتبہ احتیاط نمایند واحکام شریعت را برہمہ امور مقدم دارند۔ واللہ ولی التوفیق والیہ المصیر۔

۲۵- رجب ۱۳۱۰ھ

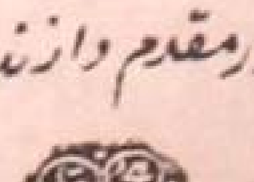
محمد امداد اللہ فاروقی	مہر

اجازت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد میگوید فقیر امداد اللہ چشتی حنفی کہ چون برادر طریقت وطالب معرفت عزیزم مولوی
محمد صدیق صاحب زید عرفانہ مرید و خلیفہ عزیزم مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب
استعداد و قابل اند و نسبت انتقالی حاصل کردہ اند لہذا اجازت عام اذکار و اشغال وغیرہ
کہ در رسالہ ضیاء القلوب نوشتہ ام دادم باجازتیکہ دادمرا بزرگان طرق اربعہ یعنی
چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ رحمہم اللہ تعالی پس اگر کدام طالب صادق
نام خدا آید بعد اخذ بیعت حسب استعداد و قابلیت او تلقین و تعلیم نام خدا نمایند
و بر حال او توجہ مرعی دارند و از آداب سلوک اطلاع کنند و بہ تصحیح عقائد اہل سنت و جماعت
و بتحصیل مسائل فقہ ضروریہ و ترغیب و تحریص بر اتباع شرع شریف تاکید نمایند و
ارشاد فرمایند کہ مکاشفات و واردات خلاف شرع را اعتبار نسازند و بر اوامر
شریعت مستقیم باشند و از ممنوعات او بپرہیزند و از لقمہ حرام و مشتبہ احتیاط نمایند
و احکام شریعت را بر ہمہ امور مقدم دارند واللہ الولی التوفیق والیہ المصیر ۲۵ رجب سنہ ۱۳۰۱ھ



حضرت حاجی صاحبؒ کا اجازت نامہ بنام مولوی حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی

[عطیہ حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ]

۳- بنام شمشیر خاں صاحب نمبردار[1]

از فقیر محمد امداد اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت محبّی مخلصی جناب شمشیر خاں صاحب نمبردار سلمہ اللہ

پس از دعا و سلام واضح رائے گرامی باد کہ الحمد للہ فقیر بخیریت ہے احباب کے لیے دعائے خیر کرتا ہے آپ کا محبت نامہ مع تحفہ مبلغ پانچ روپیہ بدست جناب سید عطا علی صاحب وصول ہوئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں مرحمت فرمائے اور اپنی راہِ راست و صراط مستقیم پر دائم قائم رکھے جو ذکر شغل آپ کو بتلایا گیا ہے کرتے رہیں اور ہمارے اور اپنے دونوں کے خاتمہ بالخیر کے طالب رہیں۔ فقیر بھی دعا کرتا ہے۔ زیادہ والسلام۔

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

از مکہ مکرمہ

---

[1] اس خط کا عکس بھتیا شیخ غیاث الدین مرحوم (لال کرتی میرٹھ) نے عنایت فرمایا تھا۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

از فقیر محمد امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت محب مخلص جناب شمشیر خاں صاحب نمبردار سلمہ اللہ

بعد از دعا و سلام واضح رای گرامی باد الحمد للہ فقیر بخیریت ہے احباب نیکی دعا کرتا ہے — آپکا محبت نامہ مع تحفہ مبلغ پانچ روپیہ معرفت جناب سید عطا اللہ صاحب وصول ہوئے اللہ تعالیٰ آپکو جزاء خیر اور رحمت فرمائے اور اپنی راہ ولایت و صراط مستقیم پر دائم قائم رکھے جو ذکر شغل آپکو بتلایا گیا ہے کرتے رہیں اور ہمارے واسطے دعا حسن خاتمہ بالخیر کے طالب رہیں فقیر بھی دعا کرتا ہے زیادہ و السلام

فقیر امداد اللہ عفی عنہ

از مکہ مکرمہ

حضرت حاجی صاحبؒ کا مکتوبِ گرامی بنام شمشیر خاں صاحب نمبردار

[عطیہ بھیا شیخ غیاث الدین مرحوم میرٹھ]

۴۔ حاجی صاحب کا ایک اور غیر مطبوعہ گرامی نامہ

بنام مولوی عبدالغنی پھلاودی[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ بخدمت سراپا برکت عزیزم مولوی عبدالغنی صاحب مدرس مدرسہ امروہہ رزقہ اللہ تعالیٰ محبتہ ومعرفتہ۔

بعد سلام مسنون و دعائے خیر و برکت کے واضح رائے سعادت انتمائے ہو کہ آپ کا نامہ مرقومہ ۳۰ر شعبان ۱۳۰۵ ہجری قدسی ورود ہوا اور آپ کی عنایت فرمائی کا مشکور ہوا اور شامل نامہ کے دو روپیہ ہدیہ عطیہ آپ کے بھی مولوی شاہ بہار الدین[2] صاحب کی معرفت مجھ کو ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح و فلاحِ دارین عطا فرما دے اور آپ کے نیک مطالب کو بر لا کر مراتب و مدارجِ اعلیٰ عنایت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے مدرسہ کی مدد و اعانت کرتا رہے گا[3]۔ اور سب سرماؤں سے باقی

---

[1] مولانا حافظ محمد عبدالغنی پھلاودیؒ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ امروہہ میں بھی مدرس رہے۔ انھوں نے حضرت نانوتویؒ کی تحریروں کو جمع کرنے کا خصوصی اہتمام کیا تھا اور اُن کی تمام غیر مطبوعہ تحریریں بڑی کد و کاوش سے فراہم کر کے ایک مجموعہ قلمی فرائدِ قاسمیہ کے نام سے تیار کیا تھا۔ یہ حسنِ اتفاق سے حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ العالی کو دستیاب ہوا اور انھوں نے قلمی نسخہ کا عکس اپنے عالمانہ مقدمہ کے ساتھ ادارہ ادبیات دلی سے شائع کرا دیا ہے (۱۹۸۱ء) یہ مولانا نانوتوی کے انتقال سے ٹھیک ایک صدی کے بعد منظرِ عام پر آیا۔ حجۃ الاسلام کا جو نسخہ ۱۸۹۸ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپا تھا اس کا تتمہ بھی مولانا عبدالغنی پھلاودی کا فراہم کردہ تھا۔ مولانا نانوتویؒ اپنی تصانیف سے جو حصے یا اوراق کسی سبب سے وقتِ طباعت علیحدہ کر دیتے تھے مولانا پھلاودی نے انھیں بھی جمع کر لیا تھا۔ ایک مجموعہ مولانا نانوتوی کے مکتوبات کا بھی ان کے ذخیرے میں تھا۔

[2] شاہ بہار الدین نقشبندی (متوفی ۶ر ربیع الاول ۱۳۳۰ھ) امروہہ کے ایک بزرگ تھے اور حضرت شاہ غلام علیؒ کے خلیفہ شاہ عبدالرحمٰن شاہجہانپوری سے بیعت تھے۔ انھوں نے ۲۷ بار حج کیا تھا۔ اُن کے صاحبزادے شاہ ضیاء الدین نقشبندی کو راقم الحروف نے بھی دیکھا تھا۔ انھوں نے مرآۃ الانساب نامی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس میں بہت سے خاندانوں کے انساب کی تحقیق کی ہے اور شجرے بھی دیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الکرام ص ۲۱۸)

[3] مدرسہ عربیہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحریک پر ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ نے قائم کیا تھا اور حاجی صاحبؒ کی دعاؤں کی برکت سے آج تک اس کا فیض جاری ہے۔ راقم الحروف نے بھی دو تین سال تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے اور میرے اُستاد حضرت شاہ سلیمان احمد صاحب چشتیؒ نے بھی یہیں سے سندِ فراغ لی۔ عم محترم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہٗ نے برسوں تک اسی مدرسہ میں درس دیا ہے۔

دلازوال سرمایہ توکل ہے۔ جس چیز کا اللہ جل جلالہٗ خود وکیل ہوا تو اس کا کیا کہنا ہے! آپ لوگ نظر حضرتِ حق کی رحمت پر رکھ کر اُس کے بندوں کو باخلاص تعلیم و تلقین فرمائیے میں بھی دُعا کرتا ہوں آپ لوگ بھی دعا فرماویں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دُعا کو رَدّ نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مستطیع فرما کر شرفِ زیارت سے حرمین شریفین کی مشرف فرماوے اور اپنے بندۂ مخلصین میں داخل کرے۔ فقط السّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۰۵؁ ہجری قدسی

۵۔ حاجی صاحبؒ کا غیر مطبوعہ مکتوبِ گرامی

بنام حافظ اللہ دیا بیگ صاحب

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیزم حافظ اللہ دیا بیگ صاحب دام ذوقہ وشوقہ باقیہ

بعد سلام و دُعائے خیر مشہود خاطر عزیز باد، مسرّت نامہ مع دہ روپیہ کہ پنج روپیہ ازاں نذرانہ پیرانی خود و پنج روپیہ برائے صرف احقر و دو روپیہ مرسلہ حافظ الٰہی بخش صاحب دہلوی ہمدست حافظ عبداللہ صاحب رسیدہ خوشنود ساخت واز حال مندرجہ اش اطلاع بخشید عزیزمن طالب حق را باید کہ بہر حال از طلبِ او غافل نشود واز طرف خود در ذکر و شغل و مراقبہ مشغول ماند و ناامید نشود و طلبِ صادق کند و برین قول عمل نماید۔ شعر

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

بعونہ تعالیٰ انجام کار بخیر خواہد شد۔ وآنکہ برائے آمدنِ خود نوشتہ بودند مذایقہ (کذا) نیست بشرطیکہ اہل وعیال را تکلیف نباشد و برائے زادِ راہِ خود مقروض نشوند بپایند خدا تعالیٰ

رحیم کریم است۔

بخدمت والدہ واہلیہ مع فرزندان آں صاحب سلام و دعاءِ خیر برسد واز اہلیہ من نیز سلامِ شوق برسد از نذر شما خوش شد ۱۲

بخدمت سید سعادت علی صاحب وحاجی حسینی حجام حافظ محمد علی گنگوہی وسید رستم علی صاحب وغیرہ جمیع دوستان وعزیزان سلامِ شوق برسد۔ از حافظ عبد اللہ ومولوی رحمت اللہ صاحب سلام ودعاءِ خیر برسد ۱۲

باقی حال اینجا بزبانی حافظ عبد اللہ صاحب معلوم خواہد شد۔ بخدمت حافظ الٰہی بخش صاحب بعد سلام مضمون بالا واحد است ۱۲

دیگر آنکہ درسال گذشتہ پنج روپیہ بدست منشی دوست علی صاحب مرسلہ آں صاحب رسیدند وشاید درجواب خط از سہو چہار روپیہ نوشتہ شدہ باشد این غلط است پنج روپیہ سال گذشتہ ودہ روپیہ حال رسیدند خاطر جمع فرمایند۔

میاں عبد الغفور صاحب از برادر دینی شما اند برحال ایشان توجہ باید داشت ۱۲

محمد امداد اللہ فاروقی	مُہر

اِس خط کا پتا:

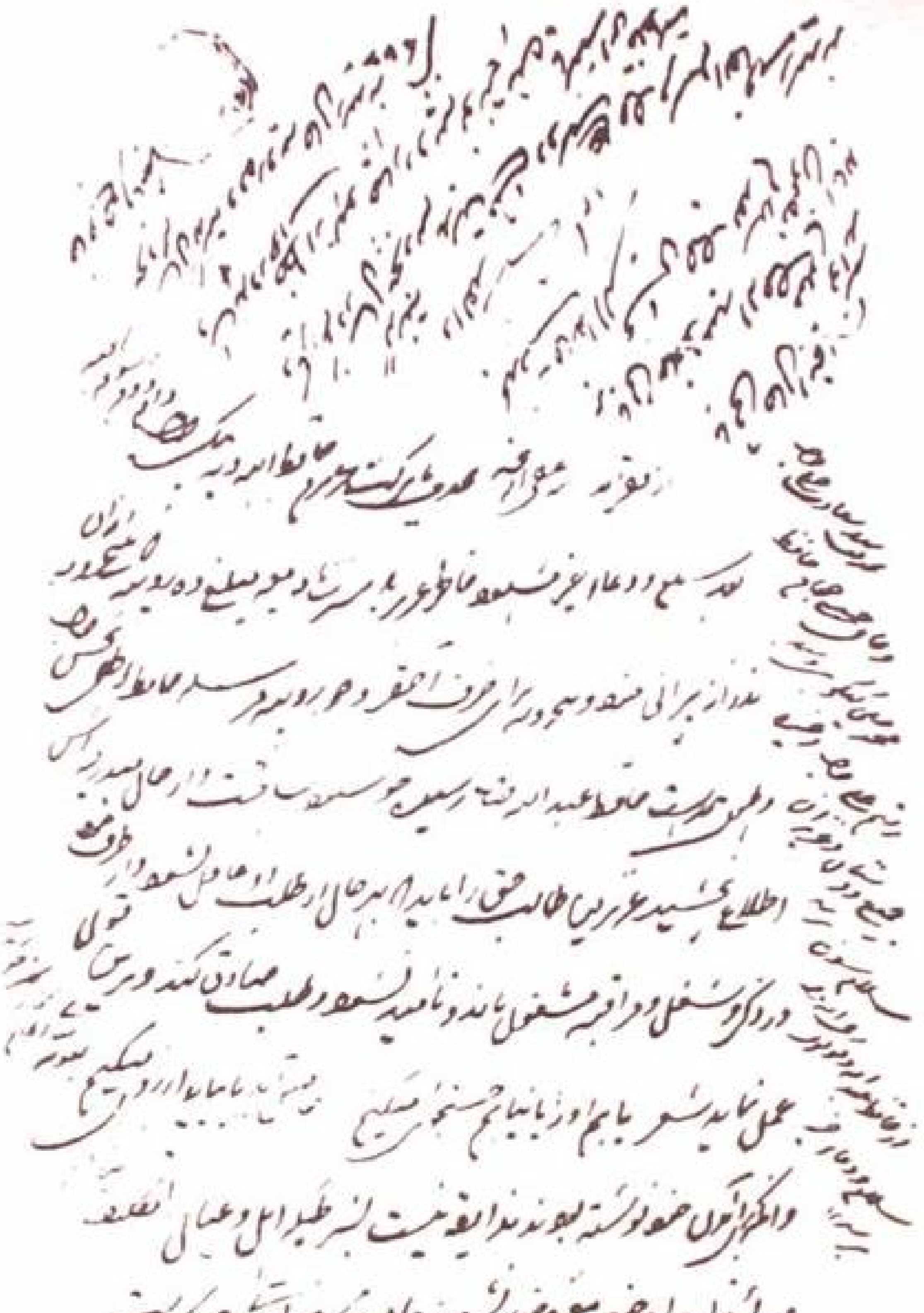
ان شاء اللہ در قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر برسد

بمطالعہ عزیزم میاں حافظ اللہ دیا بیگ صاحب سلمہ

برسد

از مقام مکہ معظمہ

۱۳ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ



حضرت حاجی صاحب کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام
حافظ اللہ دیا بیگ صاحب ساکن کاندھلہ

[عطیۂ مولوی نور الحسن راشد، کاندھلہ]

۶۔ حاجی صاحبؒ کا غیر مطبوعہ مکتوبِ گرامی

بنام مولوی فتح محمد صاحب تھانوی

(متوفی ۱۳۲۲ھ)

بخدمت بابرکت عزیزالقدر گرامی مرتبت مولانا مولوی فتح محمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون و دعائے ازدیاد ذوق و شوق معلوم فرماویں خط آپ کا پہنچا۔ تمام کیفیت معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ مدرسہ کی ترقی فرماوے اور توفیق دین کی عطا فرماوے۔ مثنوی شریف ضرور شروع کرا دیجیے ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح کی امداد پہنچے گی اور فقیر کی بھی دعا ہے کہ او سبحانہ تعالیٰ تم کو اس کے مطالب کماھی القا فرماوے۔ باقی رہا توجہ اور ہمت کے معاملے میں یہ ہے کہ فقیر دل سے متوجہ ہے ــ فیاضِ حقیقی اقہمات مقاصد سے بہرہ ور فرماوے۔ فقیر کو اپنی حالت سے غافل تصور نہ فرمائیں بلکہ تمام اعزہ کی ترقی حالات کی دعا روزمرہ کرتا رہتا ہے۔ اپنا کام بندگی بجالانے کا ہے اور صاحبی اور خداوندی اس ذاتِ مطلق کے ہاتھ ہے۔ بہرکیف ارادہ کامل اور عزم بالجزم کے ساتھ اس راہ میں چلتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ فضل ایزدی ضرور دستگیری فرمائے گا۔ برخوردار لختِ جگر مولوی عبداللہ ساکن ضلع انبیٹھ اس سال فقیر کے پاس آئے بہ سبیل تذکرہ جو آپ کا ذکر آیا تو انھوں نے بیان کیا کہ میرے گمان میں تو بعد مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی محمد یعقوب صاحب مغفور و مولوی رشید احمد صاحب مدظلہ العالی کے مولوی فتح محمد و مولوی سخاوت علی صاحب باعتبار اخلاص و للّٰہیت وغیرہا کے ہیں اور فقیر بھی اُن کے گمان کی تصدیق کرتا ہے باقی حج بیت اللہ شریف کو جو آپ کی والدہ شریفہ فرماتی ہیں۔ آپ خوب واقف ہیں کہ بدون زادِ راہ ممانعت شرعی ہے علاوہ ممانعت شرعی تکالیف گوناگون پیش آتی ہیں۔ لہٰذا فقیر دعا کرتا ہے کہ

حضرت حق بقدر زادراہ قدرتِ کاملہ سے فرمادے۔ آمین ثم آمین۔ جملہ واقفین و پرسان کو سلام مسنون۔

الراقم

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

از مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا

بتاریخ یکم ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ روز شنبہ

کو پہنچا

اِس خط کا پتا:

بمقام کونچ ضلع جالون قسمت جھانسی

بخدمت فیضدرجت وبابرکت عزیز القدر گرامی شان

مولوی فتح محمد صاحب زید عرفانہ موصول باد

رقمہ

فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

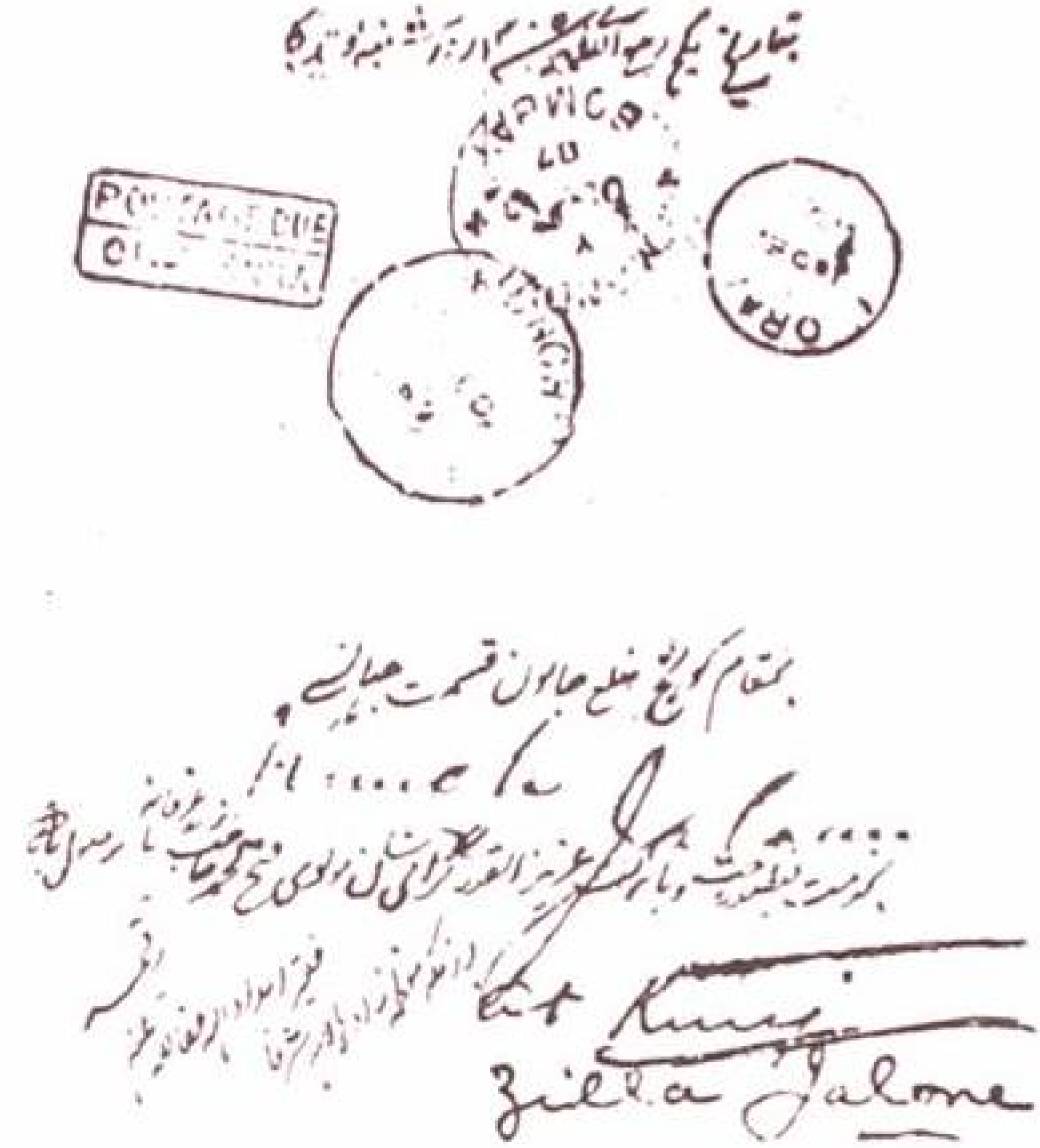
از مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا

۷۶۴

[illegible]

بخدمت بابرکت عزیز القدر گرامی مرتبت مولانا مولوی فتح محمد صاحب زید مجدہم

بعد سلام مسنون و دعائے ازدیاد ذوق و شوق معلوم فرماویں خط آنجناب پہنچا تمام کیفیت
معلوم ہوئی الحمد للہ کہ مدرسہ کی ترقی فرمادی اور توفیق دین کی عطا فرمادی۔ مثنوی شریف
ضرور شروع کرادیجئے ان شاء اللہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی روح کی امداد شامل ہوگی اور فقیر بھی
ہمیشہ دعا بھی کرتا رہیگا تمکو اسکی مطالب کا بھی القا فرمادی باقی ہر جا توجہ اور ہمت
کی معاملہ میں یہ ہے کہ فقیر دل کی متوجہ ہے نیاز حقیقی اجابت [illegible]
فرماوے فقیر کو اپنی حالت سے غافل تصور نہ فرماویں بلکہ تمام اعزہ کی ترقی حالات
کی دعا روز مرہ کرتا رہتا ہے اپنا کام بندگی کا بجالانا ہے اور رضا اور خوشنودی
اوسی قدرت مطلق کے ہاتھ ہے [illegible] کامل اور عزم بالجزم کے ساتھ [illegible] میں
چلے رہیں ان شاء اللہ فضل ایزدی ضرور دستگیری فرمائیگا [illegible]
قصبہ [illegible] ارسال فقیر کی پاس آئی [illegible] تذکرہ [illegible]
[illegible]

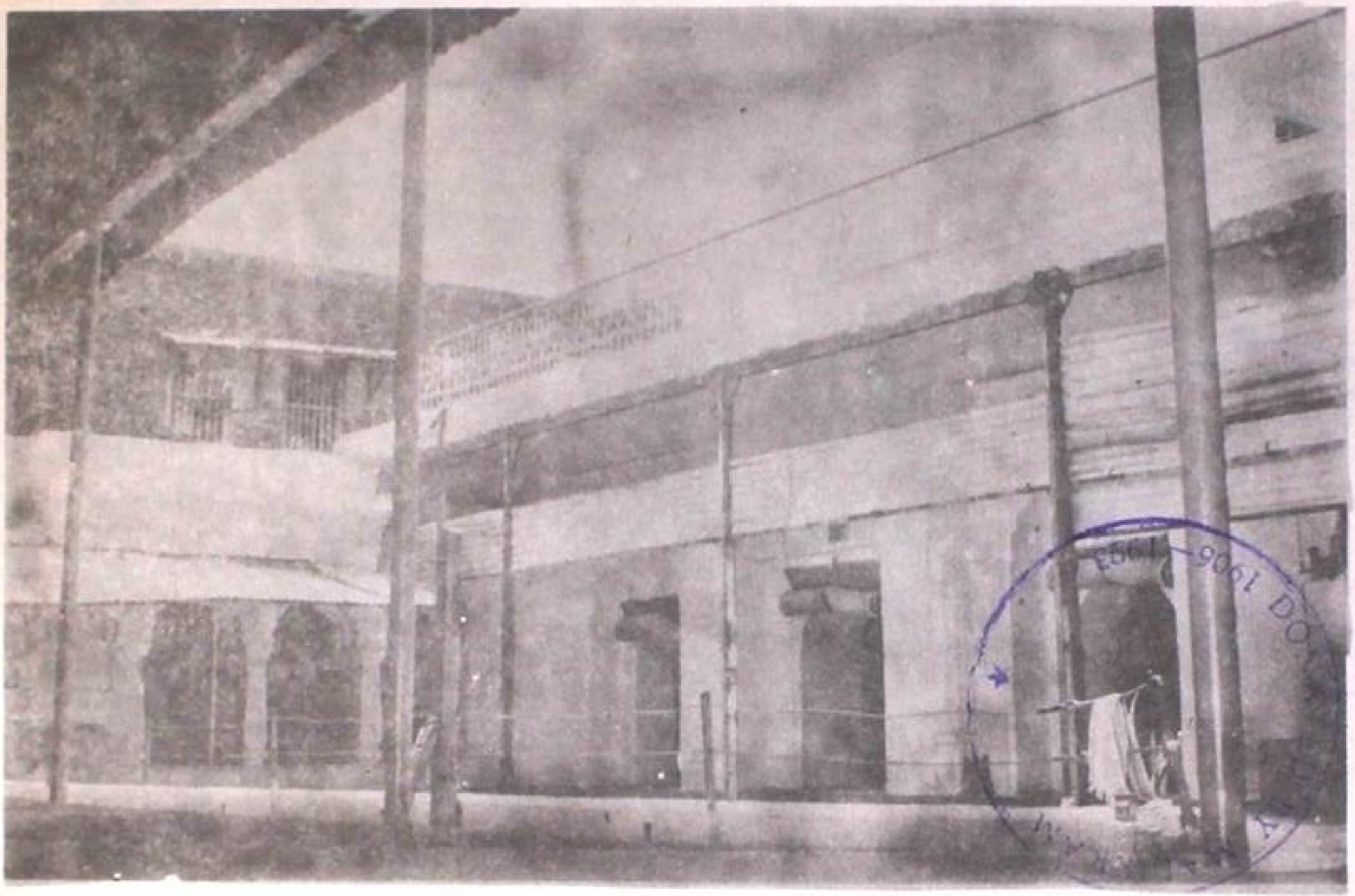


حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک اور غیر مطبوعہ خط بنام مولوی فتح محمد صاحب تھانوی

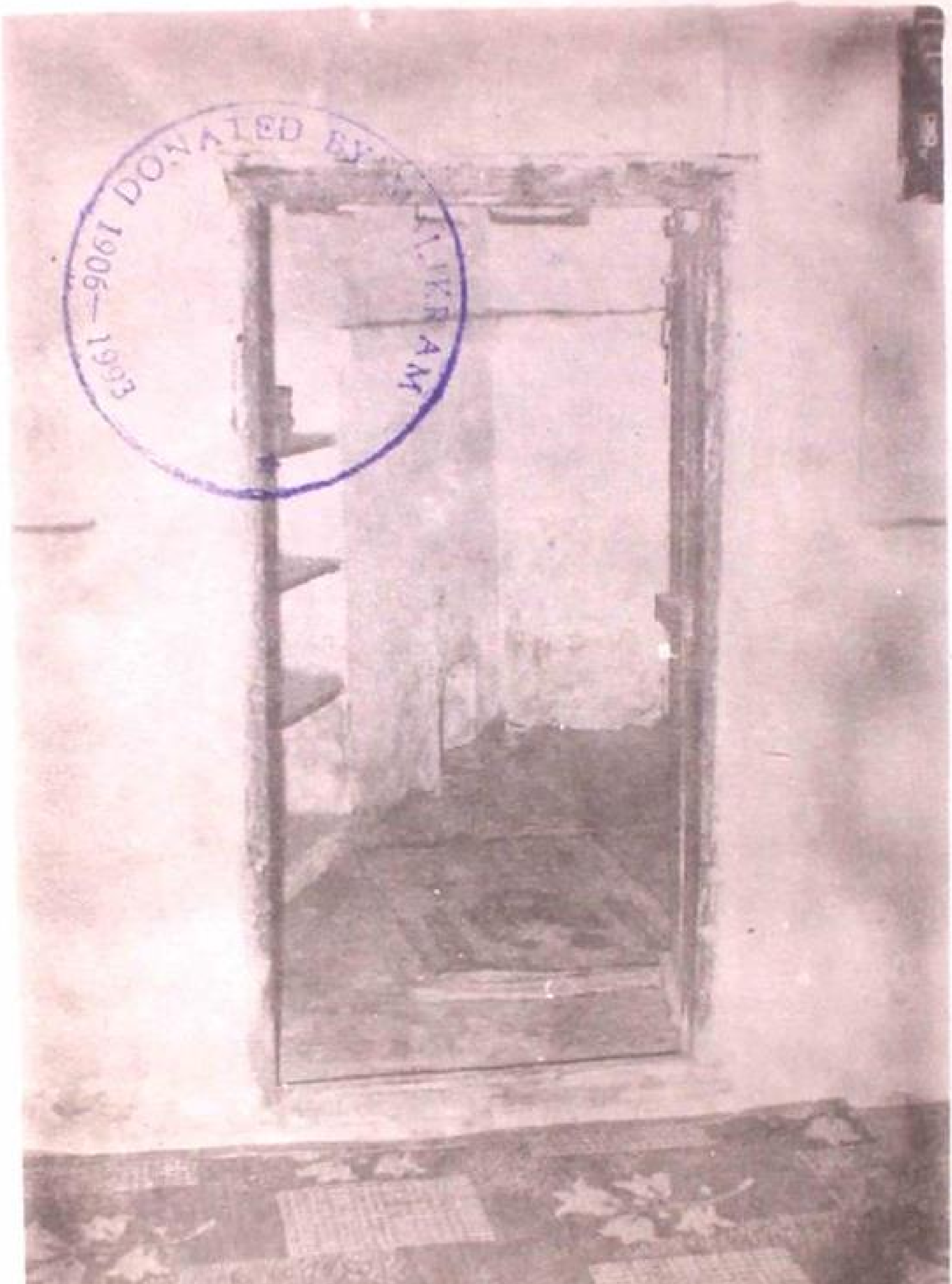
[عطیۂ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ]



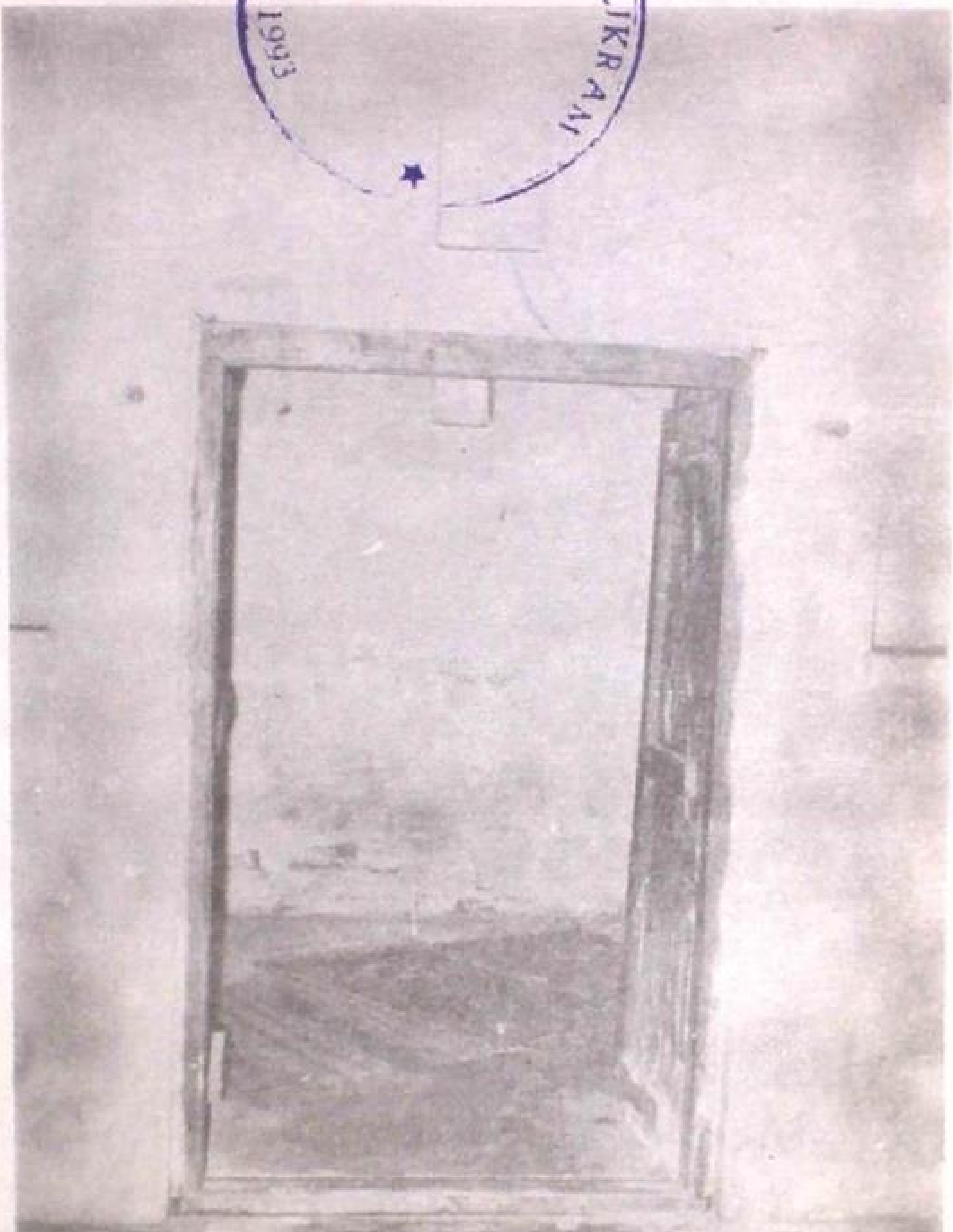
تھانہ بھون میں حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کی نشست گاہ کا صدر دروازہ
حضرت کی بیشتر مجالس کے ملفوظات یہیں قلمبند ہوئے ہیں۔



تھانہ بھون میں مسجد پیر محمد والی کا ایک منظر۔ یہی وہ جگہ ہے جسے حضرت حافظ ضامن شہید رح، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح اور مولانا شیخ محمد تھانوی رح جیسے بزرگوں کی وجہ سے "دکانِ معرفت" کہا جاتا تھا۔ بائیں جانب وہ سہ دری ہے جس میں حاجی صاحب رح کا قیام رہتا تھا اور مولانا تھانوی رح بھی یہیں مجلس فرماتے ہیں۔



مسجد پیر محمد والی (تھانہ بھون) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کا حجرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ
آزادی (محاذ شاملی) کے بعد انگریزوں نے اس حجرے کو جلا دینا چاہا تھا۔ دروازے پر
آتش زدگی کے آثار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔



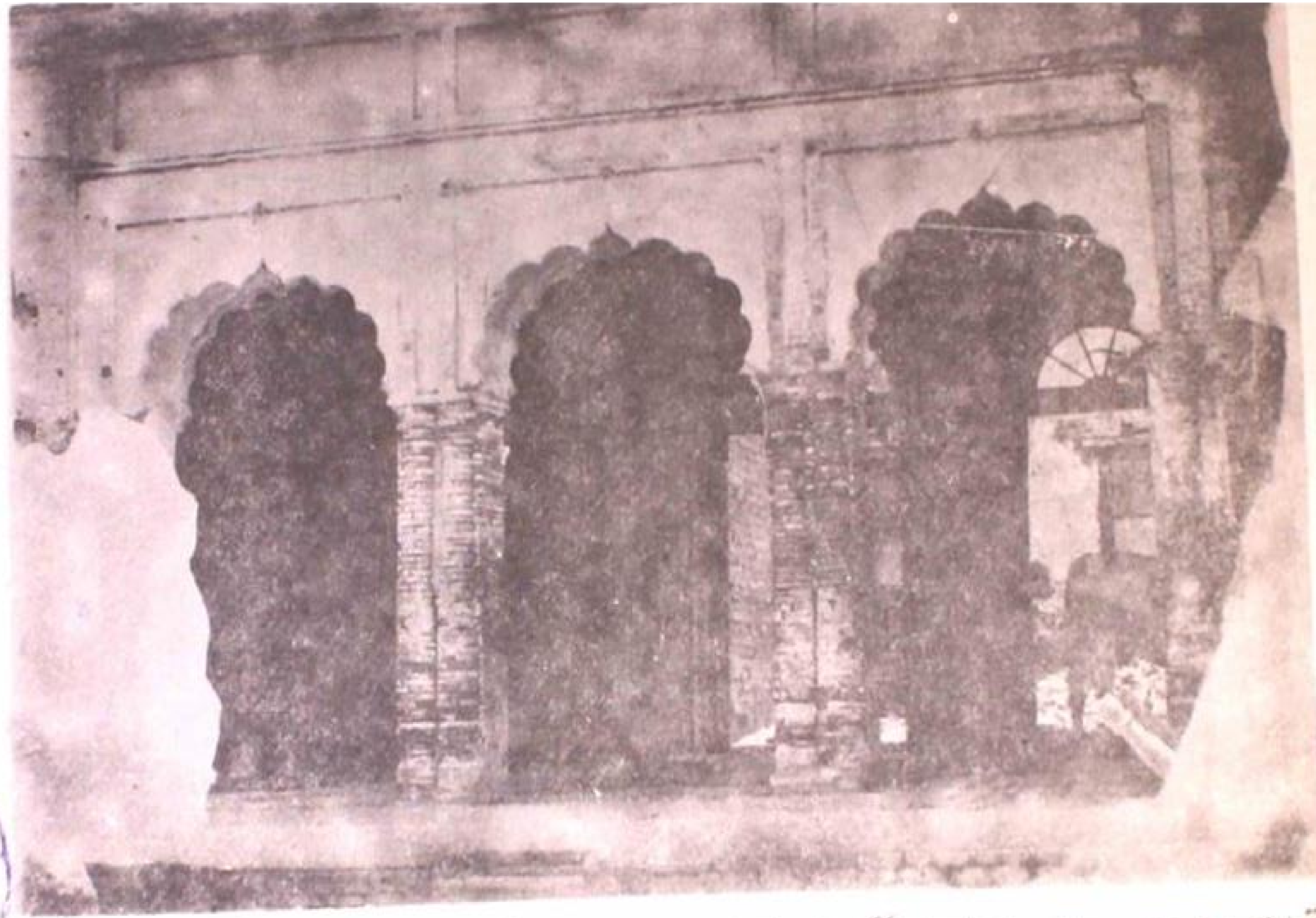
قصبہ لوہاری (ضلع مظفر نگر) میں حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رح کا حجرہ



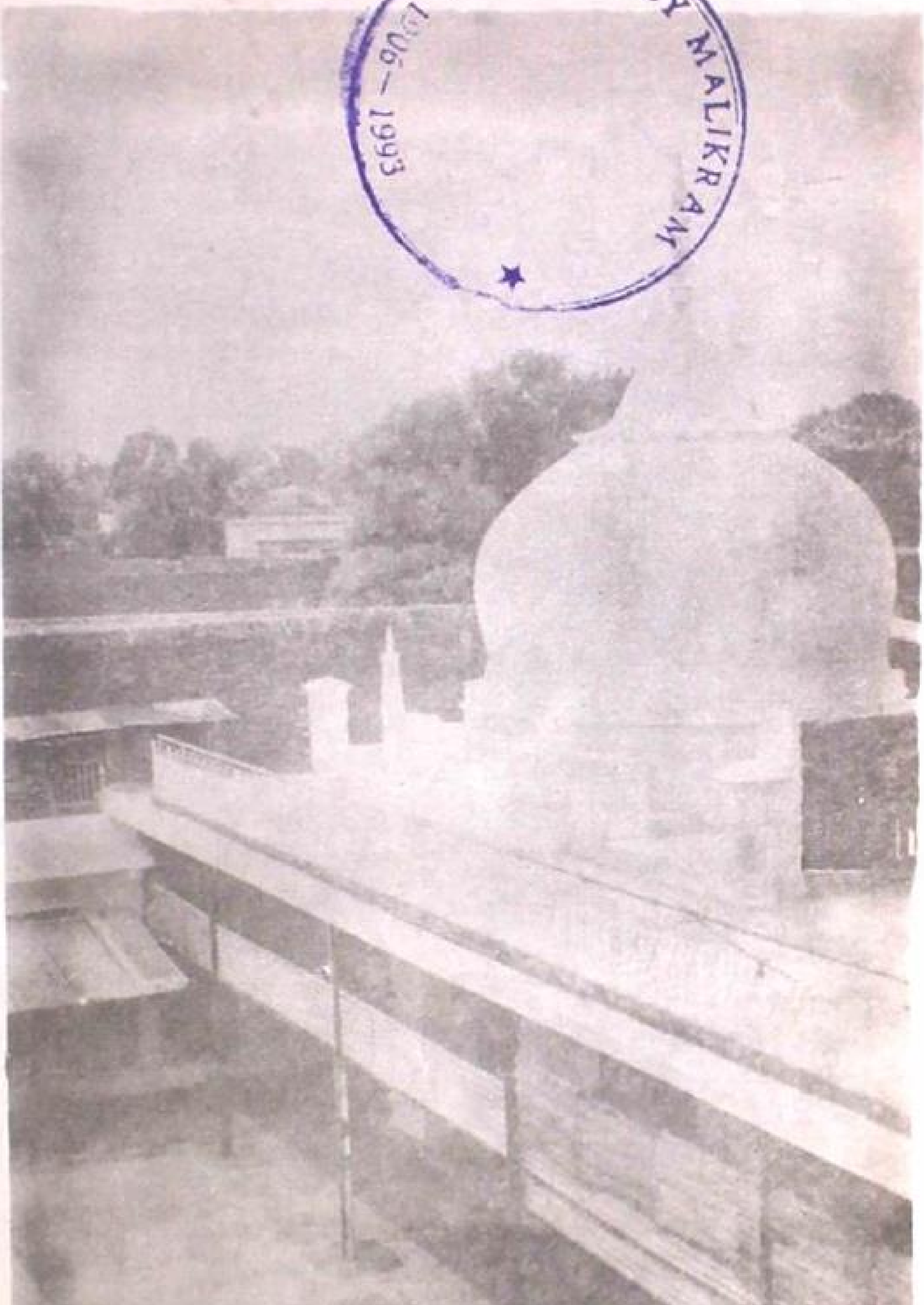
مسجد پیر محمد والی تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کی قیام گاہ اور خلوت خانہ
سامنے قیام گاہ ہے اور بائیں جانب خلوت خانہ۔



حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کے خلوت خانے کا اندرونی حصّہ۔
حضرت کا مصلیٰ آج بھی اُسی جگہ بچھا ہوا ہے جہاں وہ عبادت کرتے تھے۔



تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کا آبائی مکان۔ یہ مکان اب شکستہ حالت میں ہے اور اس میں غیر لوگ آباد ہیں



مسجد پیر محمد والی تھانہ بھون کا ایک بیرونی منظر
[تصاویر:۔ بشکریہ مولوی نورالحسن راشد کاندھلوی]

(۴)

(ب) آثارِ امدادیہ

حضرت حاجی صاحبؒ سے متعلق
بعض آثار و تبرّکات کی تصاویر

اِن تصاویر کی تیاری اور فراہمی میں عزیز گرامی مولوی نورُالحسن راشد کاندھلوی نے غیر معمولی زحمت گوارا فرمائی ہے۔ اُن کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

فجزاہ اللہ خیرالجزاء

مرتب

(ج) حضرت حاجی صاحبؒ کے آخری وقت کے حالات

ا۔ حضرت کے خادمِ خاص میاں عبدالرحیم کی ایک نادر غیر مطبوعہ تحریر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یادداشت حالِ وصال حضرت مرشدی روحی فداہ جناب حاجی امداداللہ صاحب قبلہ عالم مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ نوراللہ مرقدہ کا

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا بحالتِ مرض جو کچھ مکشوفات و خرق عادات ظہور میں آئے اُن سب کا حال احاطۂ قلم میں لانا دشوار ہے۔ تھوڑے سے احوال قریب الوصال قلم بند کیے جاتے ہیں۔

بارھویں تاریخ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں بعد ظہر حضرت ہادینا رحمۃ اللہ علیہ تلاوتِ کلام مجید میں مشغول ہوئے۔ نہایت فصاحت سے اوّل فَاِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ بعدازاں آخر آیۃ سورۂ حشر اور آیتیں راز و نیاز کی چھانٹ چھانٹ کر دیر تک پڑھیں۔ اِسی طرح پر دن گذرا، رات آئی، بعد عشا سب اخوان اپنے اپنے معمولی اوقات پر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت فصیح زبان سے وصیّت کو اعادہ فرماکر مستغرق و مشغول بحق ہوگئے۔ بہت دیر کے بعد فرمانے لگے۔ "اللہ واحد سب کو معلوم ہے۔" پھر پڑھا: وحدہ لاشریک لہ واشھد انّ محمدًا

لہ یہ تحریر میاں حاجی عبدالرحیم کے بیان کی نقل ہے جسے بھیا حاجی شیخ بشیرالدین مرحوم (رئیس لال کرتی میرٹھ متوفی ۱۴ رجب ۱۳۶۱ھ / ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء) نے تیار کرایا تھا۔ بھیا شیخ بشیرالدین حاجی صاحبؒ سے غائبانہ بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے ۱۳۱۷ھ میں جو نذرانہ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں میرٹھ سے مکہ مکرمہ بھیجا تھا وہ عین اُس وقت پہنچا جب حاجی صاحبؒ کا انتقال ہوچکا تھا۔ آپ کی تجہیز و تکفین بھیا مرحوم کے نذرانے کی رقم سے ہی ہوئی۔ مجھے یہ تحریر بھیا شیخ غیاث الدین مرحوم (ف مارچ ۱۹۸۱ء) نے عنایت فرمائی تھی۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ بھیا شیخ بشیرالدین نے خود اپنی غائبانہ بیعت کا حال کتاب الصبح المستنیر (محبوب المطابع دہلی ۱۳۶۲ھ) میں لکھا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۶ھ میں چھپی تھی۔

عبدہ و رسولہ۔ پھر مشغول الی اللہ ہو گئے۔ جب وقت وصال قریب پہنچا ارشاد ہوا: "حسنِ خاتمہ کے واسطے دعا کرو"۔ مولوی محب الدین صاحب دعا میں مشغول ہوئے اور سب اخوان نہایت تضرع سے آمین آمین کہتے رہے۔ قریب دو بجے رات کے کروٹ لی اور پھر چت لیٹ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔

مولوی محب الدین صاحب نے نبض دیکھ کر فقیر کی طرف اشارہ فرمایا کہ طالب سدھارے طرف مطلوب کے ؎

فرقتِ جاناں سے بس ہو کر بتنگ　　جان جاناں پر فدا کی بے درنگ
خوش نہ آئی اِس جہاں کی رنگ و بو　　چل دیے بس جنت الفردوس کو
ہم بچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر　　سوئے حق راہی ہوئے مُنھ موڑ کر

دیر تک سینۂ مبارک گرم رہا۔ پیشانی مبارک میں نمی عرق ظاہر تھی۔ گلو مبارک کی رگیں دیر تک جُنبش کرتی رہیں۔ صرف نبض بند ہونے سے یہ واضح ہوا کہ قبلۂ عالم کا وصال ہو گیا۔ ورنہ اور کسی طرح علامتِ وصال معلوم نہ ہوا — تیرھویں ماہ مذکور روز چہار شنبہ ۹ بجے دن کو زینت المعلیٰ میں زینت افروز ہوئے۔ اشعار ؎

خاک را در گور او آگندہ کرد　　زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
این درختہا نند ہم چو خاکیاں　　دستہا بر کردہ اند از خاکداں
سُوئے خلقت صد اشارت میکنند　　وانکہ گوش استش عبادت میکنند
تیز گوشاں رازہا را بشنوند　　غافلاں آوازہا را بشنوند

فقط خادم فقیر عبدالرحیم[۱] خادم حاجی صاحب مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ

اصل کی نقل کی محمد صدیق سکنہ رحمٰن بازار میرٹھ کیمپ نے

۲۰ رشوال ۱۳۱۸ھ

---

[۱] یہ حاجی عبدالرحیم وہی ہیں جن کی اکثر روایات مولانا تھانوی نے کمالاتِ امدادیہ میں درج کی ہیں۔ حاجی صاحب کے خطوط میں بھی ان کا نام آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰

یادداشت حال وصال حضرت مرشدی روحی فداہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب قبلۂ عالم مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ کا

حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کا بحالت مرض جو کچھ مکشوفات و خرق عادات ظہور میں آئے ان سب کا حال احاطۂ قلم میں لانا دشوار ہے تھوڑے سے احوال قریب الوصال قلم بند کئے جاتے ہیں ۔ بارہویں تاریخ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں بعد ظہر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت کلام مجید میں مشغول ہوئے نہایت فصاحت سے اول فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۰ بعد ازاں اخیر آیۃ سورہ حشر۔ اور آمین راز و نیاز کی باتیں کر دیر تک پڑھیں پھر جب دن گذر رات آئی بعد عشا سب اخوان اپنے اپنے معمولی اوقات پر حاضر ہوئے تھوڑی دیر کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت نرم زبانی سے وصیت کو اعادہ فرما کر مستغرق و مشغول بحق ہو گئے بہت دیر بعد فرمانے لگے اللہ واحد ۔ سب کو معلوم ہے ۔ پھر پڑھا وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر مشغول الی اللہ ہو گئے جب وقت وصال قریب پہنچا اشارہ ہوا حسن خاتمہ کیواسطے دعا کرو مولوی محب الدین صاحب دعا میں مشغول ہوئے اور سب اخوان نہایت تضرع سے آمین آمین کہتے رہے قریب ۲ بجے رات کے کروٹ بدلی اور پھر چت لیٹ کر جان بحق تسلیم ہوئے ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۰ مولوی محب الدین صاحب نے نبض دیکھکر خبر کیطرف اشارہ فرمایا کہ طالب سدھارے طرف مطلوب کے ۰ وقت جانے کے بس ہو کر تنگ ۔ جان جاناں پر فدا کی بیدرنگ ۔ خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بو ۔ چلدئے بس جنت الفردوس کو ۔ ہم بیچاروں کو تنہا چھوڑ کر

سوئے حق راجع ہوئے منہ موڑ کر ؛ دیر تک سینہ مبارک گرم رہا پیشانی مبارک میں نمی عرق ظاہر تھی گلو مبارک کی
رگیں دیر تک جنبش کرتی رہیں صرف نبض بند ہونے سے یہ واضح ہوا کہ قبلۂ عالم کا وصال ہو گیا ورنہ اور کسی علامت
وصال معلوم نہ ہوا - تیرہویں ماہ مذکور روز چہارشنبہ ۹ بجے دن کو جنت المعلیٰ میں زینت افروز ہوئے ؎ آسمان
خاک را در گور - او آگندہ کرد + زیر خاک آں دانش را زندہ کرد + این دختا نند ہمچو خاکیان - دستہا بر کردہ اند از خاک
سوئے خلقت صد اشارت میکنند ؛ و آنکہ گوش عشقش عبادت میکنند + تیز گوشان راز ہا را بشنوند + غافلان آواز
ہا را نشنوند ؛ فقط خادم فقیر عبد الرحیم خادم حاجی صاحب مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ اصل نقل کی محمد صدیق سکنہ حرم نے بازار
۲۰ شوال ۱۳۱۹ھ

حضرت حاجی صاحب کے خادمِ خاص عبدالرحیم صاحب کا خط جس میں حاجی صاحب کے آخری
وقت کی کیفیت لکھی گئی ہے۔ [عطیۃ بھیا شیخ غیاث الدین مرحوم میرٹھ]

۲۔حضرت مولانا سید احمد حسن[۱] محدّث امروہوی رح کا مکتوبِ گرامی

بنام حافظ مولوی عبد الغنی پھلاودی رح

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

بخدمت برادرِ مکرّم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے اِس وقت ایک ایسے حادثہ کی اطلاع دیتا ہوں جو تمام ہندوستان کے واسطے قیامت سے کم نہیں، وہ یہ کہ حضرت قبلہ مرشدِ برحق نور اللہ مرقدہٗ نے بداعیہ اجل بارہ ۱۲ جمادی الثانیہ چار شنبہ روز کو صبح کی اذان کے وقت لبّیک فرما کر رحلت فرمائی۔

إنا للهِ وإنّا اليه راجعون۔

واقعی یہ صدمہ ناقابلِ برداشت ہے مگر: "اوست سلطان ہرچہ خواہد آن کند" دیکھنا اس وقت امتحان میں ثابت قدم رہنا۔ فان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شئ عنده بمقدار فلتصبر ولتحتسب۔ دُعا کرو حضرت علیہ الرحمۃ کو ربِ کریم اپنے قربِ خاص میں جائے راحت دے اور ہم سب وابستگان کی [...] سرپرستی فرما کر ہم سب کو [توفیق] مرضیات کے ساتھ موفق فرماوے۔

اور اپنے اسلاف علیہم الرحمۃ کے برکات کے ساتھ مستفیض فرماوے اور خاتمہ بالخیر

---

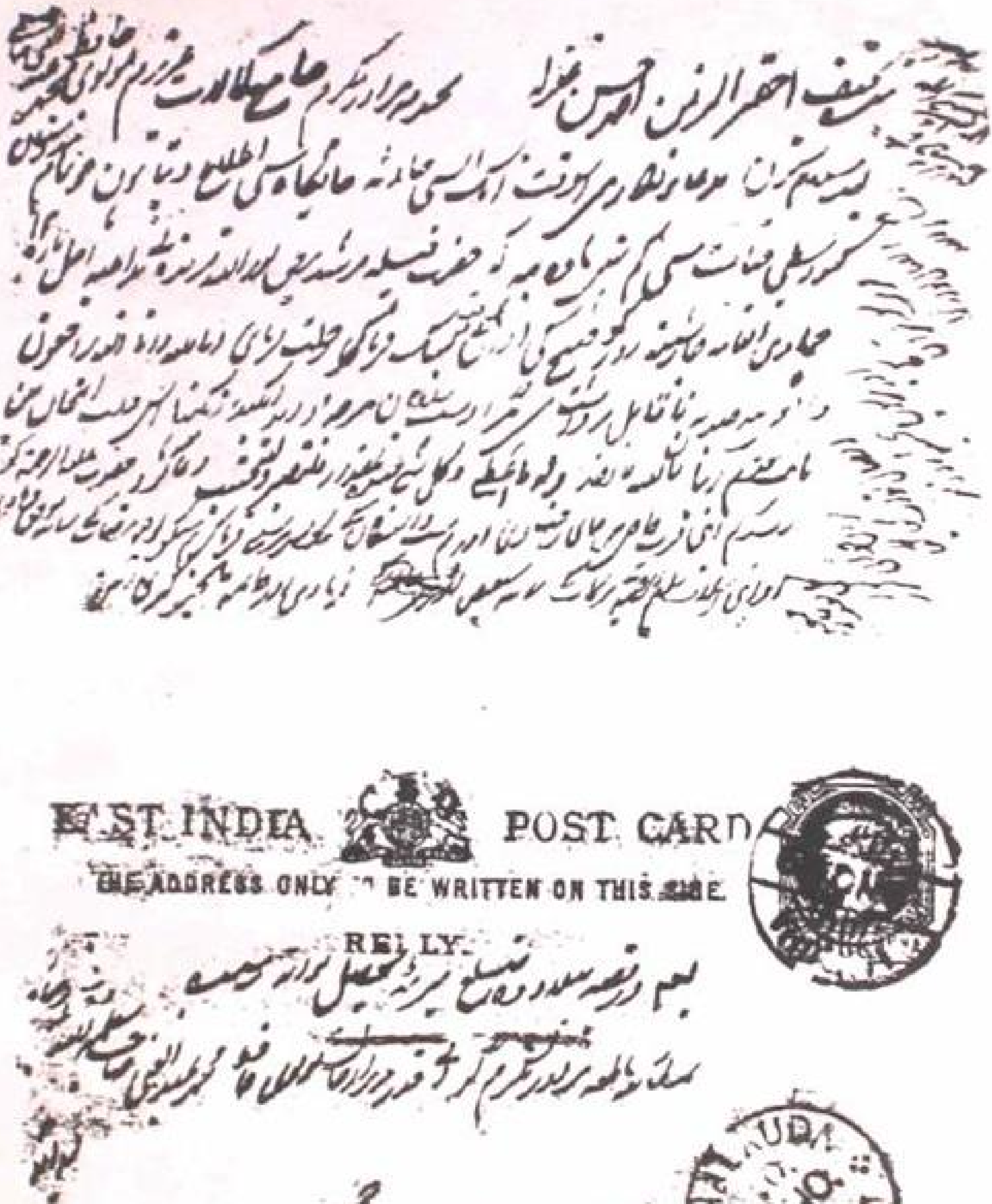
[۱] حضرت مولانا سید احمد حسن محدّث امروہوی مدرس اول وبانی دارالعلوم اسلامیہ جامع مسجد امروہہ حضرت شاہ ابن بدر چشتی کی اولاد میں تھے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۲۶۷ھ میں ولادت ہوئی دیوبند سے سندِ فراغ حاصل کی۔ خورجہ، دہلی، سنبھل، مدرسہ شاہی مرادآباد میں مدرس رہے پھر مدت العمر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کی مسند درس پر رونق افروز رہے۔ امروہہ میں علومِ دینیہ کا چرچا آپ کی ذاتِ بابرکات ہی سے ہوا۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد تھے۔ راقم الحروف کے اُستاد پیر و مرشد حضرت شاہ سلیمان احمد رح کو بھی آپ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے مضامین کا ایک مجموعہ "افادات احمدیہ" کے نام سے طبع ہوا تھا۔ کچھ غیر مطبوعہ مضامین اور مکتوبات حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہٗ کے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت محدّث امروہوی کو حاجی صاحب سے بیعت واجازت تھی۔ ۱۳۳۰ھ میں انتقال فرمایا اور جامع مسجد امروہہ کے صحن میں جنوب کی طرف دفن ہوئے۔

کرے آمین۔ کل بعد نماز جمعہ قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اور پرسوں پنجشنبہ روز نیز قریب سو قرآن کے ایصالِ ثواب کرا۔ ان شاءاللہ باقی خیریت۔

والسلام

۱۳ رجب ۱۳۱۷ھ شنبہ روز

در قصبہ پھلاودہ۔ ضلع میرٹھ۔ تحصیل موانہ رسیدہ
بمطالعہ ساطعہ برادر مکرم گرامی قدر عزیز از جان
مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ عن رضاہ
درآید



حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی کا خط جس میں حاجی صاحب رح
کے انتقال کی اطلاع دی ہے۔

[عطیہ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ]

(د) چند اور نوادر

۱۔ کشکولِ کلیمی (قلمی)

حضرت حاجی صاحبؒ کو خود بھی تصنیف وتالیف کا ذوق تھا اور اُن کے بیشتر خدام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی خوب خوب توفیق عطا فرمائی۔ یہی نہیں حاجی صاحب نے بعض حضرات کو فرمایش کرکے ترجمہ یا تصنیف وتالیف پر آمادہ کیا۔ انھوں نے امام غزالی کا ایک رسالہ سرسید احمد خاں سے بھی ترجمہ کرایا تھا۔ اسی طرح شیخ ضیاء الدین نجیب سہروردیؒ کی تصنیف آداب المریدین کا اُردو ترجمہ اُن کی فرمایش پر ہوا تھا۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی مرحوم کا لکھا ہوا مثنوی مولانا روم کے دفتر ششم کا تکملہ بھی حضرت حاجی صاحبؒ ہی نے اُن کے پوتے مولوی نور الحسن کاندھلوی سے حاصل کرکے محمود المطابع کانپور سے پہلی بار مثنوی رومی کے ساتھ طبع کرایا تھا۔ مثنوی کی طباعت ۱۳۱۴ھ میں شروع ہوچکی تھی لیکن یہ چھٹا دفتر ان کے انتقال کے بعد ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوا تھا۔

حاجی صاحب کے پاس فنِ تصوّف وسلوک کی منتخب کتابوں کا ایک قیمتی ذخیرہ موجود تھا۔ اس کا ایک حصّہ اب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اسی کتب خانے میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کی تصنیف کشکولِ کلیمی کا ایک خطی نسخہ ہے جس کے ایک ورق پر یہ عبارت درج ہے جس کے آخر میں حاجی صاحبؒ کی مُہر ثبت ہے۔

> این چند اوراق المسمّٰی بہ کشکول تصنیف حضرت کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ حسب ایمای جناب فیض مآب سلطان العارفین برہان العاشقین حاجی الحرمین الشریفین قدوۃ اہل اللہ جناب مولانا حافظ امداد اللہ صاحب تھانوی الچشتی الصابری ادام اللہ برکاتہ وسلمہ اللہ تعالیٰ علی مفارقنا گدائے بے سروپا کہتر غلامانِ

نیاز آئین محمد علاء الدین غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ باایں ہمہ بے ربطی و بدخطی سعادت ابدی پنداشتہ برجائے بہبودی دارین در سلکِ تحریر درکشید۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

و اگر رجایم برمنصہ ظہور بتوجہ حضور جلوہ دہد چہ بعید ہر چند تخیل ہا بستہ ام لاکن باکریمان کارہا دشوار نیست۔ بس مقام بیت اللہ شریف زید اللہ شرافتہ درماہ ذی قعدہ ۱۲۷۹ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ فقط تم تم تم

محمد امداد اللہ فاروقی

مہر

اسی ورق پر ایک گوشہ میں حاجی صاحب کے قلم سے سلوک کی یہ مختصر تعریف لکھی ہے:

اوّل سلوک، دوم جذبہ، سوم عروج
ہر کہ ہر سہ دارد او شیخ است بدانکہ سلوک
مراد از کوشش است و جذبہ کشش است و عروج بخشش۔

۲۔ رسالہ مونس مہجوراں[1] درحال حافظ محمد ضامن شہیدؒ

... بندہ نالائق و گنہگار محمد ضیاء الدین بن غلام مصطفیٰ انصاری چشتی حنفی رامپوری عفی اللہ عنہ کاتب الحروف کا ایک روز اپنی حالتِ زار کو دیکھ کر صدمہ مفارقت حضرت پیر و مرشد برحق ... حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب قبلہ فاروقی چشتی حنفی تھانوی نور اللہ مرقدہ ... میں طرح طرح کے بیان تاسف کرتا تھا اور اپنی ناکامی پر روتا تھا آخر

---

[1] رسالہ مونس مہجوراں (قلمی، مخزونہ کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کو سب سے پہلے عم محترم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہ العالی نے دریافت کیا تھا اور اس کا مفصل تعارف رسالہ تذکرہ دیوبند (نومبر ۱۹۶۱ء) میں شائع کرایا تھا۔ پھر یہ رسالہ وہاں ذخیرۂ کتب میں گم ہوگیا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ کی خاص توجہ سے اُسے دوبارہ تلاش کیا جاسکا۔ اب حضرت مولانا محمد مسعود شمیم (مہتمم مدرسہ صولتیہ) زید مجدہ اس کی اشاعت کا انتظام فرما رہے ہیں۔

یہ خیال میں آیا کہ یہ حسرت و یاس تا دمِ مرگ نہ جائے گی اب یہ غم کی کہانی جو کچھ کہہ رہا ہے لکھ رکھ تاکہ اوقات اضطراری اور بیقراری میں مددگار اور مونسِ حال ہووے ... اِس لیے "مُونسِ مہجوران" نام اس کا مقرر ہوا۔

حُلیہ منظُومہ مولانا محمد یعقوب (نانوتوی)

صُورت و سیرت میں وہ سب سے نبیہ — حضرتِ فاروق کی بالکل شبیہ
قامتِ موزوں ہے جو طوبیٰ مثال — اس کی صفت ہوگئی لکھنی محال
قد متوسط ہے نہ کوتہ، دراز — سامنے جس کے کرے طُوبیٰ نیاز
چہرہ پُرنور میں یوں ہے دَمک — نُورِ تجلّی کا ہو جیسے چمک
سرخی چشم اس کی جو یاد آئے ہے — آنکھوں سے یاں خون ہی بہہ جائے ہے
اس کے محاسن میں یوں چمکے عذار — شعلہ کی جوں دودِ سیہ میں بہار
ایسی فصاحت سے وہ کرتے کلام — جس کے ہوں الفاظ لطیفہ تمام
چہرے پہ چیچک کے جو دیکھو نشاں — قطرۂ شبنم گُلِ تر پہ میاں

... آخر الامر بوسیلۂ سفارش جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ میں بھی مشرف بہ بیعت ہوا.... ناگاہ گردشِ ایام اور شامتِ افعال اس شکستہ حال سے یہ صورت پیش آئی کہ دفعتہً جہان میں ایک شور نشور ہنگامہ قتل اور غارت کا چار طرف سے ایسا گرم ہوا کہ شاید کبھی نہ ہوا ہوگا۔ جو لوگ دیندار اور جری تھے غیرت اور حمیّتِ اسلام سے اکثر شہید ہو کر سُوئے دار البقار حلت فرما ہوئے یا خانہ ویران ہو کر اور بدراہی اس ملک کی دیکھ کر بیت اللہ شریف یا کسی اور دار السلام کو تشریف لے گئے۔ اب ہندوستان میں گویا دنیا پلٹ گئی۔ اسلام پست ہوگیا، دین و دنیا کی اچھی بات گم ہوگئی۔ کیا عرض کروں یہاں یہ فسانہ غیر مقصود ہے ... حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ نے بھی

ضرر دنیاے دنیہ کا کچھ خیال نہ فرمایا، کمر ہمت چست باندھ کر امر حق پر جان و مال کو قربان کیا۔

... بتاریخ ۲ محرام الحرام ۱۲۷۴ھ (بارہ سو چوہتر) نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بر سرِ معرکہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔ واہ کیا خوب دادِ ہمت دے گئے اور داغِ حسرت دے گئے۔ دوہرہ

ساجن دُکھیا کر گئے اور سُکھ کو لے گئے ساتھ
جنم بچھوہا دے گئے اور پھیر نہ پوچھی بات

ساجن ایسے چل بسے موڑ کر خبر نہ لی
میں دُکھیا تکتی رہی کہ پھر ملیں گے پی

... گردشِ ایام نے صدمۂ مفارقت حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ پر ہی بس نہ کیا اس دلِ ناشاد کو بالکل تباہ کر ڈالا کہ ناگاہ جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو جنابِ باری سے الہام ہوا کہ بیت اللہ کو آؤ۔ چنانچہ وہ بھی بالہامِ حق بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے۔

قصیدہ دردآمیز اور مرثیہ وحشت انگیز

نظم کیا ہوا مکرمی معظمی جناب حافظ حاجی مولانا محمد قاسم صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ نانوتوی کہ خلیفۂ خاص جناب حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہیں لکھا جاتا ہے

نہ پوچھو ہو رہے ہیں کیوں خفا ہم اسقدر جاں سے
ہمیں پالا پڑا ہے اب کے غمہائے فراواں سے

کہیں سے مول لادے دل مجھے کچھ ادر اے ہمدم
کہ اُٹھنے کا نہیں بارِ غم اس قلبِ پریشاں سے

غبارِ دل کی حاجت ہے غمِ سالارِ خوباں میں
مرے سینے کو بھر دو چیر کر ریگِ بیاباں سے

رہِ دو چشم موجِ خون کو کافی نہیں ہو گا
کوئی مشفق مرا تن چھان دے تیروں کے پیکاں سے

غمِ جاناں میں ہم کو ان دنوں رونا ضروری ہے
طلب کر آب کی نوبت چشمِ پُر آب بر باراں سے ۵

قدم عشقِ بیاباں اِن دنوں مجکو ضروری ہے
عداوت، ہاتھ تجھ کو چاہیئے جیب وگریباں سے

ہجومِ صدمۂ جانکاہ ہر صبح ومساب کی
تقاضا ماتمِ غم کا کرے ہے جن وانساں سے

چُھپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسّم خاک میں جاکر
کہ جس کا خالِ پا بہتر تھا اِس مہرِ درخشاں سے

شہیدِ راہِ حق، حافظ محمد ضامنِ چشتی
بنایا تھا جسے حق نے مِلاکر عشق وعرفاں سے

بچھاتے تھے ملائک بال وپر پاؤں تلے جس کے
لُٹائے خاک میں اُن کو عجب ہے چرخِ دوراں سے

پریشاں ہوگیا دل صدمۂ اوّل میں کیا کیجئے
بہاتا اشک کی جا لختِ دل اِس چشمِ گریاں سے

فراقِ یار میں کر فکرِ جاں کچھ اے دلِ ناداں
کہ اب کی بر سرِ پرخاش غم آیا ہے ساماں سے

مدد کر صبر کچھ اب کی دلِ مُضطر کے ہاتھوں سے
نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں سے

کشش نے عشقِ حق کی ان کو علیین میں کھینچا
رہے ہم سر پٹکتے ہجر میں اُن کے کُہستاں سے

فراقِ یار میں ہر دم ہمارا حال ابتر ہے
مدد کرنا اجل فریاد کرتے ہیں گے سُبحاں سے

نہیں معلوم کیوں ہے اس قدر شوقوں کی بیتابی
وہ آئیں اپنے ویرانے میں یہ باہر ہے امکاں سے

وصالِ یار ممکن ہی نہیں نادان جیتے جی
تو پھر بے تاب کیوں ہوتا ہے اے دل شوقِ پنہاں سے

تسلی ہمدمو! تاروں کے گِننے سے نہیں ہوتی
کہ اُس خورشید رُو کی یاد میں ہم ہیں گے غلطاں سے

قریبِ یار ہم کو دفن کرنا ورنہ محشر تک
صدائے نالۂ شوق آئے گی گورِ غریباں سے

کروں ہوں یادِ ایامِ گذشتہ اور نہیں کرتا
کہ حسرت کے سِوا کچھ ہاتھ آئے گا نہ ارماں سے

مزے لوں شوق کے یا دفعِ غم دل سے کروں یا ز
نہیں ہوتے یہ دو کام ایک دم میں مجھ سے حیراں سے

دلِ بیتاب کے ہاتھوں سے تنگ آیا ہوں ہجراں میں
نہ چُپکے ہی بنے ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے اُفغاں سے

کرے ہے تنگ شوقِ یار کیا صورت کروں یا ز
کہ یہ جانِ حزیں ہم بزم ہو اُس جانِ جاناں سے

نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
سُنیں گے پھر بھی وہ آواز اُن لبہائے خنداں سے

مَلیں گے پھر بھی یارب ہم یہ آنکھیں اُنکے تلووں سے
تھمے گا بھی کبھی لوہو کا ٹپکا اپنی مژگاں سے

تو لے یادِ عنایت ہائے دلبر اب تو لے بس کر
بہت سے رو چکے ہم حسرت و افسوس و حرماں سے

ہمیں یاد آئے ہے کچھ اور یا اُن کی تسلی سے | مرض بڑھنے لگا قسمت سے اپنی اور درماں سے
ہوا عالم سیہ آنکھوں میں اپنی بے رُخِ جاناں | نظر آئے مہ و خورشید کالے تا بہ تانسے (کذا)
اگر ہو وصل مر کر اور علاجوں سے رہوں زندہ | تو یارب آشتی ہو جا اجل کی آبِ حیواں سے
اجل ہم شوقِ جاناں میں تجھے جاں دیں تو پھر سُن لے | نہ ہوا ایسا کہ پھر آنا پڑے ہم کو یہاں واں سے
بحکمِ اتباعِ شوقِ یار آئیں ہم عاصی بھی | اگر گھسنے دے (واں وے) پوچھ دو جنت کے درباں سے
کسی کا کیا گیا پر رنجِ فرقت کی مصیبت کو | کوئی جا کر کے ٹک پوچھے ضیاء الدین نالاں سے
ہوئی ہم سے خطا یا تھی کشش حُبِ الٰہی کی | کوئی پوچھے سببِ رحلت کا اُس سالارِ خوباں سے
گناہوں کے سبب گر ہم نہیں تھے لائقِ صحبت | تو ہم کو بخشوا لینا تھا کچھ کہہ سُن کے رحماں سے
اگر ممنوع تھا ہم سے گنہگاروں کا لے چلنا | تو تنہا اس طرح جانا ہی نازیبا ہے سلطاں سے
اگر قاصد مجھے کوئی وہاں تک کا بہم پہنچے | تو کہلا کر کے بھیجوں یوں میں اُس سالارِ نیکاں سے
مبارک ہو تمہیں وصلِ خدا خلدِ بریں میں، پر | ہمیں یوں چھوڑ کر تنہا تمہیں جانا نہ تھا یاں سے
نشاطِ خلد میں گر یاد آجائیں کبھی ہم بھی | تو آکر دیکھنا پہنچے ہیں کس درجے کو ہجراں سے
غمِ فرقت میں یاں گذرے ہے پر کچھ بن نہیں پڑتی | تمہیں فرصت نہیں واں لذتِ دیدارِ یزداں سے
بھروسے کس کے چھوڑا آپ نے ہم سے غریبوں کو | دیا تھا دل تمہیں کچھ یاد ہو کس عہد و پیماں سے
بنے تھے یوں تو ہم روزِ ازل سے غم اُٹھانے کو | نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے
رہیں تنہا ہم اور تم چل بسو قسمت میں یونہی تھا | بجز افسوس بن پڑتا نہیں کچھ اس پشیماں سے
تمہارے ہجر میں جانِ جہاں کچھ بن نہیں آتا | دلِ حسرت زدہ گھبرائے ہے سیرِ گلستاں سے
غمِ دُوری میں مرنا سہل تھا پر تیرا کہلا کر | گنہ لے کر خدا کے روبرو جاؤں کس عنواں سے
دلِ مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلی کی | مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنجِ شہیداں سے
تمہاری بزم پُر انوار جب یاد آئے ہے ہم کو | تو اک شعلہ سا اُٹھے ہے ہمارے قلبِ سوزاں سے
نہ پوچھو گے کبھی مُڑ کر کے یوں ہم سے غریبوں کو | گماں کب تھا ترے فضل و کرم اور لطف و احساں سے

خبر لے جلد اپنے کشتگانِ عشق کی شاہا ‏— قریبِ مرگ پہنچے ہیں غمِ بے حد و پایاں سے
تمھیں مشکل نہیں اب تک بھی کچھ اپنی خبرداری ‏— شہیدوں کی حیات اور زندگی ثابت ہے قرآں سے
نہیں تم دُور ہو پوشیدہ جاں سے مثلِ جاں تن سے ‏— وگرنہ دُور ہوتی ہیں کہیں ارواح ابداں سے
ہمارے قبلہ و کعبہ تمھیں ہو دین و دنیا میں ‏— اگر تم سے پھریں حق سے پھریں اور اسکے فرقاں سے
تمھاری خاکِ پا اپنے لیے کحل الجواہر ہے ‏— ترے کوچے کے ذرّے ہیں ہمیں خورشید تاباں سے
غلامی سے تری نسبت نہیں جاہِ سکندر کو ‏— ترے کوچے کی ذلّت ہے زیادہ عزِّ شاہاں سے
ترا در مطلعِ صبحِ سعادت ہم سمجھتے ہیں ‏— ترے کوچے کو بڑھ کر جانتے ہیں خُلدِ رضواں سے
ترا سایہ ہو جس پہ اُس پہ ہو اللہ کا سایہ ‏— خدا راضی ہو، تو راضی ہو شاہا جس مسلماں سے
مدد کر غوثِ اعظم بیکسوں ہم سے غریبوں کو ‏— چھڑائے غیر تیرے کون دستِ نفس و شیطاں سے
پڑا پالا مجھے شیطان سے دشمن سے جیتے جی ‏— ڈریں ہوں دے نہ وقتِ مرگ وہ میرے تئیں جھانسے
ملاذِ من، مناسب کب ہے شیطانِ لعیں ہر دم ‏— ترے خادم کو یوں دامِ غرور و مکر میں پھانسے
خبر لینا ہماری اے شہِ دنیا و دیں جلدی ‏— کہ ہے گا بر سرِ کیں نفس اس ننگِ غلاماں سے
اسیرِ نفس ہوں کوئی نہیں صورت رہائی کی ‏— نظر اک تیری جانب ہے فقط سب اہلِ دوراں سے
پکڑنا ہاتھ میرا نورِ شمعِ احمدی جلدی ‏— کہ رہ ملتا نہیں مقصود کا، ظلماتِ عصیاں سے
عنایت سے تری اب بھی توقّع ہے مجھے شاہا ‏— کہ پہنچوں تیری خدمت کیلئے جنت میں آساں سے
خدایا ناتواں ہوں بارِ عصیاں اُٹھ نہیں سکتا ‏— سفرِ عقبیٰ کا اس پر آ لگا دنیائے ویراں سے

بحقِ شیخِ دیں، حافظ محمد ضامن چشتی
ضیاء الدین جاوے اس جہاں سے یارب ایماں سے

قطعہ

ازافکارِ طبع مولوی عبد السمیعؔ[ل] مُرید مخلص حضرت حاجی صاحب رحمہ

ہوا وہ حادثہ برپا کہ جس سے لے بیدلؔ
نہ جاں میں جان رہی کچھ نہ دم رہا دم میں

جو دیکھیے لبِ غنچہ تو چُپ ہے حیرت سے
لباسِ گُل کو جو دیکھو تو چاک ہے غم میں

کھڑے چمن میں ہیں ششدر رسے سرو و شمشاد
بہاتا اشک ہے گردوں مِلا کے شبنم میں

جو قمریاں ہیں، سو گنڈا ہیں نیلگوں پہنے
جو بُلبلیں ہیں سو نالاں ہیں زیر اور بم میں

جو آدمی ہیں سو ماتم یہ اُن سے خواہاں ہے
کہ آہ و نالہ سے محشر بپا ہو عالم میں

شہید ہو گئے ضامن علیِ پاک نہاد
جواب جن کا نہ تھا کوئی نسلِ آدم میں

ہوئے شہید مگر اِک تماشا دِکھلا کر
لہو لہان کیا دشمنوں کو اک دم میں

نہ چھوڑی نام کو گردن کہیں نصاریٰ کی
گلو بُریدہ ہے سکہ بھی اُن کا درہم میں

جو مارے تیر تو لگتے ہی جا لیا گوشہ
ہزاروں کافرِ بدکیش نے جہنم میں

خدا کو پیارے ہوئے، آخرش شہید ہوئے
نہ دل میں تاب ہے باقی نہ کچھ تواں ہم میں

اِسی قلق میں ہوئی ہے زمیں کی رنگت زرد
سیاہ پوش فلک ہے اُنھیں کے ماتم میں

جو پوچھے سنہ شہادت کہا فلک نے کہ ہائے
ہوئے شہید وہ شاہِ جری محترم میں

اور اِن اشعار میں ہر مصرع کے ہر اوّل حرف سے بھی عدد سنہ شہادت حاصل ہوتے ہیں۔

[ل] مولوی عبد السمیع بیدلؔ رامپور منہیاران (سہارنپور) کے باشندے حضرت حاجی صاحبؒ کے مُرید و خلیفہ اور فنِ شاعری میں مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ حافظ شیخ عبد الکریم (رئیس لال کرتی میرٹھ) نے اُنھیں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا تھا۔ وہیں انتقال فرمایا اور میرٹھ میں مدفون ہیں۔ اُن کی متعدد تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ "حمدِ باری" بچوں کے نصاب کا مشہور رسالہ بار بار طبع ہوا ہے۔

(۵)

اِستدراک : (بر مقدمہ مرقوماتِ امدادیہ)

خدا کے فضل و کرم سے یہ توفیق نصیب ہوئی کہ امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق کو ایک مقدمہ و تعارف اور بعض اہم اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جاسکا۔ اس سے پہلے مرقومات امدادیہ کا عکسی ایڈیشن راقم الحروف کے مقدمہ و تعارف کے ساتھ چھپا تھا۔ اُس میں بعض اُمور وضاحت طلب ہیں وہ یہاں درج کرتا ہوں :

(۱) مقدمہ مرقومات امدادیہ کے ص ۷، سطر ۱۴ کی عبارت "مکتوب ۱۵ میں تا وہ لکھیں" دراصل حاشیہ کی تھی کتابت کی غلطی سے متن میں شامل ہوگئی۔

(۲) مقدمہ ص ۱۲ سطر ۴ "آپ نے مثنوی کا درس شاہ عبدالرزاق سے اور انھوں نے مولوی ابوالحسن کاندھلوی سے لیا تھا۔" واقعہ یہ ہے کہ حاجی صاحب نے شاہ عبدالرزاق سے تین بار مثنوی پڑھی اور بعض مقامات کی تحقیق مولوی ابوالحسن کاندھلوی سے فرمائی۔ لیکن ایسی کوئی سند نہیں ہے جس سے شاہ عبدالرزاق کا تلمذ مولوی ابوالحسن سے ثابت ہوتا ہو

(۳) مقدمہ ص ۱۲ سطر ۱۴ "مفتی صاحب کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تلمذ کا شرف حاصل تھا" دراصل مفتی الٰہی بخش کاندھلوی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ لیکن امداد المشتاق ص ۷، میں اسی طرح لکھا ہوا ہے اور اس غلطی کو دوسرے حضرات نے بھی دہرایا ہے۔

(۴) مقدمہ ص ۲۷ سطر ۴ نیز سطر ۱۲ " ان کے ہادی و مرشد" "اپنے ایک مخلص مرید اور صاحبِ ثروت راؤ عبداللہ خاں . . ." راؤ عبداللہ خاں رئیس پنجلاسہ دراصل حاجی سید عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ کے مرید تھے اور حاجی صاحبؒ کے چچا پیر ہوئے۔

(۵) مقدمہ صفحہ ۲۹ سطر ۱۰ " اب حرم نبوی کی توسیع جدید میں وہ مکان صحن حرم میں آگیا ہے" یہاں "حرم نبوی" سہو قلم ہے۔ حرم مکہ ہونا چاہئے۔ ثانیاً وہ مکان ابھی محفوظ ہے اور حرم محترم سے ۶۔ ۷ منٹ کے راستے پر واقع ہے۔

(۶) ص ۳۰ سطر ۳ مولوی احمد حسن ڈسکوی اور سطر ۷ میں مولانا احمد حسن کانپوری دونوں ایک ہی شخصیت ہیں یہ ڈسکہ (علاقہ پٹیالہ) کے باشندے تھے کانپور میں آباد ہو گئے تھے۔

(۷) مقدمہ صفحہ ۳۲ سطر ۳ " مولوی مشتاق احمد" یہ فارسی وغیرہ کا اچھا علم رکھتے تھے مگر اصطلاحی معنوں میں عالم نہیں تھے۔ منشی مشتاق احمد پٹواری کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔

(۸) مقدمہ ص ۳۳ سطر ۱۰ "پورے پچاس سال کے بعد"

مرقومات امدادیہ کا ایک ایڈیشن کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ ملتان سے اور دوسرا مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ بیان غلط ہے کہ یہ دوبارہ چھپی ہے۔

(۹) مقدمہ صفحہ ۳۴ حاشیہ مرقع اور مکتوب المعارف دو جداگانہ چیزیں ہیں اوّل الذکر ایک البم کی شکل میں محفوظ ہے اور موخر الذکر سہارن پور سے شائع ہوئی تھی۔

(۱۰) مقدمہ ص ۳۶ سطر ۱۷ نام سلطان عبدالحمید کی جگہ سلطان عبدالعزیز چاہئے۔

(۱۱) مقدمہ ص ۴۳ سطر ۱۴ صد فوائد کی جگہ نام مکاتیب رشیدیہ کا چاہئے۔ مکتوبات امدادیہ ہی کا دوسرا نام صد فوائد بھی ہے۔

---

(۶)

اظہارِ تشکّر

اس سے پہلے مرقومات امدادیہ کے مقدمہ میں بھی اس کا اظہار کرچکا ہوں کہ کتاب "امداد المشتاق" (جس کے ساتھ ہی مرقومات بھی طبع ہوئی تھی) مجھے جناب شعائر اللہ خاں رامپوری کی عنایت سے دستیاب ہوئی اور اُسی نسخے سے اشاعت ثانی کے لیے عکس تیار کیے گئے۔ ایک بار پھر اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

کتاب کے مقدمے میں بعض فروگذاشتوں کی طرف عم محترم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی مدظلہٗ اور عزیز گرامی مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی نے توجہ دلائی۔ موخر الذکر نے اتنی زحمت گوارا فرمائی کہ کاندھلہ سے سہارن پور جاکر وہاں سے ایک اچھے فوٹو گرافر کو ساتھ لیا اور پھر تھانہ بھون اور لوہاری جاکر میرے مطلوبہ آثار و مقامات کی تصاویر اپنے سامنے کھنچوائیں جو اس مقدمہ کے ساتھ طبع ہو رہی ہیں۔ ان آثار کا محفوظ کرنا بھی ضروری معلوم ہوا کیونکہ سو دو سو برس کے بعد ان کا اتنا نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے غیر مطبوعہ خطوط عم مکرم مولانا نسیم احمد فریدی مدظلہٗ نے مرحمت فرمائے ایک خط اور حضرت کے خادم عبد الرحیم صاحب کا بیان بھیا شیخ غیاث الدین مرحوم و مغفور (فرزند خان بہادر بھیا شیخ بشیر الدین رئیس لال کرتی میرٹھ) نے مرحمت فرمایا تھا اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور انھیں جزائے خیر دے۔

رسالہ مونس مہجوراں اور رسالہ کشکول کلیمی دونوں قلمی ہیں اور مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ)

میں محفوظ ہیں۔ حسن اتفاق سے حضرت مولانا محمد مسعود شمیم صاحب (مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) یہ دونوں نوادر اپنے ہمراہ دہلی لائے اور مجھے ان سے استفادے کا موقع مرحمت فرمایا میں اُن کی اس نوازش کے لیے صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نثار احمد فاروقی

نثار احمد فاروقی

شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی دہلی ۷

۱۵۔ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

۱۷۔ جولائی ۱۹۸۱ء جمعہ

ضمیمہ ۱

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ
کے خلفائے کرام

(اِس فہرست میں کچھ اضافہ اور ترمیم خاکسار مرتب "امداد المشتاق"، نے بھی کی ہے)

[ماخوذ از "احوال و آثار شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ"
مولفہ سید نفیس الحسینی
انجمن ارشاد المسلمین۔ لاہور ۱۹۸۰ء]

فہرست خلفائے کرام بہ ترتیب حروفِ تہجّی

	اسم گرامی	تاریخ وفات	مدفن
۱	مولانا سید ابوالقاسم ہسوی فتح پوری (نیز فیض یافتہ حضرت گنگوہیؒ)	۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ / ۱۲ مارچ ۱۹۱۱ء	
۲	مولانا سید احمد حسن محدث امروہوی (تلمیذ رشید مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)	۲۸-۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ	صحنِ جامع مسجد امروہہ
۳	مولانا احمد حسن کانپوری (ڈسکہ علاقہ پٹیالہ کے باشندے تھے دس سال مظاہر العلوم سہارن پور میں مدرس رہے پھر دار العلوم کانپور میں تشریف لے آئے تھے)۔	(۱۳۲۲ھ)	کانپور
۴	حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ / ۱۹ جولائی ۱۹۴۳ء	تھانہ بھون
۵	مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندی (شاگرد مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی) ولادت ۸ شوال ۱۲۹۴ھ سہ شنبہ	۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ / ۸ جنوری ۱۹۴۵ء دوشنبہ	راندیر گجرات
۶	مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ (استاد نظام حیدرآباد)	۱۳۳۶ھ	حیدرآباد
۷	مولانا شاہ بدر الدین پھلواروی	۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ / ستمبر ۱۹۲۴ء	پھلواری
۸	مولانا جلیل احمد صاحب		
۹	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (نیز مرید و خلیفہ حضرت گنگوہی)	۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ / ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء	دیوبند

مدفن	تاریخ وفات	اسم گرامی
	۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ	۱۰ حضرت مولانا سید حمزہ دہلوی
ٹونک	۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ	۱۱ حضرت مولانا حیدر حسن ٹونکی (شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ)
مدینہ منورہ	۱۵ر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ	۱۲ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری
دیوبند	۱۶ر ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ	۱۳ سیّد خورشید حسن (برادر علاتی میاں اصغر حسین محدّث دیوبندی) ولادت ۱۵ر صفر ۱۲۸۱ھ
		۱۴ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (شارح حماسہ والمتنبّی)
مدینہ منورہ	۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۰۸ھ	۱۵ مولانا رفیع الدین عثمانی دیوبندی (نیز خلیفہ شاہ عبدالغنی نقشبندی)
گنگوہ	۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ / ۱۱ر اگست ۱۹۰۵ء	۱۶ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
	(۱۲۸۳ھ سے ۱۲۸۹ھ تک مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس رہے)	۱۷ مولانا سخاوت علی انبیٹھوی
	۱۳۵۷ھ میں بقید حیات تھے۔	۱۸ مولانا شفیع الدین نگینوی مہاجر مکی
		۱۹ مولانا محمد شفیع نورنگ آبادی بلند شہری
دہلی	۳ر ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ / ۲۸ر جنوری ۱۹۳۶ء	۲۰ مولانا شرف الحق صدیقی دہلوی
		۲۱ مولانا صفات احمد غازی پوری
رام پور منہیاران	۲۸ر رمضان ۱۳۱۲ھ	۲۲ مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری نیز مرید و خلیفہ حافظ محمد ضامن شہیدؒ۔
چاٹگام	۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ	۲۳ مولانا سید عبدالحیٔ چاٹگامی
مکہ معظمہ	۲۹ر ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ کو ہجرت کی۔	۲۴ مولانا سید عبدالرحمٰن کاندھلوی

اسم گرامی	تاریخ وفات	مدفن
	مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کی حیات میں وفات پائی۔	
۲۵ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صدیقی امروہوی۔	۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ۔	امروہہ
۲۶ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری۔	۲۶ر ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ ۲۹ر جنوری ۱۹۱۹ء۔	رائے پور
۲۷ حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری	۱۹۰۱ء	میرٹھ
۲۸ شیخ عبدالفتاح بن السید مصطفیٰ (بیعت عثمانی و اجازت) شہر لاذقیہ میں تھے۔ (بحوالہ امداد المشتاق روایت نمبر ۳۵۸)		
۲۹ مولانا عبداللہ انصاری انبیٹھوی (داماد حضرت مولانا نانوتویؒ)	۱۳۲۲ھ میں زندہ تھے۔	
۳۰ مولانا شاہ عبداللہ جلال آبادی	۲۱ر شوال ۱۳۴۳ھ / ۱۵ر مئی ۱۹۲۴ء	
۳۱ سید محمد عبداللہ شاہ دیوبندی	۱۵ر صفر ۱۳۱۰ھ / ۸ر ستمبر ۱۸۹۲ء پنجشنبہ	دیوبند
۳۲ مولانا عبدالواحد بنگالی		
۳۳ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی (سابقاً مرید و خلیفہ حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندی)	۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء	دیوبند
۳۴ پیر جی محمد عطاء اللہ پانی پتی [۱]		
۳۵ مولانا عنایت اللہ مالوی	۱۳۰۵ھ	بمبئی

[۱] پیر محمد عطاء اللہ بن ہدایت اللہ بن حافظ شکر اللہ بن امان اللہ بن خلیل اللہ بن حبیب اللہ بن ولی اللہ بن حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ۔ پیر جی عطاء اللہ نے ایک کتاب الہاماتِ غوثیہ کا اُردو ترجمہ رجب ۱۳۴۰ھ میں کلکتہ سے شائع کرایا تھا۔ یہ ترجمہ مولوی نعمت اللہ امروہوی مدرس مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ نے کیا تھا۔ اسی کے مقدمہ میں صراحت کی گئی ہے کہ پیر جی کو حاجی صاحبؒ سے خلافت حاصل تھی۔

مدفن	تاریخ وفات	اسم گرامی
تھانہ بھون	۱۳۲۲ھ	۳۶ مولانا فتح محمد تھانوی (تلمیذ مولانا محمد یعقوب نانوتوی)
		۳۷ مولانا سید فدا حسین رضوی دربھنگوی (محی الدین نگری)
سہارن پور	۶ر فروری ۱۸۸۷ء (لاہور میں)	۳۸ مولانا فیض الحسن سہارن پوری رح (پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور)
	۱۳۳۷ھ	۳۹ مولانا قادر بخش سہسرامی (تلمیذ مولانا عبدالحی فرنگی محلی)
دیوبند	پنجشنبہ ۴ر جمادی الثانیہ ۱۲۹۷ھ ۱۵ر اپریل ۱۸۸۰ء	۴۰ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح
		۴۱ سید قاسم علی (میاں اصغر حسین محدث دیوبندی کے بھانجے) لہ
دہلی	۱۹۲۸ء	۴۲ مولانا کرامت اللہ خاں دہلوی (تلمیذ مولانا نانوتوی)
		۴۳ مولانا کرامت علی انبالوی۔
مکہ معظمہ	(حضرت حاجی صاحب رح کی وفات کے بعد عرصہ تک زندہ تھے)	۴۴ مولانا محب الدین مہاجر مکی۔
		۴۵ مولانا محمد ابراہیم صاحب اجراوری

لہ میاں اصغر حسین محدث دیوبندی کے فرزند سید اختر حسین نے میاں صاحب کی سوانح عمری لکھی تھی اس میں حاجی صاحب رح کے دیے ہوئے خلافت نامہ سے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ اس میں فرخ سیر میاں صاحب کا عرفی نام ہے:
"بپاس خاطر مخلص مکرم معرفت آگاہ سید محمد عبداللہ شاہ صاحب بیعت مع الاجازت برائے عزیزان شاہ محمد حسن و سید قاسم علی و خورشید حسن و فرخ سیر مقبول و منظور کردہ دعائے خیر ادا کردہ شد" (سوانح اصغری ص۱۱)

اسم گرامی	تاریخ وفات	مدفن
۴۶ مولانا محمد احسن وحشی نگرامی	(مؤلف وفیات الاخیار)	
۴۷ مولانا حافظ محمد احمد نانوتوی (خلف الرشید مولانا نانوتوی رح)	۳ر جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء	حیدرآباد دکن
۴۸ مولانا قاضی محمد اسمٰعیل صاحب		
۴۹ مولانا محمد افضل صاحب بخاری ولایتی مقیم آگرہ	۱۹۳۲ء	آگرہ
۵۰ مولانا محمد حسن پانی پتی رح		
۵۱ سید شاہ محمد حسن دیوبندی (مولانا اصغر حسین کے والد) ولادت ۱۵ر شعبان ۱۲۵۳ھ / یکم نومبر ۱۸۳۷ء	۲۰ دسمبر ۱۸۹۴ء	دیوبند
۵۲ مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی رح	۸ر رجب ۱۳۲۲ھ	اجمیر شریف
۵۳ مولانا محمد خلیل الرحمٰن رڑکوی مہاجر مدنی	۱۷ر محرم ۱۳۲۸ھ	جنت البقیع مدینہ منورہ
۵۴ مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی	۳ر صفر ۱۳۵۴ھ / ۲۱ر مئی ۱۹۳۵ء	پھلواری
۵۵ مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادی (نیز خلیفہ حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی)	۳ر شوال ۱۳۴۷ھ	مرادآباد
۵۶ حضرت مولانا عابد حسین دیوبندی (نیز مرید و خلیفہ میانجی کریم بخش رامپوری)	۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء	دیوبند
۵۷ مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ و مرید و خلیفہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی)	۹ر ربیع الاول ۱۳۴۶ھ / ۱۳ر ستمبر ۱۹۲۷ء	مونگیر (بہار)
۵۸ مولانا منشی محمد قاسم نیانگری (نیز مرید و خلیفہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی)		
۵۹ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اوّل دار العلوم دیوبند۔	۳ر ربیع الاول ۱۳۰۲ھ / ۲۱ر دسمبر ۱۸۸۴ء	نانوتہ

اسم گرامی	تاریخ وفات	مدفن
۶۰ مولانا محمد یوسف تھانوی فرزند حافظ محمد ضامن شہیدؒ		
۶۱ شیخ محمود طرابلسی		
۶۲ مولانا محمود حسن دیوبندی (نیز خلیفہ حضرت گنگوہی)	۱۸/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء	دیوبند
۶۳ حضرت مولانا نواب محی الدین احمد خانصاحب فاروقی مرادآبادی (تلمیذ حضرت نانوتوی)	ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ	مرادآباد
۶۴ شیخ مصطفیٰ (لاذقیہ)	(بحوالہ امداد المشتاق روایت نمبر ۲۵۸)	
۶۵ مولانا محی الدین خاطر میسوری		
۶۶ مولانا منظور احمد صاحب		
۶۷ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (نیز مرید و خلیفہ حضرت شمس الدین سیالوی)	۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء	گولڑہ
۶۸ حضرت مولانا حاجی نور محمد صاحب۔		
۶۹ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب مکیؒ		
۷۰ حضرت مولانا شاہ وارث حسن لکھنوی (نیز مرید و خلیفہ حضرت گنگوہی)	۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ	کوڑہ جہان آباد

ضمیمہ ۲

شجرہ سلسلۂ خلفائے کرام
حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتی امروہویؒ

مرتبہ

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

[یہ شجرہ خاندانی بیاضوں اور کتابوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا ہے اور مکمل نہیں ہے]

سلسلۂ خلفائے کرام

حضرت سیدنا خواجہ شاہ عبدالہادی چشتی رح

- حضرت شاہ عبدالباری رح سجادہ نشین اوّل و نبیرہ
  - شاہ رحمان بخش فرزند و سجادہ نشین دوم
  - میر سید حاتم علی
  - حاجی سید عبدالرحیم ولایتی شہید رح
    - میاں جی نور محمد جھنجھانوی
      - حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح ف ۱۳۱۷ھ (فہرست خلفاء علیحدہ درج ہے)
      - حافظ محمد ضامن شہید رح
        - مولوی عبدالحق انبیٹھوی
          - شیخ احمد انبیٹھوی
      - شیخ محمد محدث تھانوی رح
        - قاضی محمد اسمٰعیل منگلوری
          - قاضی عبدالغنی منگلوری (اصغر گونڈوی اور جگر مرادآبادی کے مرشد)
    - راؤ عبداللہ خاں
    - امام الدین
    - حکیم ضیاء الدین رامپوری (نیز خلیفہ میاں جی نور محمد و حاجی صاحب رح)
  - مولانا ابو محمد (بریلی)
  - شاہ نور لاہوری (لاہور)
  - سید حبیب شاہ
  - شیخ فتح محمد
  - حاجی خیر الدین (امروہہ)
  - شاہ دوست محمد
  - محمد منیر شاہ
- حضرت شاہ دوست محمد نبیرہ
  - میاں جی محمد منیر
  - حاجی اللہ بخش گنوری
  - حبیب شاہ
  - شیخ فتح محمد
  - شاہ نور پنجابی
- شاہ محمد مکمل مرادآبادی
- سید نزہت علی شاہ بریلوی
- سید قاسم شاہ
- سید عبدالکریم شاہ
- قاضی شیخ الاسلام
- حافظ کلن شاہ
- حاجی اللہ بخش گنور۔ بدایوں
- سید نثار علی بخاری بریلی
- حاجی اکبر شاہ
- مولانا محمد عمر (سیتل)
- مولانا محمد حسن عباسی (بریلی)
- قاضی صدر الشریعۃ (بریلی)

- شاہ غلام مصطفیٰ — فرزند و سجادہ نشین ۳
  - مولانا عبدالمعید — مہاجر مدنی
  - مولانا عبدالمجید
  - قاضی ولی محمد عرف ولی جی (نوادہ شیخان)
  - مفتی امیرالدین
  - قاضی عوض علی (بیسلپور)
  - مولانا رجب علی (بریلوی)

- حاجی شاہ محمد ابراہیم رح — فرزند و سجادہ نشین ۴
  - سید احمد رضا (بسولی)
  - حاجی مسکین شاہ
  - حاجی رحیم بخش (برما والے)
  - حاجی خلیل شاہ
  - مولوی احمد حسین
  - قاضی عبدالمجید
  - صوفی عبدالرزاق (متوفی مئی ۴۲ ۱۹ء)

- شاہ سلیمان احمد رح (ف ۱۹۶۲ء) — فرزند و سجادہ نشین ۵
  - شاہ محمد مخدوم — فرزند
  - مولوی رونق حسین — بریلی
  - قاضی عبدالحکیم — بریلی
  - صوفی احمد حسن — بریلی
  - شیخ سعدالدین — ڈھکیا
  - شیخ علی جان — بریلی
  - حاجی محبوب علی — ساڈھورہ

- حکیم شبیر احمد رح (وفات ۱۹۵۹ء) — فرزند
  - اعجاز حسین خاں (احال مقیم لندن)
  - امداد حسین خاں
  - حکیم نظیر احمد (حیدرآباد) — نبیرہ

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۝

بچوں آیت ناطق ست بہ معیت کہ عام ست اتباع را با
صادقین اہل احقاق + و درایں توقف اتباع بر
اطلاع بر مقالات وحالات آں عشاق بود رسالہ

امداد المشتاق
الیٰ
اشرف الاخلاق

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی اشرف علی

کاشف بود از تذکرہ سیدنا و مولانا حضرت الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب
رحمہ اللہ کہ منتخب بود در عصر خود از عرفاء آفاق + افادۃً
لاہل الاشواق + باہتمام محمد شبیر علی عفی عنہ " مدیر رسالہ النور "

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق

بندے از تذکرۂ شیخ العلماء سید العرفا حجۃ اللہ فی زمانہ و آیۃ اللہ فی اوانہ اعلیٰ حضرت مرشدنا و ہادینا الحاج الحافظ الشاہ محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہ و افاض علینا برہ کہ جمع کرد آنرا احقر الانام اشرف عفی عنہ برائے نام بفرمایش دلدادۂ عشاق اسم بامسمی مشتاق عفی عنہ و ملقب گردانیدش برعایت اسمائے ثلثہ بہ امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق۔

نفع اللہ تعالیٰ بہا الطالبین و ہدی بہا السالکین

اضطراب والتہاب حضرت محبوبی مرشدی کا نام پاک جو اسوقت لسان قلم پر آیا روح کی میرے ساتھ کشاکشی کی وہ حالت ہے جسکی مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کے نام آنے پر حکایت فرمائی ہے۔

چوں حدیث روئے شمس الدین رسید — شمس چارم آسماں سر درکشید
واجب آمد چوں کہ بردم نام او — شرح کردن رمزے از انعام او
ایں نفس جاں دامنم برتافتہ است — بوئے پیراہان یوسف یافتہ است
کز برائے حق صحبت سالہا — بازگو رمزے از آں خوش حالہا
تا زمین و آسماں خنداں شود — عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
گفتم اے دور اوفتادہ از حبیب — ہمچو بیمارے کہ دوراست از طبیب
لاتکلفنی فانی فی الفنا — کلت افہامی فلا احصی ثنا
کل شئے قالہ غیر المفیق — ان تکلف او تصلف لایلیق
ہرچہ میگوید موافق چوں نبود — چوں تکلف نیک نالائق نمود
من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست — شرح آں یارے کہ آں را یار نیست
خود ثنا گفتن زمن ترک ثنا است — کیں دلیل ہستی و ہستی خطا است
شرح ایں ہجران و ایں سوز جگر — ایں زماں بگذار تا وقت دگر
قال اطعمنی فانی جائع — فاعجل فالوقت سیف قاطع

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق　　نیست فردا گفتن از شرط طریق
تو مگر خود مرد صوفی نیستی　　نقد را از نسیہ خیزد نیستی
گفتمش پوشیدہ خوشتر سر یار　　خود تو در ضمن حکایت گوش دار
خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں　　گفتہ آید در حدیث دیگراں
گفت مکشوف برہنہ بے غلول　　باز گو رنجم مدہ اے بو الفضول
پردہ بردار و برہنہ گو کہ من　　می نگنجم با صنم در پیرہن
گفتم ار عریاں شود او در جہاں　　نے تو مانی نے کنارت نے میاں
آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ　　برنتابد کوہ را یک برگ کاہ
بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو　　بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

مگر اتنا فرق ہے کہ اس منازعت میں مولانا اپنی روح پر غالب ہے چنانچہ یہاں حضرت شمس رح کا تذکرہ بند ہو گیا اور احقر اپنی روح پر اس لئے غالب آسکا کہ اُسکے ساتھ ایک دوسری روح مشتاق تقاضے میں شریک ہو گئی اس شرکت کا بقول مسلّم دو دل یکشود بشکند کوہ را وہ اثر ہوا جو مولانا پر ایک دوسرے مقام پر ایک دوسرے مضمون کے باب میں ایسی ہی شرکت سے ہوا جسکی حکایت اس طرح فرمائی ہے۔

اے حیات دل حسام الدین بسے　　میل می جوشد بقسم سادسے
گشت از جذب چو تو علامۂ　　در جہاں گرداں حسامی نامۂ
پیش کش بہر رضا یت می کشم　　در تمام مثنوی قسم ششم
پیش کش می آرمت اے معنوی　　قسم سادس در تمام مثنوی

چنانچہ تتمہ مثنوی کی کتابت واقع ہوئی اسی طرح میں بھی اس اجتماع روحین سے مغلوب ہو کر کچھ کچھ تذکرہ حضرت کا بلالحاظ ترتیب لکھتا ہوں اس میں زیادہ حصہ سفینہ سے ملتقط ہے اور کچھ سینہ میں محفوظ ہے فاستمعوا وانتفعوا۔

احقر اشرف علی تھانوی عفا اللہ عنہ نصف اخیر شوال ۱۳۲۳ھ

حالات تاریخی

حالٌ[۱] ۔ ارباب بصیرت و اصحاب خبرت پر ظاہر ہو کہ ولادت با سعادت حضرت ایشاں بتاریخ بست و دوم ماہ صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ[۱] ایکہزار دوسوتینتیس ہجریہ مقدسہ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی قصبہ مذکور وطن اجداد مادری حضرت کا ہے اسم مبارک والد ماجد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نواسۂ حضرت مستند الوقت جناب حافظ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہما نے بلقب امداد اللہ ملقب فرمایا آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حافظ محمد امین بن حضرت حافظ شیخ بڈھا بن حضرت حافظ شیخ بلاقی بن حضرت شیخ عبد اللہ بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عبد الکریم بن حضرت شیخ عبد الرحیم بن حضرت شیخ سراج الدین بن حضرت قاضی چندن بن حضرت قاضی محمد موسی بن حضرت قاضی محمد نصر اللہ خاں بن حضرت قاضی محمد یعقوب خاں بن حضرت شیخ نظام الدین بن حضرت شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ[۲] (شمائم امدادیہ صـ۶)

---

[۱] حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک بار فرمایا کہ حضرت کی عمر اب پچاسی یا چھیاسی سال کی ہے اور میری بہتر سال کی میری پیدائش ۱۲۴۴ھ کی ہے حضرت میں اور مجھ میں تیرہ یا چودہ سال کی کمی بیشی ہے (تذکرۃ الرشید صـ۲۸۲)

[۲] ہمارے قصبہ کے کاغذات میں اسی طرح ہے اور آگے ان کے سلسلۂ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نام بھی ہے مگر ترجیح الراجح مذکور تتن میں اس غلطی کا منشا ذکر کر دیا گیا ہے اور ان فرخ شاہ کی نسبت زبدۃ المقامات میں مضمون ذیل ہے ۔ مروی از اجلۂ امراء و اعاظم وزراء سلاطین کابل بودہ نخستیں نزیل ہندوستان او ست کہ از غزنین و کابل بدیار ہند آمدہ ۔ گویند دے باوصاف خجستہ موصوف بود و بترویج اسلام و توہین عبدۂ اصنام معروف اھ (از ضمیمہ تتمہ سادس تنبیہات) اور السلسلۃ الذہبیہ میں یہ مضمون ہے یہ سلطان شہاب الدین علی جملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صوفیہ سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کر کے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار اور توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے ہیں اور پھر بامراد بہت سا غنیمت کا مال لیکر کابل کو مراجعت فرما ہوئے آخر الامر ایسی عنایت الٰہی ہوئی کہ آپ کی توجہ سلوک طریقہ علیہ حضرات چشتیہ کی طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں سے مستفید ہو کر کمال کے درجہ کو پہونچے اور ایک عالم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوا ۔ ترک سلطنت اور قبول فقر کے بعد کوہستان (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

ف - فرخ شاہ کے نسب کی تحقیق ترجیح الراجح فصل چہلم النور بابت رمضان و شوال ۱۳۴۲ھ میں ہے جس میں اُن کا فاروقی ہونا اور اُن کے سلسلۂ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے

حال - اور اجداد حضرت ایشاں قلبی و روحی فداہ موضع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں مسکن گزین تھے (شمائم امدادیہ ص)

حال - اور حضرت صاحب مدظلہ و روحی و قلبی فداہ کے دو برادر کلاں و یک برادر و ہمشیر خورد بھی تھیں بڑے بھائی ذوالفقار علی و منجھلے فدا حسین نام تھے اور تیسرے خود حضرت ایشاں اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء نام تھیں ابھی زمانہ سن حضرت ایشاں کا صرف سات سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینی بنت حضرت شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی نے انتقال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون ط اور وقت وفات انہوں نے حضرت کے لئے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ بعد میری وفات کے میرے اس تیسرے بچہ کو کسی وقت بھی کیا بروقت تعلیم کیا کسی اور وقت اور کسی وجہ سے کبھی کوئی شخص ہاتھ نہ لگاوے اور زجر و ضرب نہ کرے چنانچہ بعد انتقال والدہ ماجدہ حضرت ایشاں اُن کی اس وصیت کی

کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی اور تا مدت عمر وہاں ہی رہ کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور انتقال کے بعد وہاں ہی دفن ہوئے - چنانچہ آج تک وہ موضع بہ درۂ فرخ شاہ معروف و مشہور ہے اور قبر مبارک زیارتگاہ خاص و عام ہے اھ - تبغیر بعض الروابط (از تتمہ سابعہ تنبیہات) اور رسالہ عرس کل میں مع ذکر ان کے والد کے یہ مضمون ہے - حضرت خواجہ محمود نصیر الدین اعز الدین حسین فاروقی رح ابن خواجہ محمود فاروقی رح کی شادی سلطان مسعود غزنوی ابن سلطان محمود غزنوی کی لڑکی سے ہوئی خواجہ نصیر الدین کے بیٹے سلطان شہاب الدین علی معز الدین محمد غوری عرف فرخ شاہ کابلی نے ہندوستان میں چمنستان اسلام کو دوبارہ رونق دی - اُن ہی کی پشت سے حضرت قطب الاقطاب غوث العالمین رفیع الدین فاروقی رح عرف امام نامدار شاہ تھے جنکو سلطان فیروز شاہ نے سرہند شریف کا پہلا متولی بنا کر بھیجا - اور آپ وہیں بس گئے آپ ہی کی نسل سے حضرت زین العابدین فاروقی تھے جنکے ایک بیٹے حضرت عبد الصمد سے حضرت مولانا آذان گاچھی صاحب ہیں اور دوسرے بیٹے حضرت عبد الاحد حضرت امام ربانی احمد فاروقی مجدد الف ثانی کے والد بزرگوار تھے اھ ۱۲ منہ

تعیل میں یہانتک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپکی تعلیم کیطرف کچھ توجہ و التفات نہ ہوا لیکن چونکہ تائید ربانی ابتدائے خلقت سے مربی حضرت ایشاں کی تھی اُس زمانہ صغر سنی میں بھی باوجود عدم توجہی و مطلق العنانی کبھی لہو و لعب نا مشروع میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرمایا اور اپنے شوق سے اکثر حفاظ کو استاد بنایا۔ مگر تقدیرات سے کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہونچی یہانتک کہ بتوفیق الٰہی ۱۲۵۸ھ بارہ سو اٹھاون ہجری میں چند دن میں یہاںؑ اس کی تکمیل ہوگئی اور سولہ سال کے سن میں وطن شریف سے بہمراہی حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی تحصیل فرمائے اور کچھ صرف و نحو اساتذہ عصر کی خدمت میں حاصل کی اور مولانا رحمت علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تکمیل الایمان شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہ کی قرارت اخذ فرمائی (شمائم امدادیہ ص۹) **ف** جامع کہتا ہے کہ میں نے حافظ عبد القادر صاحب تھانوی مرحوم سے سنا ہے کہ آپنے خوشنویسی میر پنجہ کش سے حاصل کی حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی وصلیاں بخط نسخ میں نے دیکھی ہیں بہت ہی پر زور قلم ہے اور میں نے ایک حزب البحر مع اعتصام و اختتام کے حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی قاضی انعام الحق صاحب رامپوری کے پاس دیکھی جو اُن کے والد مرحوم کے زمانہ کی ہے اور اخیر میں اپنی اجازت کا تذکرہ مع تاریخ تحریر فرمایا ہے ہر چند کہ اُس میں حضرت کا نام تو ہے نہیں مگر جہاں تک میری شناخت ہے حضرت ہی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے نہایت خوشخط ہے۔

سنہ ۱۲۵۸ھ

مہارت در صنائع ضروریہ

حالؔ ۔ جناب مخدوم العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب کا تھا حضرت مخدوم کی ناناہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن انکی یہاں بیاہی تھی اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت محبت و اخلاص فرماتے جزو بندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں نے سیکھی اور اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھیں (سوانح مولنا محمد قاسم صاحب ص۹)

حالؔ ۔ ہنوز تکمیل علوم ظاہرہ میسر نہ ہوئی تھی کہ ولولۂ خدا طلبی دل اخلاص منزل حضرت ایشاں میں جوش زن ہوا اور بعمر ہیژدہ سالگی دست حق پرست حضرت مولانا نصیر الدین حنفی نقشبندی مجددی غازی دہلوی

نور اللہ مرقدہ کہ خلیفہ و مرید حضرت مولانا شاہ محمد آفاق قدس اللہ سرہ الاقدس و شاگرد و داماد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر و نیز شاگرد حضرت مستند الوقت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی انار اللہ برہانہ تھے طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور اذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فرمائے اور چند دن تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہکر اجازت و خرقہ سے مشرف ہوئے بعد ازاں بہ الہام غیبی و بجذبہ لذت کلام نبوی مشکوٰۃ شریف کا ایک ربع قراءۃً عاشق زار رسول انور حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گذرانا اور حصن حصین و فقہ اکبر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ قراءۃً حضرت مولانا عبد الرحیم مرحوم نانوتوی سے اخذ کیا اور یہ ہر دو بزرگوار ارشد تلامذہ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی کے تھے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ خاتم دفتر ششم مثنوی مولانا رومی علیہ الرحمہ و شاگرد حکیم امت محمدیہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تھے اور مثنوی معنوی حضرت محی الدین مخدومی مولانا شیخ جلال الدین رومی قدس اللہ روحہ کو جس میں معانی کتاب و سنت کو زبان فارسی میں لاکر بطرز حمید و عنوان جدید ادا فرمایا ہے اور اس شعر میں ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں

خود اس نکتہ عجیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے طرز بیان میں شور عشقی بحسن اسلوب زیادہ کیا ہے اور اس ادائے خاص میں امام العاشقین تھے اور گویا کہ جذبات الٰہیہ و اسرار صمدیہ انکے لئے ودیعت رکھے گئے تھے اور اصول دخیلہ و اسرار معارف ربانیہ کو انواع انواع طریقوں سے ظاہر و ہویدا فرمایا ہے بالجملہ تعریف مثنوی معنوی جو کچھ کیجاوے ایک منجملہ سو کے بھی نہ ہوسکیگی ناگزیر خاموشی کی آبروریزی نہ کرکے اس قلیل فقرات پر کہ دال کثیر ہیں بس کیا مولانا شاہ عبد الرزاق رحمہ اللہ سے قراءۃً اخذ کیا اور نمک خمیر اپنے ولولۂ دل کا بنایا اور مولانا شیخ عبد الرزاق نے مثنوی معنوی کو جناب حضرت مولانا شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ سے قراءۃً لیا تھا اور شیخ ابوالحسن نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندہلوی مذکور خاتم دفتر ششم سے سماعۃً و قراءۃً حاصل کیا تھا اور حضرت مولانا مفتی رحمہ اللہ نے عالم رویا میں مصنف قدس سرہ سے پڑھا تھا اور واسطے ختم دفتر ششم کے مامور ہوئے تھے الحاصل چونکہ حضرت ایشاں نے مطالعہ مثنوی کو بطور ورد کے معمول فرمایا تھا خاطر اقدس کو ایک حرکت بلیغ پیدا ہوئی تھی اور جوش و خروش

باطنی آئینہ چہرہ انور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اور داعیہ تکمیل سلوک ساحت سینہ صفا گنجینہ میں جلوہ اضطرار ڈالتا تھا۔ یہاں تک کہ اُسی درمیان ایک دن آپ نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلےٰ و اقدس حضرت سرور عالم مرشد اتم صلے اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ واتباعہ وسلم میں حاضر ہوں غایت رعب سے قدم آگے نہیں بڑھتا ہے کہ ناگاہ میرے جد امجد حضرت حافظ بلاقی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میانجیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کر دیا اور اس وقت تک بعالم ظاہر میانجیو صاحب رحمہ اللہ تعالے سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا بیان فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا عجیب انتشار و حیرت میں مبتلا ہوا کہ یارب یہ کون بزرگوار ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا اور خود مجکو اُن کے سپرد فرمایا اسی طرح کئی سال گذر گئے کہ ایک دن حضرت استاذی مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمہ اللہ تعالے نے میرے اضطرار کو دیکھکر بکمال شفقت و عنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحب سے ملاقات کرو شاید مقصود دلی کو پہونچو اور اس حیص و بیص سے نجات پاؤ جناب ایشاں بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ کیا کروں آخر بلا لحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدتِ سفر ؏ سے حیران و پریشان چلا جاتا تھا یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے بارے بہ کشش و کوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال جناب شاں ملاحظہ کیا صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہوگیا اور آپے سے گذر گیا اور افتاں و خیزاں اُن کے حضور میں پہونچکر قدموں پر گر پڑا حضرت میانجیو صاحب قدس اللہ اسرارہ نے میرے سر کو

؏ مسافت تو زیادہ نہیں لیکن غالباً پیادہ روی کی عادت نہ ہونے سے یا موسم کی شدت سے ایسا اتفاق ہوا ہو ۱۲ منہ

اٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت وعنایت فرمایا کہ تمکو اپنے خواب پر کامل وثوق ویقین ہے یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجیو صاحب کی ظاہر ہوئی اور دل کو بکمال استحکام مائل بجود کیا۔ الحاصل ایک مدت خدمت بابرکت جناب موصوف مین حلقہ نشین رہے اور تکمیل سلوک سلاسل اربعہ عموماً وطریق چشتیہ صابریہ خصوصاً کیا اور خرقہ خلافت تامہ واجازت خاصہ وعامہ سے مُشرف ہوئے بعد عطائے خلافت حضرت میانجیو صاحب نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جسکی رغبت ہو وہ تمکو بخشون آپ سُنکر رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے خدا کو چاہتا ہون وہی مجھکو بس ہے حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ یہ جواب تمکین سنکر بہت مسرور وخوش مزہ ہوئے اور آپ کو بغل گیر فرما کر علو ہمت پر آفرین کی اور دعا بائے جزیلہ وجمیلہ دین اور خود حضرت میانجیو صاحب انار اللہ ضریحہ نے ۱۲۵۹ھ ایک ہزار دو سو انسٹھ ہجری مین رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

بعد ازان گونہ قلب مبارک مین جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانہ کو چلے گئے مخلوق سے نفرت فرماتے تھے اور جنگل پنجاب وغیرہ مین بسر فرماتے تھے اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مشرف ہوتے تھے یہانتک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گذر جاتے اور ذراسی چیز حلق مبارک مین نہ جاتی اور حالت شدت بھوک مین اسرار وعجائب فاقہ منکشوف ہوتے تھے۔ بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف مین ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا چند روپے مین نے بطور قرض مانگے باوجود موجود ہونیکے انکار صاف کر دیا۔ اسکی اس نا التفاتی سے تکدر وملال دل مین پیدا ہوا چند منٹ کے بعد تجلی توحید افعالی نے استعلا فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فعل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے اس وقت سے خلوص اُس دولت کا زائد ہوا اور وہ تکدر مبدل بہ لطف ہوگیا۔ اس واقعہ کو چند ماہ گذرے تھے کہ مین مراقبہ مین تھا سیدنا جبرئیل وسیدنا

میکائیل علیہما السلام کو بغایت جلال ملکانی و نہایت جمال نورانی سنبل کاکل سیاہ کندہون پر ڈالے ہوئے اور سبزہ نہ اوگا ہوا دیکھا محو خود رفتہ ہوگیا جو لذت کہ حاصل ہوئی احاطۂ بیان مین نہین آسکتی اور وہ دونون تبسم کنان دزدیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کہا۔ راقم (مؤلف) ہیچکارہ نے بخدمت حضرت الیشان قلبی وروحی فداہ عرض کیا کہ تعبیر دیکھنے ان فرشتگان اولوالعزم کیا تھی۔ ارشاد فرمایا کہ مرتبہ نزدیکی کا مجہپر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھنا جبرئیل کا بشارت اس امر کی ہے کہ بفضلہ سبحانہ حصۂ وافر علم و تعلیم و ارشاد و ہدایت سے مجھکو مرحمت ہوگا۔ کہ یہ خدمت انکو تفویض ہے اور دیکھنا میکائیل کا اشارہ ہے اس طرف کہ مایحتاج بہ فی الدنیا بے تکلف میسر آوے کہ قسمت و تقسیم رزق کی حضرت میکائیل سے متعلق ہے۔ راقم ہیچمیرز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ فی الواقع ایسا ہی ہوا سائل چند منٹ مین ایک ادنی اشارہ حضرت الیشان سے صاحب حال ہوتا ہے ایک شخص نے راس الاذکیا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے پوچھا کہ حضرت مخدوم عالم حاجی امداد اللہ صاحب عالم بھی ہین اُسکے جواب مین فرمایا کہ عالم ہونا کیا معنی اللہ نے انکی ذات پاک کو عالم گر فرمایا ہے اور نیز رسالۂ آبحیات مین لکھتے ہین مین جس وقت مکہ معظمہ مین زیارت حضرت الیشان سے شرف اندوز ہوا بوجہ تہیدستی دین و دنیا کچھ پیشکش نہ کرسکا بجز اسکے کہ ان ہی اوراق سیاہ مسودہ کو پیشکش کرکے رسم پیشکش بجالایا۔ شکریۂ عنایت گرامی کس زبان سے ادا کرون کہ اس ہدیۂ محقرہ کو قبول فرمایا اور اسکے صلہ مین دعاہائے جزیلہ فرمائین اور تصحیح وجدانی و تحسین لسانی زیادہ کیا اور میری تسکین فرمائی کہ بسبب اپنی کم مائگی و ہیچمدانی کے اس تحریر کی صحت مین جو تردد مجھکو تھا رفع ہوگیا پھر اب اگر کوئی یہ سمجھے ضرور تھوڑا متعجب ہو کہ کجا تحقیق و تنقیح قاسم نادان اور کجا یہ صحت و تصحیح یہ تمام نور افشانی بدولت اسی شمس العارفین کے ہے اور اس جگہ مین مثل زبان و دست و قلم واسطۂ ظہور مضامین مکنونہ دل عرش منزل حضرت الیشان ہوا ہون ورنہ اپنی ہیچمدانی

اس بے سروسامانی وپریشانی پر دو شاہد عادل ہین جن سے انکار نہین کرسکتا۔ انتہی بترجمہ راقم مسکین (مؤلف) نے اکثر زبان حق ترجمان حضرت الیشان قلبی وروحی فداہ سے سنا ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ مولوی محمد قاسم مرحوم کو میری زبان بنایا تھا جیسے مولانا روم کو حضرت شمس تبریز قدس سرہ کی بنایا تھا اور نیز حضرت مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ اسی زمانہ مین مراقبے مین مین نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھا قدسنا اللہ باسرارہ کہ فرماتے ہین کہ مین نے تمہارے ہاتھ پر زر خطیر کا صرف رکھا یہ سنکر مین رونے لگا اور عرض کیا کہ مین نے اسلئے قدم شریف نہین پکڑے ہین اور مین قوت تحمل اس خدمت کی بھی نہین رکھتا ہون ہان ایک قطرہ بحار سینہ باسکینہ انوار گنجینۂ حضرت والا سے چاہتا ہون کہ سوائے معارف حضرت حق کے نہین ہے حضرت خواجہ روّح اللہ روحہ نے تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضروریہ دنیویہ تمہاری بند نہ رہیگی جس قدر ضرورت ہوگی بوجہ نیک رفع ہوجا دیگی فالحمد للہ کہ اس وقت سے ایسا ہی ظہور مین آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا اور نیز اُسی دن خدمت اشہرِ فقرا و زمان صاحب تمکین وعرفان مولانا سید قطب علی جلال آبادی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ مین بتقریب فاتحۂ والدہ ماجدہ حضرت ممدوح گیا تھا حضرت سید صاحب موصوف بکمال عنایت واخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ مین خود آپ کے پاس ارادۂ حاضری رکھتا تھا تا کہ تمکو بشارت پہونچاؤن اور مبارکباد دون نسبت اُس واقعہ کے جو مین نے دیکھا ہے یعنی مین نے عالم واقعہ مین تمام اولیا کو عموماً وحضرات خواجگان چشت کو خصوصاً دیکھا ذکر تمہارا سنا ایک صاحب نے ان مین سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف اُنکے بہت ہین اور آمدنی اقل قلیل۔ اُسکے جواب مین بزرگان چشت نے فرمایا (قدس سرہم) کہ ہان ایسا ہی تھا لیکن فی الحال واسطے رفع مایحتاج کے انکے لئے وظیفہ مقرر کردیا گیا ہے اب جس قدر کہ حاجت ہوگی عنایت ہوا کریگا۔

فالحمد للہ علی نوالہ کہ تب سے رفع ضروریات لاحقہ بلاتردد و تفکر غیب سے ہوتا ہے راقم عاجز نے بچشم خود دیکھا ھے کہ مصارف کثیر بے سبب ظاہری باحسن وجوہ انجام پاتے ہین یہان سے معلوم ہوا کہ استغنائے تام پرستاران حضرت الیشان سے ہے کبھی اغنیاء و امراء کے یہان قدم رنجہ نہین فرماتے بلکہ اُنکی طرف اُس قدر التفات بھی نہین کرتے جتنا کہ فقراء و مساکین پر نظر ہوتی ہے الا جو کوئی کہ خادم خاص ہے اور حسبۃً للہ بخدمت عظامی حاضر ہوتا ہے کہ وہ بھی درویشی کے رنگ مین ہوتا ھے اور قصہ حاجی نواب فیض علیخان مرحوم برادر نواب محمود علیخان رئیس چھتاری مشہور و معروف ہے اور یہ حالت جذب و صحرا نوردی تقریباً چھ ماہ تک رہی راقم مسکین نور اللہ قلبہ بنور العرفان عرض رسا ھے کہ مین نے ثقات سے سنا ھے کہ اُس زمانہ مین کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ آپکے سامنے سے گذر کرتا اور متاثر نہ ہوتا اور اسیر رعب نہ ہوتا پھر توجہ و التفات کی حالت کا کیا ذکر اور اسی حالت ذوق و شوق مین سنہ ۱۲۶۰ ایک ہزار دوسو ساٹھ ہجری قدسی مین سید کائنات اشرف مخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا فرماتے ہین کہ تم ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھکر خواہش زیارت مدینہ طیبہ دل عشق منزل مین متمکن ہوئی یہان تک کہ بلافکر زاد راحلہ کے آپنے عزم مدینہ منورہ کر دیا اور چل کھڑے ہوئے جب ایک گاؤن مین پھونچے آپکے بھائیون نے کچھ زاد و راحلہ روانہ کیا حضور نے اُسکو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے یہان تک کہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۱ بارہ سو اکسٹھ ہجری کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندر جدہ کے ہے جہاز سے اترے اور براہ راست عرفات کو تشریف لیگئے اور جملہ ارکان حج بجالائے اور مکہ معظمہ مین حضرت مشہور فی الآفاق مولانا محمد اسحاق محدث حنفی دہلوی ثم المکی قدس سرہ و حضرت عارف باللہ سید قدرالدین حنفی بنارسی ثم المکی سے کہ کرامات و خرق عادات مین مشہور تھے فیض و فوائد حاصل کئے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ نے چند وصایا فرمائے

ازانجملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہئے اور یہ کہ تاامکان خود قوتِ حرام و مشتبہ سے پرہیز واجب جانے کیونکہ لقمۂ مشتبہ و حرام سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ؕ تعلیم فرمایا تاکہ ملاحظہ معنے صورت رویت حق تعالیٰ خود کو ملاحظہ کرے اور اُس پر مواظبت رکھے تاکہ وجدان صورت ملکہ کا ہووے اور دوسری باتین تعلیم فرمائین اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اور فرمایا کہ فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کو جانا قرین مصلحت ہی پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمام تعلقات منقطع کرکے اور بہ ہمت تمام یہان آؤ گے البتہ چندے صبر ضروری ہے اس وقت مدینہ منورہ کا راستہ مامون تھا اور کوئی شورش بدویون وغیرہ کی نہ تھی اور آپ کے دل شوق منزل کو سخت اضطراب و قلق مدینہ طیبہ کی حاضری کا تھا کہ علت غائی اس سفر کی یہی تھی خیال تھا کہ اگر وہان جانا نہوا تو گویا تمام محنت مفت رائگان ہوئی بالآخر آپنے یہ انتشار بحضور جناب سید قدرت اللہ (سابق الذکر) عرض کیا حضرت سید صاحب نے تسکین فرمائی اور چند بدوی مریدان خود کو آپ کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ بحفاظت تمام انکو مدینہ طیبہ لیجاؤ اور انکے قلب کو کوئی رنج نہ پہونچنے پاوے کیونکہ ان کے ملال سے تمہاری عاقبت کی خرابی متصور ہے مولانا فرماتے ہین ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد	تا دل صاحبدلے نامد بدرد

بالجملہ آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور دل مین خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل و عارف واصل بلا میری طلب کے اجازت پڑھنے درود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا بارے بفضلہ تعالےٰ اس جوار پاک شاہ لولاک مین پہونچے اور شرف جواب صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسّلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا حضرت شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اور اپنے شوق دلی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا حضرت شاہ صاحب ممدوح نے

فرمایا کہ ابھی جاؤ چندے صبر کرو پھر انشاء اللہ یہاں بہت جلد آؤ گے اور صاحب جذب واحسان حضرت مولانا شاہ گل محمد خان صاحب رحمۃ اللہ سے کہ متوطن قدیم رامپور تھے اور عرصہ تیس سال سے مجاور روضۂ شریف تھے ملاقات کی اور اُنکی خدمت سے بہت فوائد حاصل کئے اور حضرت خانصاحب موصوف نے بلا ذکر وطلب اجازت درود تنجینا کی دی کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی دقت ہو تو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہرگز ناغہ نہ ہونے پاوے کہ اس مین بہت سے فوائد ہین راقم (مؤلف) کھتا ھے کہ حضرت نے کمال خادم نوازی سے مجھکو اس درود شریف و دیگر فوائد کی اجازت عطا فرمائی اور فقیر نے اسکو اپنا معمول کرلیا ہے اور بہت کچھ فوائد پاتا ھے اور درمیان روضہ شریفہ و منبر کریمہ کہ روضۃ من ریاض الجنۃ اسکی شان ہے مراقبہ فرمایا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مقدس خود سے بصورت حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لپٹا ہوا اور تر اپنے دست مبارک مین لئے ہوئے تھے میرے سر پر غایت شفقت سے رکھدیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لیگئے۔ راقم مسکین کھتا ہے کہ یہ عبارت ہے اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پیچیدہ و تر ہونا عمامہ کا اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب و تمکین بعد تلوین وبقا بعد فنا کے و نیز مجموعہ اشارہ اجازت واپسی وطن کا ھے۔ پس جبکہ یہ اشارہ ہوچکا تو آپ وہان سے روانہ ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ بعافیت تمام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً مین داخل ہوئے اور چند دن مکہ معظمہ مین رہکر وطن کو روانہ ہوئے اور چند دن مین اللہ کی مدد سے وطن مین آپہونچے اور دیدۂ منتظران کو تر و تازگی بخشی (شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱)

ف اور اس سے اوپر کے حال مین حزب البحر کی جس اجازت کا ذکر ھے اسکی تاریخ سے معلوم ہوتا ھے کہ وہ اسی سفر کا واقعہ ہے چنانچہ وہ عبارت خاص حضرت کی لکھی ہوئی یہ ھے اجازت این حزب البحر از زبدۃ زین الدین بن محمد از اولاد حضرت خواجہ ابوالحسن

شاذلی رحہ بتاریخ ہفدہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۱ روز یکشنبہ بمقام مخہ رسیدہ گرفتہ شدہ است اھ
معلوم ہوتا ھے کہ پھر مخہ سے بندر ینبع بتاریخ پنجم ذی الحجہ سنہ ۱۲۶۱ھ کو اُترے جسکا ذکر اس حال مین ھے
واللہ اعلم اور یہ امر قابل غور ھے کہ ان دو مدتون کے درمیان ڈیڑہ برس ہوتا ھے تو
ڈیڑہ برس کہان قیام رہا شاید یہ پنجم ذالحجہ بھی سنہ ۱۲۶۰ ہی کا ہو تو اس صورت مین دوسرا
سوال ہوگا کہ آگے نفحہ سوم شمائم مین معاودت سنہ ۱۲۶۲ھ مین لکھی ہی شاید وہ سنہ ۱۲۶۱ھ ہو
اور ظاہراً اس تعارض مین حضرت رحہ کی تحریر کو ترجیح ہوگی اور تعارض کو سہو ناقل پر محمول کیا
جاویگا۔ واللہ اعلم۔

حال:- اعلیٰ حضرت فاروقی نسب حنفی المذہب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ
حافظ سید السادات العظام افتخار المشایخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات
القدسیہ مظہر الفیوضات المرضیہ معدن المعارف الالھیہ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج
اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین
سلاسل اربعہ مین مشایخ اعلام سے بیعت چمنستان حب آلہی کے پھول گو ظاہری علم شریعت
مین علامہ دوران اور مشہور زمان مولوی نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ عنبر شمامہ سے آراستہ
اور نور عرفان والقان کے زیورات سے سرتاپا پیراستہ شیخ وقت قصبہ تھانہ بھون
ضلع مظفر نگر کو مھبط انوار و برکات اور مطرح فیوض و تجلیات بنائے ہوئے تھے
خلقۃً ضعیف و نحیف خفیف اللحم اسیر مجاہدات و ریاضات اور تقلیل طعام و منام
اور سب سے بڑہکر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ھے جسکے باعث آخر مین کروٹ
تک بدلنا دشوار تھا آپ کا دل عشق منزل ہر وقت نشہ لقا مین سرشار تھا
ایام غدر مین قصہ فساد والزام لغاوت کے زمانہ مین مکہ معظمہ ہجرت فرمائے ہوئے اور کل چوراسی
سال تین مہینہ بیس روز گوشہائے عالم دنیا کو منور فرماکر بارہ یا تیرہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۱۷ھ
بروز چارشنبہ بوقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلّیٰ

(مقبرہ مکہ معظمہ) میں مولوی رحمت اللہ کی قبر کے متصل مدفون ہوئے اَطَابَ اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ

اعلحضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے جو بظاہر الحال گذران معیشت کیلئے کافی و وافی سامان تھا مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد و توکل کا شیدا تھا اس لئے آپنے اپنی ساری جائداد سکنی و زرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنایا تھا اعلحضرت زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گذاری کی جانب بہت راغب تھے اسلئے ہمیشہ اپنے کو چھپایا اور علیحدگی و یکسوئی کو اخفاء و کتمان حال کا سبب بنایا مگر بقول ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے خدائی مخلوق نے جبہہ سائی کو فخر سمجھا اور جیساکہ دین کا اپنے زمانۂ ولادت سے حال رہا ہے غربا، و مساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی مجبوراً امتثالاً للامر آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہانتک کہ آپکی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بعسرت و فقر گذران ہے پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نو وارد مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں اسلئے آج سے جتنے مہمان آئیں انکی اطلاع غریبخانہ پر فرمادیں اُن کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا۔ اول تو اعلحضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ہیں انکی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے

ساتھ تھا آپنے قبول فرمالیا اور اس روز سے مہمانون کا کھانا دونون وقت وہان سے آنے لگا اعلیحضرت کی بھاوج کا حسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانون کا کھانا خود پکاتین اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ ہوتی تھین۔ ایک دن اعلیحضرت نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپکے مہمانون کا کھانا پکا رہی ہین کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اُٹھ تو اس قابل نہین کہ امداد اللہ کے مہمانون کا کھانا پکائے اُس کے مہمان علماء ہین اُس کے مہمانون کا کھانا مین پکاؤن گا اعلیحضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر کا ظہور حضرت امام ربانی محدث گنگوہی سے شروع ہوا اسلئے کہ علماء مین آپ ہی پہلے عالم ہین جو اعلیحضرت حاجیصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپکے بعد چار دانگ عالم سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیحضرت کو علماء کا شیخ و راہبر بننے مین وہ رتبۂ علیا حاصل ہوا کہ جسکی نظیر دنیا مین سلفا و خلفا شاید ایک دو مل سکے اس رویاء صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیحضرت کے مریدین ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ (تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۵)

استفادہ علماء وقبول مشائخ تا زمان ہجرت

حال مشتمل بر قصہ بیعت حضرت گنگوہی

ر ۷۔ امام ربانی قطب صمدانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون مین داخل ہوتے ہی اوّل پیر محمد والی مسجد مین پہونچے دیکھا کہ ظہر کی نماز ہو چکی ہے اور اعلیحضرت اپنی سہ دری مین بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید مین مشغول ہین۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کرکے بیٹھ گئے اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ

گنگوہ اور ایک مرتبہ گزرگاہ وطن بناکر تہوڑی دیر کے لئے تہانہ بہون مین اعلیحضرت کی زیارت ہوئی تھی۔ یہ پانچوین ملاقات تھی مگر یون کہنا چاہیئے وطن مین اعلیحضرت کے مہمان بنکر حاضری کا عمر بہر مین آپکو پہلا اتفاق تھا۔ اعلیحضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے حضرت امام ربانی نے (ایک عالم کی ساتھہ) مناظرہ کا قصد ظاہر کیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہا ہا ایسا ارادہ نہ کرنا میان وہ ہمارے بزرگ ہین بڑے ہین بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہوگیا اور حضرت یہ کہکر خاموش ہوگئے کہ حضرت آپ کے بڑے ہین تو میرے بھی بڑے ہین اسکے بعد ادہر اُدہر کی باتین ہوتی رہین اور آپنے موقع پاکر بالفاظ مناسب بیعت ہونیکی درخواست کی اعلیحضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت مین تامل ہی نہین فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر کس نے اور اعتقاد و شوق بڑہانیکے لئے صورۃً انکار کے لفظ زبان پر لائے یہان سوائے اخلاص و شوق کے کیا تہا قطبیت کا جامہ پہننے والا ایک جسم تہا جو سر تاپا طلب بنا ہوا تہا نخوتِ علم و تکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی پس نتیجہ امتحان یہ تہا کہ جتنا ادہر سے انکار تہا اسی قدر ادہر سے اصرار اور جس قدر اس جانب سے استغنا، کا برتاؤ تہا اتنا ہی اس طرف سے احتیاج و افتقار کا اظہار چونکہ پیران عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش مین رہتے ہین اسلئے انہین امتحان والے دو تین دن مین ایک دوسرے بزرگ نے بھی جن سے مناظرہ کرنے تشریف لائے تھے طرح طرح سے آپکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ۔ صاحبدل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہولیا تہا اسلئے نہ پہرنا تہا نہ پہرا اور ثابت قدم کوہ استقلال کے پاؤن ایک مخصوص آستانہ کی جانب لپک چکے اور امدادیہ دربار گہربار مین جم چکے تھے اسلئے نہ ڈگنے تھے نہ ڈگے چنانچہ اسی اثناء مین حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ سے آنے کا سبب اور حال دل پوچھنے لگے تو آپنے بے اختیار فرمایا

جدہر دل کا میلان ہے وہ قبول نہین کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہین عجب قصہ ہے جناب حافظ صاحب نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ ابھی جلدی کیا ہے چندر وز ٹھہر و یہان کے حالات دیکھو آخر جب آپکی پختگی ہر طرح ظاہر ہوگئی تو جناب حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلحضرت کیخدمت مین سفارش کا اجر حاصل فرمایا اور تہانہ کی حاضری سے دو تین روز کے بعد آپ کو سلاسل اربعہ مین اعلی حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی حضرت مولانا قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب اعلی حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہونے کا وقت آیا تو مین نے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ رات کو اُٹھا جائے اعلحضرت نے تبسم کیساتھ فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے اس تذکرہ پر کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پھر کیا ہوا! تو آپ نے جواب دیا اور عجیب ہی جواب دیا کہ پھر تو مر مٹا،، القصہ حضرت مولانا قدس سرہ منظوری شرط کے بعد بیعت ہوئے اور اعلحضرت نے آپ کو بارہ تسبیح تلقین فرمادیں شب کے وقت اعلی حضرت نے وہ چارپائی جسپر آپ استراحت فرماتے تھے اپنے پلنگ کے پاس بچھوالی اور آرام فرمایا۔ آخر شب میں جب اعلی حضرت حسب معمول اُٹھے تو حضرت مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی مگر چونکہ بیعت کے وقت شرط ہوچکی تھی اسلئے اعلی حضرت نے کچھ نہیں فرمایا کہ اُٹھ بیٹھو یا بتلائی ہوئی دوازدہ تسبیح کا ذکر کر لو لیکن قدسی نفس شیخ کا پگھلا دینے والا اور کام کرانیوالا اسریع النفوذ فیضان پہلے ہی اپنا اثر کر چکا تھا اُدہر موثر قوی التاثیر ادہر متاثر کمال درجہ کا قابل تاثر اور دونوں پر طرہ مواجہت و اتصال بھلا کس طرح ممکن تھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ بستر پر لیٹے رہتے یا نیند آجاتی دو چار کروٹیں آپنے ضرور بدلیں اور کسی درجہ میں چاہا بھی کہ نیند آجائے مگر حق تعالی کو آپ سے جو کام چند ہی روز بعد لینا منظور تھا اسکے اسباب قریبہ اسی پچھلی رات سے پیدا ہونے مقدر تھے پس نہ آپ کی آنکھ

لگی اور نہ آپ اس ناگوار و مضطرب حالت اضطجاع و تقلب کے متحمل ہوسکے آخر خود ہی اُٹھے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے ایک گوشہ میں اعلیٰحضرت اپنے کام میں مشغول تھے دوسرے گوشہ میں آپ جا کھڑے ہوئے بہ نیت تہجد نوافل ادا کئے اور ذکر نفی و اثبات بالجہر شروع کر دیا حضرت قدس سرہ نے جسوقت اس قصہ کا خود تذکرہ فرمایا تو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آخر کار میں نے ذکر بالجہر شروع کیا گلا اچھا تھا بدن میں قوت تھی صبح کو جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو اس دن سے ذکر جہر کیساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اسکی ممانعت کی معلوم ہوئی یہ پہلا صلہ تھا جو شیخ کی زبان سے بہ تفاول نیک غیبی بشارت بنکر آپکو ایک شب کی قلیل محنت پر عطا ہوا تھا جسکا ادنیٰ ثمرہ یہ تھا کہ تا وصال حضرت مولانا قدس سرہ بارہ تسبیح منجملہ دیگر مراقبہ و مشاغل کے ایسی ہلکی آواز کے ساتھ ذکر فرماتے رہے کہ جسکو حجرہ کے پاس بیٹھنے والا سن سکتا تھا بمقتضائے احب الاعمال ما دیم علیہ بحدیث خدا کے نزدیک اس ذکر بالجہر کی کس درجہ محبوبیت و پسندیدگی ہوگی جسکی مواظبت ابتدائی گھڑی سے انتہائی ساعت تک رہی ہو۔ ناظرین! حضرت قطب العالم قدس اللہ سرہ کے اس وقیع الشان فقرہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو خادم کے دریافت کرنے پر آپ کی سچی زبان سے ظاہر ہوا "پھر تو مر مٹا" صفحہ ہستی پر آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر قلم اذعان سے کندہ کرنے کے لائق ہے حقیقت میں حضرت مولانا اسکے بعد مر ہی مٹے آپ نے اپنے نفس کو مار دیا ہوائے نفس کو ملیامیٹ کر دیا جس پاک نام سیکھنے کا قصد کیا تھا اس میں کھپ گئے فنائیت حاصل کی اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ فناء عن الفناء پر پہونچے کہ اپنی فنائیت سے بھی بیخبر اور فانی محض بنگئے آپ کے صفا کیش دل

عشق منزل کا تیز پرواز پرندہ آستانہ امدادیہ پر حُب الٰہی کا ایسا مقید و گرفتار ہوا جیسا لاسہ کا پکڑا طیر یا قفس میں بند ہوا جانور کہ باوجود گھر کے تقاضوں اور اقارب کے بار بار بلاووں کے آپ تھانہ سے باہر نہ نکل سکے اور گو حاضری کے وقت قیام کا مطلق قصد یا خیال نہ تھا مگر دل کے ہاتھوں مجبور اور قدرت کے دست تقدیر سے معذور چلہ پورا کرنا پڑا اور روز یہی رہا کہ آج نہیں کل چلا جاؤنگا اور کل نہیں پرسوں چلا جاؤنگا اگر کبھی ادھر سے اجازت کی طلب ہوئی تو اعلیٰ حضرت کا یہ جواب تھا کہ چلے جانا ...

..... آج نہیں کل سہی اور اگر کسی وقت ادھر سے استفسار ہوا کہ کب جاؤگے تو حضرت کی طرف سے یہ جواب تھا کہ آج نہیں کل چلا جاؤنگا نہ ان کا جانے کو جی چاہے نہ ان کا بھیجنے کو دل چاہے ؎

الفت کا جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی دردمند دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

عشق اول در دل معشوق پیدا می شود گر نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

یہانتک کہ آپ کو بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ایک ہفتہ گذرا تھا کہ آٹھویں دن شیخ العرب والعجم کی جانب سے دوسرا صلہ عطا ہوا اور واقع ہونیوالی غیبی بشارت بایں الفاظ صادر ہوئی کہ "میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دیدی آئندہ اسکو بڑھانا آپ کا کام ہے حضرت قطب العالم قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اسوقت بہت ہی متعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں وہ کونسی چیز ہے جو اعلیٰ حضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مولانا کا یہ سفر زیادہ تر بہ نیت مباحثہ فقہیہ تھا اور آپ جن دو کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے انہیں میں تھانہ ہو چلے آئے تھے نہ دوسرا جوڑا ساتھ تھا نہ اور قیام کی نیت تھی کہ نیا بنوالیں محض بلا قصد

واراده ٹھہرنا پڑا کچھ اوپر چالیس دن اسلئے جب کپڑے زیادہ میلے ہو گئے تو انکو خود ہی دھو لیا ورنہ میلے ہی پہنے رہے آخر اسی فیضان صحبت و مشغلۂ ذکر میں چالیس دن پورے ہوئے اور حضرت قطب العالم قدس سرہ بخار میں مبتلا ہو گئے ادہر علالت کے باعث یہ خیال کہ اعلیحضرت پر تیمارداری و خدمتِ مرض کا بار ڈالنا خلافِ ادب ہے اور ادہر گھر والوں کے شدید تقاضوں پر تقاضے کیونکہ جو دن گذرتا تھا متعلقین کا فکر بڑھتا اور خدا جانے کیا کیا وسوسے پیدا ہوتے تھے کہ بیٹھے بٹھائے بلا سامان سفر و زادِ راہ ایک دن کو تھانہ گئے تھے سبب کیا کہ ہفتے لگا دئے اور گھر کا نام نہیں لیتے اسلئے حضرت امام ربانی نے اعلیحضرت سے رخصت چاہی اور اعلیٰ حضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ پورے بیالیس ۴۲ روز ختم فرما کر حضرت مولانا صاحب تھانہ بھون سے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت بہ نفس نفیس مع دیگر متعلقین کے ایک جم غفیر میں لبغرض متابعت مسنونہ روانہ ہوئے اور تھوڑی دور تک ہونہار مسافر مہمان کے ساتھ ساتھ تشریف لے چلے۔ حضرت مولانا کا اصرار تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمادیں مجھی آپ کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور اعلیحضرت کا دل یہ چاہے کہ جہانتک بھی طاقت یاری دے ساتھ چلیں آخر دونوں خادم و مخدوم مع دیگر ہمراہی احباب و ہمعصر اصحاب کے پاپیادہ روانہ ہوئے اور سواری کی بہل خالی کبھی پیچھے اور کبھی آگے چلتی رہی اعلیحضرت کی پدرانہ شفقت اور سادگی کے ساتھ مربیانہ محبت کا یہ اقتضا کہ مولانا سواری میں سوار ہو جائیں کیونکہ عشق کی اندرونی حرارت کے ساتھ بخار زدہ بدن کا ضعف راحت کا طالب ہے اور سعید و رشید مولانا کے غایت تادب و تکریم اور عجز و انکسار کے ساتھ خوردانہ توقیر و تعظیم کا یہ مقتضی کہ گو اعلیٰ حضرت کا قدم قدم سرچشمۂ وصل و آبحیات ہونے کی وجہ سے ذریعہ فلاح دین و دنیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ قدوم میمنت لزوم بجائے زمیں کے آپ کے دل محروق پر چل رہے اور عزت کے ساتھ کلفت کا سبب ہو رہی تھی

اسلئے کچھ عجیب سماں تہاکہ نہ امام ربانی حضرت مولانا قدس سرہ غایت ادب کے باعث سواری پر سوار ہو سکتے ہیں اور نہ اعلحضرت اپنے لاڈلے روحانی بیٹے کی درخواست پوری فرماکر واپس ہوتے ہیں یہانتک کہ اعلحضرت ہی بایں خیال کہ بیماری کی حالت میں پاپیادہ چلنا مبادا چاہیتے دینی بیٹے کی کلفت وماندگی اور زیادت مرض کا باعث ہو ٹھٹکے اور مجمع کو وہیں کھڑا کر کے حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اسکو بیعت کر لینا حضرت امام ربانی فرماتے تھے کہ میں نے عرض کیا۔ مجھسے کون درخواست کریگا۔ اعلحضرت نے فرمایا تمہیں کیا جو کھتا ہوں وہ کرنا یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلے سفر کی آخری ملاقات کے وقت حضرت مولانا قدس سرہ کو عطا ہوا یہی وہ عطیہ ہے جسکے حاصل کرنے کی غرض سے آستانے ڈھونڈے جاتے اور برسوں پیران عظام کی جوتیاں سیدہی کیجاتی ہیں (تذکرۃ الرشید) صفحہ ۴۷ ج ۱

حال تتمہ سابق ۔ مولانا کو وطن واپس ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ ایک عفت مآب نیکدل عورت نے آپ سے بیعت کی درخواست کی امام ربانی نے طبعی تواضع کے سبب درخواست نامنظور فرمادی اور ٹالدیا خدا کی شان کہ اعلحضرت نانوتہ تشریف لیجانے کی نیت سے روانہ ہوئے اور اسی سفر میں گنگوہ حضرت مولانا قدس سرہ کے پاس قیام فرمایا صاحب نصیب عورت کو اپنے درد کا درمان حاصل کرنے کے لئے اس سے بہتر موقع کہاں ملسکتا تہا کہ پیر کی بے اعتنائی کا گلا دادا پیر سے کیا جائے اور باپ کی شکایت ہو تو جد بزرگوار سے ہو پس اعلیٰ حضرت کیخدمت میں کہلا بھیجا کہ دیکھئے حضرت میں مرید ہونا چاہتی ہوں اور مولانا بیعت قبول نہیں فرماتے اب کیا تہا اعلیٰ حضرت کے لطافت آمیز سوال تھے کہ کیوں صاحب سائل کی درخواست کیوں منظور نہیں ہوتی اور حضرت مولانا شرم سے پسینہ پسینہ ہوئے جاتے تھے

اگر جواب تہا تو کبھی یہ کہ حضرت میں اس قابل نہیں یا اس طرح کہ آقائے زمانہ کے تشریف فرماتے غلام کی کیا طاقت کہ کسی کا آقا بنے مگر اعلحضرت بار بار یہی فرماتے تھے کہ جب کسی کو تم ہی سے عقیدت ہو تو وہ میرا مرید ہو کر کیا نفع اٹھائیگا خلاصہ یہ کہ اعلحضرت اُٹھے اور امام ربانی کو اپنے ہمراہ درخواست کنندہ عورت کے مکان پر لائے اور فرمایا لو میرے سامنے بیعت کر د۔ اھ مختصراً (تذکرۃ الرشید) صفحہ ۵۲ ج ۱

حال - بعد ازانکہ بفضلہ تعالیٰ سفر حج سے بعافیت تمام ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری میں وطن کو معاودت فرمائی لوگوں نے اصرار و کوشش واسطے بیعت لینے کے کرنا شروع کیا اولاً جناب ایشاں نے انکار فرمایا اور چندے اسپر اقدام نفرمایا کیونکہ انتظار حکم و اجازۂ غیبی کا تہا۔ یہاں تک کہ ایکبار تہانہ بہون میں خواب دیکہا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع خلفاء راشدین و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے ہیں اور حضور موصوف کی عنایت و شفقت بے انتہا اپنے حال پر مبذول دیکھی و نیز دیکہا کہ زوجہ شیخ فدا حسین والدۂ حافظ احمد حسین مہاجر و امین حجاج مقیم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کہانا پکارہی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اُٹھ تا کہ میں مہمانان امداد اللہ کے واسطے کہانا پکاؤں کہ اُنکے مہمان عُلماء ہیں۔ یہ خواب بشارت تھی اجازت لینے بیعت کی۔ اور اسی جگہ سے ثابت ہوا کہ اُسدن سے ہجوم عُلماء و طلباء زیادہ سے زیادہ ہوا۔ پہر دوبارہ اشارت غیبی اس بشارت غیبی کی تائید میں ہوئی اور فہمایش ارباب معارف عموماً و حضرت پیر بہائی حافظ محمد ضامن صاحب نور اللہ مرقدہ خصوصاً اسپر مؤکد تر ہوئی چار و ناچار بیعت لینا شروع فرمایا۔ اوّلاً چند آدمیوں نے عوام سے بیعت کی بعد ازاں اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم

مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ[۱] تھے اور تمام خلفاء حضرت الیشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے سبقت لے گئے بعد ازاں وارث علوم دینی حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہ کشف اسرار دقائق علوم الہیہ میں ایک آیت آیات الٰہی سے تھے منتظم سلسلہ بیعت ہوئے نور اللہ ضریحہ بعد انکے علامۂ عصر حضرت مولوی شیخ الرحمن کاندہلوی رحمہ اللہ تعالی وحضرت مولوی محمد حسن پانی پتی رحمۃ اللہ تعالی وجامع علوم الٰہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسہ دیوبند نور اللہ مضجعہ وحضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری وجناب ادیب اریب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر ابجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری دامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ وعالیجناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مرادآبادی وصاحب تالیفات کثیرہ حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں میسوری ومدرس بے نظیر وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن ڈسکوی پٹیالوی مدرس اول مدرسۂ دار العلوم کانپور سلمہ اللہ تعالی والبقاء وحضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم ومغفور وحضرت الحاج المولوی محمد شفیع لورنگ آبادی بلندشہری وحضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی وحضرت جامع فضل وکمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری وحضرت فاضل متورع نقی الحاج مولانا محمد افضل دلائتی وحضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج مولانا السید محمد فدا حسین رضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالی والبقاء وغیرہم رزقہم اللہ سبحانہ حلاوۃ الایمان وختم اللہ لہم علی الایمان والعرفان داخل طریقۂ حضرت الیشان ہوئے اور سلسلۂ مسترشدین میں آئے اور اکثر مجمع

ع[۱] تمام کے اس مضمون کی تحریر کے وقت حضرت زندہ تھے ۱۲ منہ

طائفۂ علمائے سے تھے اور روز بروز انکی جماعت زیادہ ہوتی تھی یہانتک کہ حد احصار سے متجاوز ہوگئی اور اسی زمانہ میں بوجہ ہجوم و اژدحام خلائق طبع گرامی بوجہ کشش غیبی کبھی کبھی سفر کو پسند فرماتے تھے لیکن اپنے نفس نفیس سے تعیین کسی مقام کا نفرملاتے تھے ؎

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آپ کا مصداق حال تھا اور اکثر انتہائے سفر بسمت پیران کلیر و دہلی بغرض زیارت قطب الدین بختیار کاکی قدسنا اللہ باسرارہ و دیگر بزرگان کے کہ اُن مقامات میں آسودہ ہیں ہوتا تھا اور بمقام پانی پت واسطے زیارت حضرت شیخ شمس الدین پانی پتی و حضرت شیخ کبیر الاولیا جلال الدین پانی پتی کے جاتے تھے اور کبھی کبھی دوسرے مقامات میں بطریق ندرت اتفاق ہوتا تھا اور اکابر علماء و اولیاء اُس نواح سے رسم محبت غالب تھی علی الخصوص اشہر علماء و اکبر اولیاء قطب فرید و وحید شیخ شیخی جناب حضرت الحافظ الحاج المہاجر مولانا الشاہ عبد الغنی الحنفی المجددی الدہلوی المدنی برادر اصغر حضرت مولانا شاہ احمد سعید مذکور رحمہما اللہ تعالیٰ برحمتہ الواسعۃ سے رابطۂ خلوص واتحاد بہت زیادہ تھا۔ اور تا زمانۂ وفات ان حضرات کے بجد نہایت گرم مجلس رہی اور حضرت شاہ حسن عسکری نظامی دہلوی نور اللہ مضجعہ و برد مضجعہ و حضرت مولوی محمد حیات نظامی دہلوی نور اللہ ضریحہ وغیرہما سے بھی محبت و خلوص بغایت اختصاص تھا اور اس زمانہ میں شراب عشق الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں بکمال غلیان تھی اور میں نے ثقات سے سنا ہے کہ مستقل مزاجوں کو حلقۂ توجہ حضرت ایشاں میں ضبط آہ و نالہ و گریہ بکا کرنا امکان میں نہ تھا تو ناقصوں کا کیا ذکر۔ مجلس شریف ہر دم و ہر آن گرم رہتی تھی اور جو کوئی شخص دو چار منٹ کو بغرض ضرورت دنیاوی یا دینی حاضر خدمت بابرکت

ع؎ گو ان علماء میں بعض مسائل میں اختلاف بھی رہا ہے مگر یہاں صرف مقصود یہ ہے کہ علماء بکثرت داخل سلسلہ ہوئے تو اس اختلاف سے اس مقصود میں کچھ قدح لازم نہیں آتا ۱۲ منہ

ہوتا تھا کچھ نہ کچھ حاصل کرتا تھا ولنعم ما قیل

وللارض من کاس الکرام نصیب

اور اسی درمیان میں غایت جوش دلی سے خیال ہجرت دل عرش منزل میں جمنے لگا اور حلقہ نشینان کو ایک کیفیت معلوم ہونے لگی۔ لیکن حکم غیبی سے چارہ نہ تھا اور وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آتا تھا یہاں تک کہ زمانۂ غدر ہندوستان میں مشیت حق سبحانہ تعالیٰ اس پر متوجہ ہوئی اور یہ آرزوئے دیرینہ (ہجرت کی) مدت دراز سے کانون سینہ میں شعلہ زن تھی ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھہتر قدسی میں ظاہر ہوئی اور تمام مدت قیام حضرت التیامؒ ہندوستان بطریق تعلیم وارشاد چودہ سال ہوئے بعد ازاں وہ آفتاب ہدایت وارشاد مکہ معظمہ میں طالع ہوا (شمائم امدادیہ) ص۲۵ **مقدمات ہجرت**

حال بعض واقعات زمانہ بدامنی ہندوستان - انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو املیا۔ گنتھلہ۔ لاڈوہ۔ پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور امام ربانی (مولانا گنگوہی) قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق میں بیتاب ہو کر انبالہ۔ تنگری اور پنجلاسہ کے سفر کو اُٹھے اور مستور الحال مخفی طور پر اس حق کو ادا فرما کر واپس وطن ہوئے اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب و غریب گذری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں اس لئے اُنکو تفصیلاً چھوڑتا ہوں اور ضروری مضمون پر اکتفا کرتا ہوں۔ تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہو چکا تھا اسلئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے تھے اعلیحضرت نے وطن کو خیرباد کہی اور بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس لئے آخری ملاقات ہند کیلئے گنگوہ تشریف لائے اسوقت حضرت مولانا قدس سرہ کی

عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جس وقت پنجلاسہ ضلع انبالہ میں پہونچے ہیں تو راؤ عبد اللہ خاں رئیس کے اصطبل اسپاں کی ویران و تاریک کوٹھری میں مقیم تھے ایک روز اُسی کوٹھری میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلی بچھایا اور جان نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔ راؤ عبد اللہ خاں اعلحضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مرید ہیں گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھی جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ اعلیٰ حضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اسکے قائم ہوتے اپنا مکان کھولدینا دنیاوی حیثیت سے کس درجہ خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اسکے ساتھ ہی غلبہ حُبِ دین اور فرط عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پروا تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جسوقت راؤ عبد اللہ خاں اعلیٰ حضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھری سے باہر نکلے اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازہ کے قریب پہنچے ہیں تو سامنے سے دوڑش کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے ہوگئے خدا جانے مخبر کون تھا اور کس بلا کا پتلہ تھا جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھری تک معین کردی تھی چنانچہ دوڑش اصطبل کے پاس پہونچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے ادہر اُدہر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا جہاں دیدہ و تجربہ کار راؤ صاحب دور ہی سے تاڑ گئے تھے کہ ایں گل دیگر شگفت مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے ریاست و زمینداری کے ملیامیٹ ہونے اور ہتکڑیاں پڑ کر جیلخانہ پہونچنے یا پھانسی پر چڑھکر عالم آخرت کا سفر کرنیکی تو مطلق پروا نہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن و افسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر سے اور آقا گرفتار ہو اور عبد اللہ خاں کی نظر کے سامنے اسکا جان سے زیادہ شیخ

پابزنجیر کیا جائے مگر اسکے ساتھ ہی راؤ صاحب اک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دابا اور چہرہ یا اعضا پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا۔ مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا ڈویژن کا افسر گھوڑے سے اترا اور یہ کہکر کہ میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اسلئے بلا اطلاع یکایک آنے کا اتفاق ہوا اصطبل کے جانب قدم بڑھائے راؤ صاحب "بہت اچھا" کہکر ساتھ ساتھ ہولئے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پاکر کبھی مخبر کی دروغگوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہانتک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اس حجرہ کیطرف بڑھا جسمیں اعلیٰ حضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہکر کہ اس کوٹھری میں کیا گھاس بھری جاتی ہے اسکے پٹ کھولدئے راؤ عبداللہ خاں کی اُسوقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ اُنھیں کے دل سے پوچھا چاہئے۔ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آگیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اچھلا چاہتا ہے اسلئے راضی برضا ہوکر جی ہاں اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہوگئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھری کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مُصلّےٰ ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلحضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا۔ افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خاں دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی ادہر دیکھتا ہے کبھی اُدہر آخر مخبر کی دہوکہ دہی سمجھکر بات کو ٹالا اور کہا کہ خانصاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے، راؤ صاحب بولے جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دہویا کرتے ہیں

چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی طیاری تھی افسر نے ہنسکر کہا کہ ،، آپ لوگونکی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھری ۔ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی جگہ پڑھی جاتی ہے جہاں کسیکو پتہ بھی نہ چلے ۔ لاجواب جواب سنکر افسر نے پٹ بندکر دئیے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہکر رخصت ہوا ۔ راؤ صاحب معاف کیجئے آپکو اسوقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا ۔ راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے دَوِش کے سوار جب اوجھل ہوئے تو واپس ہوئے اور کوٹھری کھولی دیکھا کہ اعلحضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں ،

(تذکرۃ الرشید ص۶۷)

حال ۔ سب سے زیادہ (مولانا گنگوہی کو) اپنے روحانی باپ اعلیٰ حضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہجانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا راتوں آپ کو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دُھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کرلوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں توکسطرح ملیں نہ اعلحضرت کی کوئی جائے قیام معین نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپ کو پنجلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہکر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے تگری پہونچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری کے مکان پر مقیم ہوئے یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا ۔ حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھکر دم فرمائی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ

کے والد ماجد راؤ اشرف علیخاں تگری کے خوشحال زمیندار اور نہایت نیک خیال دیندار شخص تھے راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوئے اسوقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کیساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ اعلحضرت ابھی تشریف فرما ہیں اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے،، غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر فرما کر سمجھایا کہ معیت قرین مصلحت نہیں البتہ اگلے دن آپ آئیں اعلحضرت سے سفارش کا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ ایک شب قیام فرما کر مولانا چلدئے اور اعلحضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے اگلے دن راؤ صاحب بھی حاضر آستانہ ہوئے اور حضرت مولانا کی تقریب سے ایسی حالت میں بیعت ہوئے جسکو سراسیمگی اور چل چلاؤ کی حالت کہا جاتا ہے حضرت امام ربانی نے ہر چند اصرار کیا کہ بندہ کو ہمرکاب لیجلیں مگر اعلحضرت نے نہ مانا اور یہ فرمایا کہ اسی طرح خدا کا حکم ہے جاؤ تمہیں خدا کے سپرد کیا آپ کو وہاں سے رخصت فرما دیا۔ حضرت مولانا بادل ناخواستہ الفراق الفراق کہتے روانہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اعلحضرت نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ کو ابھی بہتیرے کام لینے ہیں گھبراؤ مت ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور ملکر جاؤنگا خدا تمہاری عمر دراز کرے اور مراتب میں ترقی دے۔ اسکے بعد دیر تک چھاتی سے لگائے رکھا اور آخر کار پدرانہ شفقت اور مربیانہ محبت کے انداز پر خود بھی چشم نم ہوئے اور مولانا

کو بھی رُلایا (تذکرۃ الرشید) صفحہ ج اول

ہجرت مکہ معظمہ و نکاح

حال- ایام غدر ہندوستان میں بوجہ بے نظمی دین و تغلب معاندانِ دین قیام ہند گراں خاطر ہوا اور ارادہ سابقہ ہجرۃ و اشتیاق بالغہ زیارت روضۂ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جوش و خروش میں آیا اور ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھتر ہجری میں براہ پنجاب روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں پاک پٹن و حیدر آباد سندھ وغیرہ مواضع میں زیارات بزرگان مقامات مذکور سے مشرف اور فیوض و برکات سے مالامال ہوتے ہوئے کراچی بندر پہونچے وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور انوار و برکات ہجرت ابتدائے سفر سے مشاہدہ فرمانے لگے اور بعد طے منازل خیر البلاد مکہ معظمہ پہونچے اور انوار و برکات اوس مقام متبرک سے فیضیاب ہوئے اور اوس مقام مقدس کو مسکن و ماوی اپنا بنایا اولاً چند سال تک جبل صفا پر اسمٰعیل سیٹھ کے رباط کے ایک خلوہ میں معتکف رہے اور مشغولی حضرت حق جل و علا مہلت نہ دیتی تھی کہ جو دوسرے سے مخاطب ہوں ناچار مخلوق سے کم ملتے تھے لیکن مشاہیر علماء و شیوخ کے ساتھ (مثل شیخ یحییٰ پاشا و اغستانی حنفی نقشبندی مجددی مہاجر و حضرت شیخ فاسی شاذلی و حضرت شیخ ابراہیم رشیدی شاذلی و شیخ احمد دہان مکی وغیرہم رحمہم اللہ تعالے) کبھی کبھی خلوت و جلوت میں اکٹھا ہوتے تھے اور کلمات رمز و اسرار و لطف و اخلاق درمیان میں آتے تھے اور باہم رسم دوستی مستحکم رکھتے تھے اور یہ حضرات کمال تعظیم و احترام حضرت الیشان کی فرماتے تھے اور توجہ و ہمت حضرت الیشان اس بلدہ طیبہ میں طرف تعلیم ناقصان کے کچھ کم تھی غالباً بہ نسبت ہندوستان کے ایک دہ ہزار کا فرق تھا البتہ جو لوگ موسم حج میں ہندوستان سے آتے تھے اور رسم ارادت سابقہ رکھتے تھے بتقاضائے اخلاق کریمانہ لوگوں سے بعنایت پیش آتے تھے اور ادنکی خاطر سے مجلس عام میں جلوہ فرماتے تھے اور میل خاطر بظرف مثنوی معنوی حضرت

مخدومی مرحومی مولانا رومی قدس اللہ سرہ بہت زیادہ تھا جو کوئی عالم ہندوستان کا سال دو سال تک خدمت بابرکت حضرت ایشاں میں حاضر ہوتا ہے ضرور درس اُس کتاب شریف کا رنگ ذکر و شغل و مراقبہ میں حاصل کرتا ہے اور دامن دل کو گلہائے معارف گوناگوں سے مملو فرماتا ہے راقم کمترین (مولف) نے بھی اس سعادت سے حصہ پایا ہے اور حظ حاصل کیا ہے اور پچاس اور کئی سال حضرت ایشان نے تجرد میں بسر کئے اور مشغولی حضرت حق سبحانہ تعالیٰ میں مصروف رہے بعد ازاں اشارت غیبی پہونچی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں میں ایک نور خاص و فیض خاص ہے عارف کو نہ چاہیئے کہ کوئی ایک سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اختیار کرے کہ اُس میں نقصان ہوگا اور منجملہ سنن سنیہ و موکدہ کے نکاح ہے۔ اس کو بجالاؤ اور انوار برکات اِس سنت کے حاصل کرو۔ جب یہ اشارت غیبی صادر ہوئی ارباب اخلاص و ارادت نے بھی الحاح و خواہش کی اور مبالغہ حد سے زیادہ کیا یہانتک مرحومہ مہاجرہ بی بی نورن صاحبہ کلکتویہ زوجۂ سید حیدر علی مہاجر بنارسی مرحوم نے کہ معتقدۂ خاص حضرت ایشاں تھیں باصرار تمام ۱۲۸۲ھ میں اکیسویں رمضان کو اپنی نواسی حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ بنت مرحوم حاجی شفاعت خاں رامپوری کو کہ بے مادر و پدر تھیں اور انھیں نانی نے پرورش کیا تھا جبالۂ نکاح حضرت ایشاں میں بعوض مہر ساٹھ ریال فرانسیسی کہ مبلغ ایک سو پچیس روپیہ کچھ زیادہ سکۂ ہندی سے ہوتے ہیں دیا ہنوز کوئی اولاد ^ع^ متولد نہیں ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ لم یلد و لم یولد خیر الوارثین سے فرزند صالح عطا فرما دے اور وراثت باطنیہ حضرت ایشاں اُسکو سپرد کرے پھر ۱۲۹۴ھ بارہ سو چورانوے ہجری میں محلہ حارۃ الباب میں بعض یاران طریقت حضرت ایشاں نے ایک مکان خریدا اور بطور خود اُسکی تعمیر کی اور حضرت ایشاں کے نذر کیا اور آرزوئے قیام حضرت ایشاں اس مکان میں کی اور بہت کچھ الحاح فرمایا۔ مجبوراً اُن کی تمنا پوری کرنی پڑی اور اُس مکان میں قیام فرمایا۔ اور را لی الآن اُس مکان میں مسند افاضت و افادت پر متمکن ہیں اور انوار و برکات حضرت حق سبحانہ

^ع^ ان بی بی صاحبہ نے انتقال فرمایا ان کے بعد دوسرا نکاح مخطوبۂ سابقہ سے ہوا ہے مد اللہ ظلہما ۱۲

وتعالیٰ طالبان کو پہونچاتے ہیں اور وقت قیام مکہ معظمہ سے نسبت حضرت کی غایت درجہ لطیف ہوئی اور رنگ بیرنگی کا ہوگیا یہانتک کہ نظر ادراک اکثر ارباب تمکین اُس نواح کی خبرگی کرنے لگی اور تاب مشاہدہ نہ لائی تو اصحاب تلوین کا کیا ذکر (شمائم امدادیہ صا۳)

ملفوظات[ع] ومکتوبات

(ملقب بہ)

المتن الامدادی مع الشرح الارشادی

حامداً و مصلیاً۔ یہ عجالہ گویا ایک جزو ہے رسالہ امداد المشتاق کا حقیقت اُس کی یہ ہے کہ رسالۂ مذکورہ کا ایک مضمون اعلیٰ حضرت پیر و مرشد حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے ملفوظات شریفہ ہیں جو ماخوذ ہیں شمائم امدادیہ کے تین حصوں سے جنمیں سے پہلا حصہ جناب مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عظیم آبادی مرحوم کا اور دوسرا حصہ زیادہ تر مولوی صادق الیقین صاحب کرسوی مرحوم کا اور کسی قدر اس احقر کا اور تیسرا حصہ مولوی احمد حسن صاحب پنجابی ثم الکانپوری مرحوم کا جمع کیا ہوا ہے۔ رسالہ کی ترتیب و نظر ثانی کے وقت بعض ملفوظات غامضہ خصوص حصہ دوم کی توضیح کے لئے کہ یہ حصہ سب حصوں میں ادق و اعمق ہے کہیں کہیں کچھ حواشی لکھنے کی بھی ضرورت پڑی اثناء کتابت میں دفعۃً قلب پر وارد ہوا کہ یہ ملفوظات خصوص حصہ دوم بعد شرح کے فن کا ایک معتد بہ ایسا علمی ذخیرہ ہو گیا کہ اگر اس کو مستقلاً بھی شائع کیا جائے تو یہ اسکا مستحق ہے بلکہ حقیقت شناس کی نظر میں خود اصل رسالہ کا جزو ہونے کی صورت میں بھی گویا رسالہ کا روح رواں یہی جزو ہے چنانچہ ملاحظہ کے بعد اس میں خفا نہیں ہے اس لئے اسکی ایک مستقل ہیئت بنا کر اس کا ایک مستقل لقب بھی تجویز کر دیا گیا چنانچہ اس شان سے یہ آپ کے سامنے حاضر ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع فرماوے۔ البتہ مصلحت حفاظت دین ناظرین کی بناء پر اسکے متعلق یہ

ع۔ یہ ملفوظات اپنی شان افادہ میں ایسے ہیں کہ اگر استقلالاً و انفراداً چھاپے جائیں تو زیبا ہے اس لئے اسکے لئے شروع میں ایک مستقل تمہید اور مستقل لقب لکھے دیتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا قصد کرے تو یہ تمہید اول میں رہے اور اس لقب سے موسوم کر سکے مگر اس صورت میں عنوان ملفوظات و مکتوبات کو نہ لکھا جاوے ۱۲

وصیت ضرور کرتا ہوں کہ اس کا مطالعہ بطور خود نہ کریں بلکہ کسی محقق سے سبق کے طور پر پڑھ لیں و فی مثلہ قال المخدوم الرومی ؎

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد ست تیز | گر نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا | کز بریدن تیغ را نبود حیا

وھو العاصم لکل بروآثمہٖ

مقالات شریفہ حصہ اوّل

(ملفوظ ۱) اکثر فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کریگا میرے رابطہ و واسطہ سے اُس کو کچھ حصہ نہ ملیگا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفی المشرب و حنفی المذہب ہو۔

(حاشیہ) قولہ حنفی المذہب اقول یہ تخصیص تمثیل کے طور پر ہے مقصود یہ ہے کہ کسی مجتہد کا متبع ہو۔ خود رائے نہ ہو اکثر حصہ ہند میں چونکہ دوسرے مجتہد کا مذہب نہیں اس لئے حنفی کی قید لگادی ۱۲۔

(۲) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اب وہ زمانہ آیا ہے کہ آدمی کو ضرور ہے کہ اولاً عقائد ضروریہ اہل سنت و جماعت یاد کرے و مسائل لابدیہ متعلقہ صوم و صلوٰۃ و بیع و شرا وغیرہ وغیرہ موافق اپنے مذہب کے حفظ کرے اور کسی ایسے درویش سے کہ متبع کتاب و سنت ہو اور عقائد صحیح اہل سنت و جماعت کے رکھتا ہو اور اُسکا سلسلہ متصل ہو اور کچھ دنوں کسی عارف کامل کی خدمت میں زانوئے ادب بھی تہ کیا ہو اور انوار و برکات اس طائفہ عالیہ سے مستفیض ہوا ہو طریقہ ذکر خدا کا اخذ کرے۔ اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہ و کیمیائے سعادت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ لیکر گوشہ نشینی اختیار کرے اور اختلاط مردمان ناجنس سے پرہیز کرے اور فقیر نے اپنی عادت کرلی ہے کہ سفر و حضر میں کلام اللہ

شریف و دلائل الخیرات و مثنوی معنوی حضرت مولانا کو ضرور پاس رکھتا ہوں۔ اور حضر میں کوئی کتاب تفسیر قرآن مجید جو موجود ہو اور کوئی کتاب حدیث شریف خواہ مشکوٰۃ المصابیح ہی کیوں نہو اور ایک رسالہ فقہ اگرچہ مالابدمنہ ہو اور کیمیائے سعادت امام غزالی قدس سرہ بھی لوازم سفر پر زیادہ کرتا ہوں اور الحق کہ عافیت گوشہ گیری و خلوت نشینی میں ہے^ع^ راقم عاجز (مولف) عرض کرتا ہے کہ حضرت ایشاں ماقلبی و روحی فداہ اربعین کو بہت پسند فرماتے ہیں اور ہر سال دو تین چلے معتکف رہتے ہیں اور علاوہ زمانہ چلہ کے بھی خلوت کو بہت پسند کرتے ہیں اور لوگوں سے کم ملتے ہیں البتہ جو لوگ کہ خالصاً لوجہ اللہ لطلب خدا حضور اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اُن سے بکمال شفقت و اخلاق ملاقات فرماتے ہیں اور نہایت درجہ عنایت و محبت کا برتاؤ اُن کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔

(۳۴) ایکدن کسی سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مذہب مختار ہمارے بزرگوں کا جامع ہے فقہ و حدیث کا اور اختلاف علماء جو فروع میں ہے اُس سے انکار نہیں ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف العلماء رحمۃ ایک نے حاضرین میں سے عرض کیا کہ وہ علماء کون ہیں کہ اُن کا اختلاف رحمت ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہے کہ اعتصام بکتاب و سنت رکھتے ہیں اور پیرو صحابہ کے ہیں (خصوص سنت خلفائے راشدین مہدیین کہ اُن کی نسبت بفحوائے قولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہے اُس کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور بکمال محبت و خلوص متمسک رہتے ہیں) اور یہ علماء چار گروہ ہیں۔ مفسرین^ع^ محدثین و فقہاء و صوفیہ محدثین ظاہر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتے ہیں کہ حدیث بنیاد دین اور محدثین خادم و محافظ دین ہیں اور اُن کی سعی بلیغ تنقیح و تنقید احادیث میں رہتی ہے کہ احادیث صحیح کو موضوع و ضعیف سے ممتاز کرتے ہیں اور

ع یہ اضافہ گوشہ گیری و خلوت نشینی کی تائید میں ہے ۱۲

ع مفسرین کی کوئی خاص تفصیل حضرت نے نہیں فرمائی شاید ضرورت نہ تصور فرمائی ۱۲

و متعصب غیر مقلد کہ فی زمانہ دعوی حدیث دانی و عمل بالحدیث کرتے ہیں حاشا و کلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں اُن کے اختلاط سے احتیاط چاہیئے اور فقہاء احادیث نبویہ کو روایۃً اصحاب حدیث سے اخذ کرتے ہیں اور درایۃً حضرت حق سے فیضان حاصل کرتے ہیں لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیبلغ الشاھد الغائب الیٰ اخر الحدیث یہ لوگ محدثین پر فضیلت رکھتے ہیں اور انکو فہم و ادراک بمرتبہ کمال عنایت ہوا ہے اور احادیث سے استنباط کرتے ہیں اور غور و تعمق سے احکام و حدود کو ترتیب دیتے ہیں اور ناسخ و منسوخ مطلق مقید مجمل مفسر خاص عام محکم متشابہ میں امتیاز کرتے ہیں۔ یہ جماعت مبین احکام و نشان اسلام ہیں۔ اور صوفیہ علوم رسوم[ع] اسلام ان دونوں فریق سے حاصل کرتے ہیں اور تعصب سے کوسوں دور رہتے ہیں اور عمل کتاب و سنت و اجماع پر کرتے ہیں جو صوفی کہ علم فقہ پر محیط نہیں ہوتے احکام شرع میں فقہاء سے رجوع کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کہ فقہاء اجماع کرتے ہیں صوفیہ بھی اُس پر اتفاق رکھتے ہیں اور مسائل جزئیہ فرعیہ کہ جنمیں فقہاء اختلاف رکھتے ہیں اُس میں صوفیہ قول احسن و اقوی و احوط کو کہ اُس میں زیادہ احتیاط ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ الصوفی لا مذھب لہ اور یہ اُن کے مذہب میں نہیں ہے کہ تاویلات بعیدہ کو تلاش کرتے اور شہوات کو اختیار کرتے ہوں اور راہ ہوا و ہوس کی ڈھونڈھتے ہوں۔

(۴۴) ایک شخص نے معنی تصوف کے پوچھے فرمایا کہ تصوف کے معنی میں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق سائل کو جواب دیتا ہے یعنی بتدی سائل کو از روئے معاملات مذہب ظاہر اور متوسط کو از روئے احوال و منتہی کو از روئے حقیقت البتہ تمام اقوال میں اظہر قول یہ ہے کہ اول ابتداء تصوف علم ہے اور اوسط عمل و آخر عطاء و بخشش و جذبہ الٰہی ہے اور علم مراد مرید کی کشایش کرتا ہے اور عمل اُس کی توفیق

[ع] یعنی احکام ظاہرہ ۱۲

وطلب پر مدد کرتا ہے اور بخشش مرتبہ غایت رجا کو کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے پہونچاتی ہے اور حق سبحانہ کے ساتھ واصل کرتی ہے اور اہل تصوف تین قسم کے ہیں یعنی تین مراتب رکھتے ہیں اول مرید کہ اپنی مراد طلب کرتا ہے دوم متوسط کہ طلبگار آخرت ہے سوم منتہی کہ اصل مطلوب تک پہونچ گئے ہیں اور انتقالات احوال سے محفوظ ہیں۔

(۵) پھر ارشاد ہوا کہ طالب طریق تصوف کو چاہئے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ رکھے ادب ظاہر یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسن ادب وکمال تواضع و اخلاق پیش آوے اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات واحوال ومقامات میں باحق سبحانہ رہے حسن ادب ظاہر سرنامۂ ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ التصوف کلہ ادبٌ دیکھو حق تعالیٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتے ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیرات ومبرات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے بھی محروم ہے ؎

از ادب پر نور گشتست ایں فلک　　　وز ادب معصوم پاک آمد ملک

(۶) ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون؟ فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا وخلق سے مشغول نہ ہو اور ردّ وقبول مخلوق کی پروا نہ رکھے اور مدح وذم اُس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپاوے اور بدی کو ظاہر کرے۔

(**حاشیہ**) قولہ نیکی کو چھپاوے اقول نیکی سے مراد طاعت اور بدی سے مراد غیر طاعت نہ کہ معصیت یعنی مباحات کا اخفاء نہ کرے ۱۲

(۷) ایک آدمی نے فقیر کے معنی دریافت کئے فرمایا فقر دو طرح پر ہے اختیاری و اضطراری فقر اختیاری کہ واسطے رضائے حق کے ہو دولتمندی سے بدرجہا افضل ہے کہ حدیث الفقر فخری میں اسی فقر کی طرف اشارہ ہے اور فقر اضطراری عوام کو ہلاکت کفر تک پہونچاتا ہے کہ حدیث کاد الفقر ان یکون کفراً سے یہی مراد ہے اور معنی فقر کے محتاجی ہیں اور فقیر حقیقی وہ

ہے کہ اپنے نفس سے بھی محتاج ہو یعنی مالک اپنے نفس کا بھی نہ رہے کیونکہ جسقدر فقیر کا ہاتھ ہر چیز سے خالی ہوگا اُسی قدر اُسکا دل ماسوی اللہ سے خالی ہوگا اور فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو جاوے گا۔

(حاشیہ) قولہ حدیث الفقر فخری **اقول** روایت بالمعنی کے اعتبار سے حدیث کہدیا یعنی سکینا سے اسکا مضمون مستنبط ہو سکتا ہے ۱۲

(۸) ایک دن بطور نصیحت کے بیان فرمایا کہ ہرگز ہرگز گرد دنیا کے نجاؤ اور دل کو اس کا گرویدہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا کی مثال مثل آدمی کے سایہ کے ہے اگر کوئی سایہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اُس کے آگے آگے بھاگتا نظر آئے اور اگر سایہ کو پس پشت کرے وہ خود پیچھا نہ چھوڑے یہی حال دنیا کا ہے کہ جو کوئی دنیا کو ترک کرتا ہے دنیا اُس کا پیچھا کرتی ہے اور جو کوئی طلب دنیا میں کوشش کرتا ہے اُس سے کوسوں دور رہتی ہے اور ترک کرنے والے کو تلاش کرتی ہے۔

(۹) ایک دن ایک شخص نے سوال کیا کہ طالب راہ حق کو کیا کیا ضرور ہے فرمایا۔ اول طالب شے کو لازم ہے کہ حقیقت و ماہیت شے مطلوبہ کی دریافت کرے تاکہ رغبت اُسکے حاصل کرنے کی دل میں پیدا ہو پس جو شخص کہ ارادہ کرے کہ صوفیوں کے طریق وراہ حق پر چلے اولاً ماہیت و حقیقت و غایت تصوف (کہ راہ حق ہے) معلوم کرے۔ بعد ازاں اُنکے اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی کو سمجھے خصوصاً اطلاقات کو کہ اُن کے حال وقال و تصنیفات میں آتے ہیں جانے اور خاص خاص اصطلاحات کہ اُن کے کلمات میں پائی جاتی ہیں اُن سے واقف ہو تاکہ تابعداری اُن کے افعال و اقوال و احوال کی کر سکے کیونکہ کثرت مدعیان کذاب سے حال محققان با صواب کا مجہول ہو کر فساد واقع ہوتا ہے اور اس بارے میں یعنی بیان اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی و اخلاق صوفیان میں کتاب لاجواب آداب المریدین مصنفہ حضرت ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی بہت عمدہ ہے

ہر زمانہ کے علماء ظاہر و باطن نے اُس کو بنظر قبول دیکھا ہے۔ طالبان طریقہ صوفیہ کو عموماً اور متعلقین فقیر کو خصوصاً لازم و ضرور ہے کہ کتاب موصوف کو پیش نظر رکھیں اور اس پر عمل کریں تاکہ آداب اس قوم بزرگ کے حاصل ہوں۔

(۱۰) ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت وجود کا سوال کیا فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح مطابق[ع] للواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال و اقرار نہیں ہے البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقن اور تصدیق قلبی کافی ہے اور استتار اُس کا لازم اور افشانا جائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحدّے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسرے کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبۂ قلب تک نہیں پہونچتے ہیں اس مسئلہ سے ضرر شدید پاتے ہیں اور بمکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑجاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے (حقشمائم امدادیہ)

مقالات شریفہ حصّہ دوم

ترجمہ ملفوظ از رسالہ امداد الصادقین جمع کردہ مولانا صادق الیقین رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) فرمایا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب طریقت ہے۔ پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں۔ اقرار بدون تصدیق نفاق ہے اور تصدیق بلا اقرار بیکار۔

(حاشیہ) قولہ اشارہ اقول لفظ اشارہ میں اشارہ ہے کہ شریعت کی یہ حقیقت

ع عقلی و نقلی و کشفی تینوں طرح سے ہے ۱۲

نہیں حقیقت اصطلاحیہ اُس کی اصلاح اعمال ظاہرہ ہے اُس کی مثال اقرار ہے و اشالہ ادہ
طریقت اصلاح اعمال باطنہ ہے اُس کی مثال تصدیق ہے واشالہ ۱۲ **قولہ** بلا اقرار بیکار **اقول**
یعنی پورے آثار اس پر مرتب نہیں ہوتے ۱۲

(۱۲) فرمایا کہ ہوالظاہر کنایہ شریعت سے اور ہوالباطن طریقت سے۔ اگر شریعت نہ ہوتی اسمائے الہیہ کا عرفان نہ ہوتا اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے مثلاً غفاری حق تعالیٰ۔ کیونکہ جب شریعت قائم نہ ہوتی منہیات نہ معلوم ہوتے پس اظہار غفاری خداوند کریم کہاں سے ہوتا اور اسی طرح منتقم وغیرہ (**حاشیہ**) **قولہ** ہوالظاہر کنایہ شریعت سے **اقول** مراد یہ کہ شریعت مظہر ہے اسم ظاہرہ کا وکذا ما بعدہ ۱۲ **قولہ** اگر شریعت نہ ہوتی **اقول** یہ ایک مستقل راز ہے خطاب بالشریعت کا جس میں شریعت سے ظہور اسماء کا دوسرے طور پر مذکور ہے ۱۲ **قولہ** اسمائے الہیہ کا عرفان نہ ہوتا **اقول** یعنی عرفان تام ۱۲ **قولہ** اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے **اقول** عطف تفسیری ہے یعنی عرفان بالکنہ تو ناممکن ہے عرفان بالوجہ ممکن ہے اُس وجہ کی حقیقت صفت ہے وہ بھی نہ ہوتا ۱۲

(۱۳) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آیۂ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں لفظ عبد جو اختیار فرمائی اس میں نکتہ ہے کیونکہ غلام میں اور مزدور (نوکر) میں بہت بڑا فرق ہے مزدور و ملازم سے معین کام جو اُس سے متعلق ہو لے سکتے ہیں بخلاف غلام کے کہ اُس کے واسطے کوئی خدمت معین نہیں ہے جو کام چاہا اُس کی سپرد کر دیا چاہیں جوتے اٹھوا دیں یا قلمدان لینے کی خدمت متعلق کریں سب پھبتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو بھی کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا اس میں یہ نکتہ ہے کہ تمام مخلوق میں ایک ایک صفات کا ظہور ہے اور انسان جامع ہے وھذا ھو احد معانی القول المشہور طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق (**حاشیہ**) **قولہ** کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا **اقول** یعنی اور مخلوقات کو خاص خاص عبادت میں لگایا ہے انسان کی عبادت بہت

قسم کی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کے لئے ایسے امور عبادت ہیں جو ظاہرا عبادت نہیں جیسے سونا استنجا کرنا کھانا پینا شہوت وغضب کے مقتضیات میں مشغول ہونا جبکہ حدود اصول کے اندر ہوں ۱۲

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہیئے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے فضلنا بعضھم علیٰ بعض جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اسواسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جراءت کریں البتہ مرشد کو تمامی اُس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دینا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے۔ اُس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جو وقت حضرت غوث پاک قدمی علیٰ رقاب اولیاء اللہ فرمایا تو حضرت معین الدین نے فرمایا بل علیٰ عینی یہ ثبوت فضیلت حضرت غوث کا ہے میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہو سکتی ہے نہ برخلاف اُس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اُسوقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور نزول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے باعتبار مراتب مردمان کے تین معنی ہیں لا معبود لا مطلوب لا موجود الا اللہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ کفر مظہر ایمان ہے وبرعکس اس کے اگر کفر مخلوق نہ ہوتا کوئی ایمان کو کیونکر جانتا

(حاشیہ) قولہ کوئی ایمان کو کیونکر جانتا اقول لان الاشیاء تعرف باضدادھا مقصود کفر کی حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا تھا ۱۲

(۱۷) فرمایا سیر تین طرح پر ہے سیر الی اللہ و فی اللہ و من اللہ۔

(۱۸) فرمایا کہ ایمان رجا اور خوف میں ہے ہم لوگ رجا پر بھروسہ اور غرور کر رہے ہیں اور خوف کو بھول بیٹھے ہیں۔

(۱۹) فرمایا عاشق دو طرح پر ہے عاشق ذاتی و عاشق صفاتی اور مرتبہ عاشق ذاتی کا عاشق صفاتی سے زیادہ ہے کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اُس کو ذات الہٰی سے جانتا ہے۔ پس اس وجہ سے رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے۔ ایکدن حضرت غوث الاعظمؓ سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت و توجہ باطنی سے اُس کو غرق ہونے سے بچالیا وہ ساتوں آدمی کہ عاشق ذات اور مرتبہ رضا و تسلیم میں ثابت قدم تھے اس امر حضرت غوث کو خلاف خیال کر کے آپ سے ناخوش ہوئے اور اپنی مجلس سے علٰحدہ کر دیا۔ ایکدن آپنے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے سالم رکھے ہیں دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا اسے دعا مانگی کہ مجکو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا وہ ساتوں آدمی پیش کئے گئے اور اُس درندے نے گوشت اُن مردان خدا کا کھانا شروع کیا۔ جس وقت درندہ دانت مارتا تھا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولیٰ میں نثار کر دیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔

(حاشیہ) قولہ اور مرتبہ عاشق ذاتی کا اقول یعنی جس کا التفات بالذات صرف ذات کی طرف ہوتا ہے ۱۲ قولہ رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے اقول اور عاشقان صفات کو خاص خاص صفت کی طرف التفات ہوتا ہے اس لئے اُس کے مقابل صفت کے آثار پر اُس کی رضا صرف عقلی ہوتی ہے ۱۲

(۲۰) ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ تمام آدمی کیا مشرک اور کیا کافر و کیا مومن سب کو خدا کی رسائی ہو سکتی ہے اسلام شرط نہیں ہے ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے البتہ مرتبہ حقائق میں یہ درست ہے کیونکہ مرجع تمامی خلائق اللہ

جل شانہ ہے فرماتا ہے ما من دابۃ الا ھو آخذ بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم پس تمامی مخلوق صراط مستقیم پر ہے اور اسی وجہ سے اھدنا الصراط المستقیم پر کفایت نہ فرمایا انعمت علیھم کی قید لگائی پس اس طور پر صراط مستقیم مرادف طریق نجات کا نہیں ہے اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اور کونین میں مظاہر اسماء وصفات لطف و قہر ہیں لیکن مرتبۂ صورت میں جدا و متمائز ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے **اقول** اس لئے ہر اسم کے مظہر کو اُس اسم تک واصل ہونا دیکھکر واصل سمجھتے تھے مگر یہ وصول شرعاً مطلوب نہیں البتہ مرتبہ حقائق میں اس لئے صحیح ہے کہ ہر اسم حقیقت ہے ایک شے کی ۱۲ **قولہ** اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں **اقول** یعنی ان حقائق کی حقیقت میں ۱۲

شعبان ۲۵ ... ۱۳۰۲

(۲۱) اثنائے درس احیاء العلوم میں زبان فیض ترجمان سے فوائد عجیبہ بیان فرمارہے تھے مولانا اشرف علی صاحب نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہو گئی ارشاد فرمایا جائے بزرگاں بجائے بزرگاں زیارت آثار بزرگاں میں برکت ہوتی ہے۔

(۲۲) فرمایا انما الاعمال بالنیات تصوف کی جڑ ہے۔

(۲۳) فرمایا خوشبو لگاتے وقت سب نیتوں سے عمدہ نیت یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کی نیت کرے فان اللہ جمیل یحب الجمال۔

(۲۴) فرمایا ایک آدمی نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت کی آپ نے ایک طبق دینار کا اُس کو ہدیۃً دیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا اُلٹا معاملہ ہے امام صاحب نے فرمایا۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان اس شخص نے مجکو نعمت آخرت دی تو کیا میں اسکو دنیا کی نعمت بھی نہ دوں ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا ۔۔۔ اگر مردی احسن الیٰ من اسا

(۲۵) فرمایا کہ اس زمانہ میں فتوے پر عمل کرنا ہی تقوی ہے ایک متقی نے کسی کے گھر میں خط لکھا اور ذرا سی خاک لیکر خشک ہونے کو خط پر ڈالدی چونکہ بلا اجازت خاک لی تھی مواخذہ کیا گیا۔

(۲۶) فرمایا اگر نیت درست ہو تو آدمی آیۂ وھم فی صلوتھم دائمون میں داخل ہو جائے یعنی حضور دائم میسر ہو (حاشیہ) قولہ یعنی حضور دائم میسر ہوا قول یعنی دوام کی ایک تاویل کے اعتبار سے ۱۲

(۲۷) فرمایا کہ تواضع نفاق کے ساتھ ممنوع ہے۔

(۲۸) فرمایا کہ ایک بزرگ حضرت بایزید[ع] بسطامی کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لوگوں نے اُن سے سبب دریافت کیا جواب دیا کہ اصلاح نیت میں کوشش کرتا تھا صحیح نہیں ہونے پائی کہ نماز ختم ہوگئی (حاشیہ) قولہ صحیح نہیں ہونے پائی اقول چنانچہ اگر ہم لوگ ایسے وقت دل کو ٹٹولیں کہ اگر بجائے اس جنازہ کے کوئی دوسرا جنازہ ہوتا جس سے نہ خود کوئی تعلق ہوتا نہ اُس کے زندہ متعلقین سے۔ تو کیا اس اہتمام سے اُس جنازہ میں شرکت کرتے تو یہی جواب ملیگا کہ نہیں تو پھر کیونکر کہا جائے کہ محض ادائے حق مسلم اس نماز کی بنا ہے ۱۲

(۲۹) احیاء العلوم کا درس ہو رہا تھا مضمون یہ تھا کہ معاصی نیک نیتی سے طاعت نہیں ہو سکتے ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے بلکہ حدیث شریف جف القلم بما ھو کائن کے معنی یہی ہیں اور جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یبدل اللہ سیئاتھم حسنات مراد سیئات سے وہ طاعات ہیں کہ اصل نیت میں طاعت تھی مگر بسبب عوارض کے سیئات ہوگئی حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بے انتہا فضل سے اُن عوارض کو دفع کر کے اُس طاعت کو قبول فرماتا ہے تبدیل سے یہ مراد ہے (حاشیہ) قولہ حدیث جف القلم بما ھو کائن کے معنی یہی ہیں اقول یعنی بعض اکابر کے نزدیک کہ حسنہ و سیئہ برابر نہیں جو حسنہ ہے حسنہ ہے جو سیئہ ہے سیئہ ہے ۱۲ قولہ تبدیل سے یہ مراد ہے اقول اور اگر ظاہری معنی بھی مراد

[ع] یا اور کسی بزرگ کا نام لیا ۱۲

ہوں تو تبدیل کی صورت ایک کو محو کرکے دوسری عطا کرنا ہے نہ کہ انقلاب ایک کا دوسرے کیے سانف

(۳۰) وحدۃ الوجود کا ذکر فرماتے تھے مگر کلام بہت عالی تھا اس لئے لکھا نہ گیا۔

(۳۱) فرمایا اخوۃ کی تین قسمیں ہیں اخوۃ نسبی کہ تمام آدمی اولاد آدمؑ ہیں۔ اخوۃ ایمانی انما المومنون اخوۃ اخوۃ عارفین لا نفرق بین احد من رسلہ (حاشیہ) قولہ لا نفرق بین احد من رسلہ اقول یعنی ایسا اتحاد کہ ایک کے انکار سے سب کے فیوض سے محروم رہ جائے ۱۲

(۳۲) فرمایا کہ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ اجازت ہو تو حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ کو آپ کے مراتب سے اطلاع دوں؟ آپ نے جواب دیا کہ انتہائے عنایت سلطانی یہی ہوگی کہ اپنے حضور میں طلب فرمائیں گے جیسا کہ آپ کو طلب کیا تھا اور میں مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا البتہ سلطان کی دعا چاہتا ہوں کیونکہ دعائے سلطان عادل مستجاب ہوتی ہے اور یہ استدعا سلاطین کے حضور میں بہت دشوار ہے پس مناسب ہے کہ آپ میرا اسلام سلطان سے کہدیں کیونکہ جواب سلام ضرور دیں گے اور سلام دعا ہے پس اتنا ہی کافی ہے۔ تفریع سلام کو کہ طریق مسنون ہے ترک کرکے اداب عرض کرنا نہ چاہئے

(۳۳) فرمایا کہ آیۃ وعلم آدم الاسماء کلها میں علمائے ظاہر خیال کرتے ہیں کہ مراد اس سے اسمائے عرفیہ ہیں اور علمائے باطن کے نزدیک حق یوں ہے کہ اس سے مراد حقائق اسماء ہے۔

(۳۴) فرمایا کہ علماء آپس میں تنازع کرکے العلم حجاب الاکبر کے مصداق بنجاتے ہیں

(۳۵) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفیہ بدعات اختیار کرتے ہیں یہ کسی طرح یقین نہیں ہوتا کیونکہ صوفی کو جب صفائے قلب میسر ہووے جو کچھ کہے گا حق کہیگا اور زبان حق سے کہیگا۔

(حاشیہ) قولہ جو کچھ کہیگا حق کہیگا اور زبان حق سے کہیگا اقول اور جو بدعات کے مرتکب ہیں وہ حقیقی صوفی ہی نہیں ۱۲ منہ

(۳۶) فرمایا کہ نیت نماز کی اول سے آخر تک نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے لیکن علماء و فضلاء نے غایت رحم سے بنظر سہولت فتویٰ صرف اول نماز میں نیت کا دیا ہے امید رحم الرحمٰن سے ہے کہ قبول فرماوے (**حاشیہ**) **قولہ** نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے **اقول** یعنی حضور تام دائم شرط کمال صلاۃ ہے پس صوفیہ و علماء میں حقیقی اختلاف نہیں ۱۲

(۳۷) فرمایا کہ آیۂ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین علمائے ظاہر نے یقین سے موت مراد لی ہے لیکن نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں علم الیقین۔ عین الیقین اور سب سے بڑھکر حق الیقین اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ جب آدمی مرتبۂ موتوا قبل ان تموتوا پر پہونچتا ہے تب حاصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا اور اس رتبہ پر پہونچکر تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اور آیت میں اُن کے مذاق پر یہی مرتبہ مراد ہے لیکن یہ حالت صرف لمحہ دو لمحہ رہتی ہے لیکن جنکو جامعیت میسر ہے وہ اس حالت میں بھی عبادت کو ترک نہیں کرتے ہیں کیونکہ عبادت تذلل ہے اور محبوب (خدا) کی محبوب ہے (**حاشیہ**) **قولہ** یقین سے موت مراد لی ہے **اقول** اور تفسیر یہی ہے ۱۲ منہ **قولہ** نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں **اقول** اور یہ تاویل بطور علم اعتبار کے ہے ۱۲ منہ **قولہ** اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا **اقول** یہ ماقبل کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک قید زائد ہے اور ماقبل کے مغائر ۱۲ **قولہ** تکالیف شرعیہ ساقط ہوجاتی ہیں **اقول** کیونکہ شرط تکلیف ہوش و حواس کی درستی ہے ۱۲ منہ **قولہ** عبادت کو ترک نہیں کرتے ہیں **اقول** یعنی تھوڑا بھی افاقہ ہو گو وہ درجۂ ایجاب تکلیف تک نہ ہو جیسے معتوہ بیہوش نہیں مگر مکلف نہیں ۱۲ منہ

(۳۸) فرمایا کہ جنت العارفین لیس فیہا حور ولا قصور وما فیہ شئ الا ارنی ارنی اُس میں محض تجلیات الٰہی ہوتے ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** تجلیات الٰہی ہوتے ہیں **اقول** حور و قصور کی نفی اور تجلیات کا درجۂ حصر اثبات باعتبار ملتفت الیہ ہونے کے ہے ۱۲

(۳۹) فرمایا کہ چار مسئلوں میں متفکر تھا بعونہ تعالیٰ منکشف ہوگئے (۱) وحدت الوجود

(۲) تقدیر (۳) روح (۴) مشاجرات صحابہ۔

(۴۰) فرمایا کہ محبوبان خاص جب تقدیر پر اطلاع پاتے ہیں اُس کے موافق عمل کرتے ہیں اور عجلت کے ساتھ اُس کو انجام دیتے ہیں کیونکہ اُس کے ہونے پر ترقی مدارج موقوف ہوتی ہے پس چاہتے ہیں کہ اس امر سے فارغ ہو کر درجات عالیہ پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ بعد ارتکاب اپنی منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں برادران یوسف علیہ السلام نے ایک امر شنیع کیا اور مرتکب گناہ کبیرہ کے ہوئے باوجود اس کے علماء کا اُن کی نبوت میں اختلاف ہے اور انبیا کبائر (گناہ) سے معصوم ہیں قبل نبوت و بعد نبوت اسی پر مشاجرات صحابہ کو قیاس کرلینا چاہئے اُن کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ ضروری ہونا ہے پس تعجیل در تعجیل جہاں تک امر محبوب میں ہو خوب ہے اور یہی وجہ تھی کہ دن کو لڑائی لڑتے تھے اور رات کو ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے (**حاشیہ**) **قولہ** اُس کے موافق عمل کرتے ہیں **اقول** مگر وہ مقدر اگر امر غیر مباح ہو تو اُس کو مباح نہیں سمجھتے ۱۲ منہ **قولہ** ترقی مدارج موقوف ہوتی ہے۔ **اقول** یعنی بواسطہ توبہ کے ۱۲ منہ **قولہ** تعجیل جہانتک امر محبوب میں ہوا **اقول** یہ محبوبیت تکوینیہ ہے تشریعیہ نہیں ۱۲ منہ **قولہ** خوب ہے **اقول** یہ خوبی بواسطہ ہے یعنی توبہ کا سبب بنجانے سے نہ کہ فی ذاتہ ۱۲ منہ

(۴۱) فرمایا کہ نظر بعض عارفین کی اسباب پر نہیں ہوتی اور یہ باعث زیان و محل عتاب ہے وہ لوگ اسباب کو محض بے سود سمجھتے ہیں حتیٰ کہ دعا بھی نہیں مانگتے بلکہ اُن کے نزدیک دعا منع ہے اور یہ غلطی ہے البتہ اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے (**حاشیہ**) **قولہ** اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے **اقول** اور اُس کا غلط ہونا اُس وقت ہے جب درجہ رای میں ہو ۱۲

(۴۲) دعا کی چار قسمیں ہیں اوّل دعائے فرض مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے واسطے ہلاکی کی دعا کرے **پس** اُس پر یہ دعا کرنا فرض ہے دوم دعائے واجب جیسے دعائے

قنوت سوم دعائے سنت جیسے بعد تشہد اور ادعیہ ماثورہ چہارم دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اُس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دعا میں تذلل ہے اور تذلل حق تعالیٰ کو محبوب ہے لہذا الدعاء مخ العبادۃ وارد ہوا ہے (حاشیہ) قولہ دعائے عبادت اقول مراد عبدیت و تذلل یعنی محض اظہار عبدیت ہی مقصود ہو اور دوسرے اقسام میں جو دوسرے اوصاف ہیں وہ نہ ہوں ۱۲ منہ

(۴۳) ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو اُنہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اُسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا حضرت شاہ صاحب نے تشریف لاکر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل و عبدیت محبوب (خدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضا و تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے (حاشیہ) قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے اقول الوہیت سے مراد عروج اور عبودیت سے مراد نزول عارفین پہچانتے ہیں کہ اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اُس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا اُس مقصود کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا ۱۲ منہ

(۴۴) فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔ اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھکو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے (حاشیہ) قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی اُن کے

مقابلہ میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جنکا منع کرنا بنا بر منکرات کے ہے اُس کی تائید تو خود اس ملفوظ میں ہے باقی منکرات کیا کیا ہیں اس میں اجتہادی اختلاف ہو سکتا ہے ۱۲ منہ قولہ مجکو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے اقول جو دوسروں پر حجت نہیں ۱۲

(۵۴) مولانا اشرف علی صاحب نے استفسار فرمایا کہ رویت حق تعالیٰ کی اس عالم میں ممکن ہے یا نہیں؟ فرمایا ممکن ہے معنی آیۂ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کے یہ ہیں کہ اس بصارت ظاہری سے رویت حق تعالیٰ ممکن نہیں ہے اور جب نظر بصیرت (باطنیہ) حاصل ہو جاتی ہے بصارت (ظاہری) پر غالب آتی ہے پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھا ہے تو اُس کی غلطی ہے دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرلے رویت بدستور رہے دوسرے یہ کہ دید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے بخلاف اُس دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے بدون پرتو اُس نور کے غیر ممکن و محال ہے پھر مولانا نے استفسار فرمایا کہ خطاب لن ترانی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیوں کیا گیا؟ ارشاد فرمایا کہ اس میں نفی رویت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ درست ہے کہ عارف دیکھتا ہے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے بلکہ دیدۂ حق سے دیکھتا ہے اور نیز اس میں نفی رویت ذات ہے کیونکہ فنائے عبد اُس کو لازم ہے اور جب فنا ہوا پھر رویت کجا (**حاشیہ**) قولہ عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اقول مراد دیکھنے سے وہ ادراک ہے جو اس عالم کے استعداد کے مناسب ہو چنانچہ متعارف دیکھنے کی نفی آگے خود اس ملفوظ میں ہے اسی طرح جو ادراک اس عالم کی استعداد سے زائد ہے اُس کی بھی آگے نفی ہے فی قولہ نفی رویت ذات ہے ۱۲ منہ قولہ فنائے عبد اُس کو لازم ہے اقول یعنی اس عالم میں بوجہ نقص استعداد کے

(۴۶) فرمایا کہ ایک دن دو طالب علم آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ نماز بدون حضور قلب درست نہیں ہے کیونکہ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب وارد ہوا ہے

اور دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرتا تھا کہ آنحضرت فرماتے ہیں
انی اجھز الجیش وانا فی الصلوٰۃ اس سے زیادہ کون امر منافی نماز ہو سکتا ہے آخر الامر
آپ (حضرت صاحب) سے محاکمہ چاہا ارشاد ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے
مقربوں کو جب بادشاہوں کی حضوری ہوتی ہے امور لاحقہ عرض کرتے ہیں اور استمزاج چاہتے
ہیں اور بجا آوری خدمت کی کوشش کرتے ہیں پس یہ عین حضوری ہے نہ منافی حضوری

(**حاشیہ**) **قولہ** لاصلوٰۃ الا بحضور القلب وارد ہوا ہے **اقول** یعنی یہ مضمون حدیث کا ہے
جس کے یہ الفاظ ہیں لاصلوٰۃ لمن لا یتخشع رواہ الدیلمی مرفوعا کما فی کنز العمال ۱۲
قولہ یہ عین حضوری ہے **اقول** یعنی جب باذن ہو خواہ اذن کلی ہو یا جزئی ہو ۱۲

(۷۴) فرمایا کہ الولایۃ افضل من النبوۃ حق ہے لیکن مراد ولایت سے ولایت نبی ہے
اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت توجہ الی اللہ ہے اور نبوت توجہ الی الخلق اور توجہ الی اللہ توجہ
الی الخلق سے بہر حال افضل ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ولایت میں مستغرق ہوتے تھے
توجہ الی الخلق جو لازمہ نبوت ہے کم ہو جاتی تھی پس فرماتے تھے کلمینی یا حمیراء تاکہ حضرت
عائشہ الحمیراء رضی اللہ عنہا کی گفتگو سے توجہ الی الخلق عود کرے اور جب نبوت کہ توجہ الی الخلق
سے مراد ہے غالب ہو کر شفقت و ترحم بحال خلق اس مرتبہ ہو جاتا تھا کہ ولایت میں نقص توجہ
پیدا ہو تو ارشاد ہوتا تھا ارحنی یا بلال تاکہ ذکر الٰہی سے توجہ الی اللہ حالت اصلی پر آجاوے

(**حاشیہ**) **قولہ** پس فرماتے تھے کلمینی یا حمیراء **اقول** عمدۃ القاری میں نسائی سے
آپکا حضرت عائشہ کو حمیرا فرمانا مذکور ہے اور کلمینی روایت بالمعنی ہے مسلم میں حضرت عائشہ رض
کا قول ہے کہ سنت فجر کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی مجھ سے باتیں فرماتے اھ ظاہر ہے کہ باتیں کرنے
والا مخاطب کو حالاً امر کرتا ہے کہ تو بھی کلام کر ۱۲ **قولہ** ارشاد ہوتا تھا ارحنی یا بلال **اقول** فی
شرح الاحیاء اخرجہ احمد وابوداؤد والبغوی والطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ والخطیب

ولفظہم جمیعا یا بلال اقم الصلوٰۃ وارحنا بہا اھ وقال صاحب القوت یقال ارحنا بلفتے ای ردحنا بہ

دار خامنہ اے اسقط عنا وخفف عنا اھ

(۴۸) فرمایا کہ مراتب یقین تین ہیں علم الیقین مرتبۂ ادنیٰ عین الیقین مرتبۂ وسطیٰ حق الیقین مرتبۂ اعلیٰ ہے۔ عین الیقین سے علم الیقین میں جانا حسنات الابرار سیئات المقربین ہے۔ حق الیقین مرتبۂ فنا فی الفنا ہے مثال اس کی یوں ہے کہ علم حرارت آتش کا علم الیقین ہے اور جب اُس پر انگلی رکھی جائے عین الیقین ہو۔ اور جب لوہے کو خوب آگ میں سُرخ کیا جائے اور اُس وقت لوہا انا النار کہے بجا ہے یہ مرتبۂ حق الیقین ہے اور اس مرتبہ میں عبادت ساقط ہو جاتی ہے لیکن یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا تاہم جس کو جامعیت نصیب فرمائی ہے شریعت سے باز نہیں رہتا (حاشیہ) **قولہ** لوہا انا النار کہے بجا ہے **اقول** یعنی تاویل سے ۱۲ **قولہ** عبادت ساقط ہو جاتی ہے **اقول** بوجہ مغلوبیت عقل کے ۱۲ **قولہ** یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا **اقول** اکثر آنی ہوتا ہے ۱۲ **قولہ** شریعت سے باز نہیں رہتا **اقول** یعنی مغلوبیت کے ضعیف کرنے کا قصداً اہتمام کرتا ہے جیسے وساوس غیر اختیاری پر مواخذہ نہیں لیکن ایک شخص ایسا اہتمام کرتا ہو کہ وساوس آنے نہ پائیں اُس کی بڑی ہمت ہے ۱۲

(۴۹) فرمایا کہ الایمان بین الخوف والرجاء یہی خوف و رجا جب مرتبۂ علیا کو پہونچتا ہے اور دوسری کیفیت پیدا کرتا ہے قبض و بسط کہا جاتا ہے اور جب زیادہ ترقی حاصل ہوتی ہے اُنس و ہیبت سے نام ہو جاتا ہے۔ حقیقت واحدہ ہے کہ اختلاف کیفیات سے اختلاف اسماء ہو جاتا ہے کما ان النفس واحدۃ وباختلاف الکیفیات تسمی تارۃ بالامارۃ وتارۃ باللوامۃ وتارۃ بالملھمۃ وتارۃ بالمطمئنۃ

(۵۰) اگر حالت بسط میں عبادت بجا لایا ظہور رحیم ہے بجو نہ اُس وقت ہوگا کہ حالت قبض میں بھی کوئی فتور نہ ہو اور ترک عبادت نہ کرے جیسا کہ بہتیرے آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں شیخ کامل اُس کا دفعیہ کر سکتا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں **اقول** اس طرح سے کہ قبض سے بعض اغلاط میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ

(۵۱) فرمایا مشہور ہے کہ بوجہ دعائے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اُن کے صاحبزادہ

حضرت محمود نے وفات پائی لیکن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بوجہ غایت محبت و شفقت پدری حضرت ابراہیم نے اُن کو ایک دم سے بھر دیا اُن سے تحمل نہ ہو سکا اس وجہ سے انتقال کیا جیسا حضرت خواجہ باقی باللہ نے نان بز کو توجہ اتحادی دی اور اُس کو تحمل دشوار ہو گیا۔

(حاشیہ) قولہ محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے **اقول** غالباً ذوق اس کا مرجح ہے اور اس پر استدلال بھی ہو سکتا ہے کہ بددعا کرنا اُن کی شان سے بعید تھا اور فیض پہونچانا اُنکی شان کے مناسب ہے باقی یہ کہ جو فیض بھی موجب ہلاکت ہو جائے اُس کا القاء کیسے جائز ہوا جواب یہ ہے کہ اس کا احتمال نہ تھا تو یہ غلطی طبیب حاذق کی سی غلطی ہے جس پر مواخذہ نہیں ۱۲

(۵۲) فرمایا مشہور ہے کہ حضرت محمود نسبت شیوخ کی سلب کر لیتے ہیں یہ غلط ہے بزرگوں سے عطا ہوتا ہے نہ کہ برعکس اصل یہ ہے کہ نسبت شیوخ کی اس مقام متبرک میں نسبت انبیا علیہم السلام کے آگے پست ہو جاتی ہے جیسے کہ آفتاب کے سامنے چراغ نہیں جلتا **(حاشیہ)** قولہ نسبت انبیا علیہم السلام کے آگے پست ہو جاتی ہے **اقول** جو کہ مکہ معظمہ میں مدفون ہیں ۱۲

(۵۳) فرمایا الایمان بین الرجاء والخوف جب عمل خیر کرے تو امید قبولیت کی رکھے کہ موقع رجاء کا ہے ایسے وقت میں عدم رجاء گناہ ہے **(حاشیہ)** قولہ جب عمل خیر کرے۔ **اقول** رجاء کا موقع تبلانا مقصود ہے یعنی بدون عمل کے جو رجا سمجھا جاتا ہے وہ غرور ہے۔ صرح بہ الغزالی اور یہ مقصود نہیں کہ عمل کے وقت خوف نہ ہو ۱۲

(۵۴) فرمایا الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف وغیرہ کو صوفیہ نے حدیث کہا ہے دراصل یہ سب احادیث ہیں اور دوسری حدیث میں بجائے اہل تصوف اہل الذکر صراحۃً موجود ہے اور اہل الذکر اہل تصوف ہیں پس حدیث نقل بالمعنی ہوگی۔ اگر اس سے قطع نظر کیا جائے پس حدیث دو نوع کی ہیں (۱) حدیث بالمعنی المتعارف اور (۲) حدیث کشفی۔ چنانچہ فرمایا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے من رانی فقد رأ الحق اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ من رانی

فقد رانی یقیناً فان الشیطان لایتمثل بی دوسرے یہ کہ من رانی فقد رأ اللہ تعالیٰ
پس جب زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میسر ہوئی یا دیدار پروردگار جو کچھ مسموع ہو گیا
قلب پر وارد ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہو گا یا خدائے پاک کی طرف سے
پس حدیث کشفی نام رکھنے میں کیا مضائقہ ہے اور ہمارے علماء اس زمانہ میں جو کچھ قلم میں آتا
ہے بے محابا فتویٰ دیدیتے ہیں علمائے ظاہر کے لئے علم باطن بہت ضرور ہے بدون اس
کے کچھ کام درست نہیں ہوتا (**حاشیہ**) **قولہ الشیخ فی قومہ الخ اقول** اوردہ ابن
حبان والدیلمی بسند ضعیف اور گو مراد اس حدیث میں شیخ سے کبیر السن ہے مگر اشتراک علت سے
کہ زیادت عقل ہے مرشد کو بھی شامل ہے کہ وہ عقل دین رکھتا ہے اور دوسری حدیث
میری نظر سے نہیں گذری نہ اہل التصوف کے لفظ سے نہ اہل الذکر کے لفظ سے مولانا رومی
اس کو مثنوی میں لائے ہیں مگر معنےً یہ بھی ثابت ہے اس طرح سے کہ حدیث ہے انا جلیس
من ذکرنی اس کے ساتھ ایک مقدمہ عقلیہ یا عادیہ منضم کر دیا جاوے جلیس الجلیس جلیس
پس لازم آیا کہ جلیس اہل ذکر جلیس حق ہے اور اس سے من اراد الخ لازم آگیا اور دوسری
توجیہہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث منامی کو علماء نے بھی حدیث کہا ہے اور تقدیر ای
الحق کی دوسری تاویل قواعد کے خلاف نہیں کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک
انما یبایعون اللہ اور کشف یا رویا میں جو حق تعالیٰ سے سنیگا وہ حدیث قدسی ہو گی
اور آگے جو بعض علماء کی شکایت ہے اُس میں بے محابا کی قید بھی ہے یعنی محمل حسن کے
ممکن ہوتے طعن اور گستاخی نہ چاہئے جیسا کہ اُس پر کا حاشیہ اس پر دال ہے ۱۲ منہ
قولہ بے محابا فتویٰ دیدیتے ہیں اقول یعنی صوفیہ کو جاہل و وضاع حدیث کہتے ہیں۔ البتہ
اگر تفصیل کر دیا کریں تو مقصود بھی حاصل ہو جائے اور مقبولان الٰہی کی توہین بھی نہ ہو
(**۵۵**) فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف
بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے

واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقتِ قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (**حاشیہ**) قولہ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں **اقول** حضرت کا طبعی حسن ظن اسکا منشا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے مقصود یہ ہے کہ جب بعض کا اجتہاد اس طرف گیا ہے گو اُس اجتہاد کی صحت کا احتمال نہ ہو لیکن صاحب اجتہاد یا اُس کی تقلید کرنیوالا اس قدر ملامت کا محل نہیں ہے آداب احتساب سے ہے کہ ایسے موقع پر نرمی سے سمجھا دیا جائے البتہ اگر وہ اہل حق سے عناد رکھے تو اس عناد میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور عالم خلق عالم مادی کو کہتے ہیں اور عالم امر مجردات کو اور روح مجردات سے ہے اور احتمال کا لفظ نص ہے اس میں کہ جزم اس اعتقاد کا جائز نہیں اور نہ احتمال مخصوص ہے اس مجلس کے ساتھ جسکا نام مجلس مولد ہو ۱۲ منہ

(۵۶) فرمایا واسطے تقویت حافظہ کے یا علیم علمنی ما لم اکن اعلم یا علیم اکتالیس بار بعد نماز عصر پڑھنا چاہیئے اور سورۂ فاتحہ بعد نماز فجر گیارہ بار پڑھنا چاہیئے یا روٹی پر لکھکر کھانی

(۵۷) فرمایا ؎

یک زمانے صحبتے با اولیا — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس میں زمان عام نہیں ہے بلکہ مخصوص ہے جب لی مع اللہ وقت میسر ہو وہ وقت مراد ہے (**حاشیہ**) قولہ وہ وقت مراد ہے **اقول** یہ بھی اس کا ایک محل ہے جو ظاہراً توجیہات کا محتاج نہیں اور لی مع اللہ وقت الخ اس کو بعض کتب تصوف میں حدیث لکھدیا ہے مگر سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کے حدیث ہونے کی نفی کر کے اس کے معنی کو شمائل ترمذی کی حدیث تجزیہ اوقات سے مستند کیا ہے ۱۲

(۵۸) فرمایا ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لئے خدمت کرنا چاہیئے جیسے کہ

حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہ اپنے مرشد کی انواع اقسام کی خدمت کرتے تھے اور بڑی شفقت کرتے تھے دن کو دن اور رات کو رات نہیں جانتے تھے۔ ایکدن حضرت شاہ صاحب نے نکال دیا (یہ نکالنا بزرگوں کا محض ظاہری ہوتا ہے لیکن قلب سے کھینچتے ہیں) حضرت شاہ بھیک صاحب شہر کے گرد گھومنے لگے ایک دن شاہ صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ تم نے ایسے آدمی کو کیوں نکال دیا اگر وہ ہوتا تو کوئی کام ہی کرتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے نکال دیا ہے تم نے تو نہیں نکالا تم بلالو۔ غرضکہ شاہ بھیک کو طلب کر کے کوٹھے کی چھت بنانے کا حکم دیا حضرت شاہ بھیک صاحب نے بے تکلف اکیلے بنانے لگے اور بڑی بڑی لکڑیوں کو کاٹ و تراش کر چھت بنانا شروع کیا حضرت کو یہ خدمت پسند آئی چونکہ اُن کی مشقتیں انتہا کو پہونچ گئی تھیں حضرت شاہ صاحب نے ایک دم میں توجہ باطنی سے کمال کو پہونچا دیا یہ اُن کی محنت کا پھل تھا (**حاشیہ**) **قولہ** ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لئے **اقول** مراد ولایت سے مقبولیت نہیں بلکہ بعض کیفیات متعلق مقبولیت مجازا ۱۲ اور قصہ کے آخر میں لفظ کمال سے بھی یہی مراد ہے ۱۲

(۵۹) فرمایا یجوز تصورا لمطلوب علی صورۃ الشیخ اذا کان الطالب عارفا ذاکشف (**حاشیہ**) **قولہ** عارفا ذاکشف **اقول** لانہ لایعتقد ذات صورۃ بل یعتقد الشیخ مظہرا کاملا للمطلوب فلا یقع فی الاتحاد والحلول ۱۲

(۶۰) اکثر اوقات فرماتے ہیں کہ مجھ میں کچھ نہیں ہے البتہ یہ اُمید ہے کہ تم لوگوں کے توسل سے میری بھی نجات ہو جائے اور موافق اعتقاد و گمان تم لوگوں کے مجکو بھی حصہ (رحمت خدا سے) ملے بوجہ تم لوگوں کے اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے اور گونہ اُس کے ذکر میں مشغولی ہوتی ہے۔

(۶۱) فرمایا کہ ضیاء القلوب کو میں نے نو جزو میں لکھا تھا چار جزو کی اجازت ملی اور پانچ جزو کہ ثمرات میں تھے ممنوع الاظہار والافشا ہو گئے۔

(۶۲) فرمایا کلام اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں نفسی ہے پھر بھی الفاظ کو کلام اللہ کہتے ہیں یہی حال

تمامی صفات کا ہے یہی معنی ہیں ہمہ اوست و وحدت الوجود کے اور یہی ہے بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش الحدیث (حاشیہ) قولہ یہی حال تمامی صفات کا ہے اقول کہ اُن کو اپنے مظاہر کے ساتھ خاص تعلقات ہیں گو بعینہ کلام نفسی وکلام لفظی کا سا تعلق نہیں کیونکہ کلام لفظی تعبیر ہے اُس کلام نفسی کی اور اسی وجہ سے اُس کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف جائز ہے بلکہ واجب ہے بخلاف دوسرے مظاہر صفات کے مثلاً اکل زید کہ مظہر قدرت حق ہے مگر اکل کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر یہاں تشبہ نفس تعلق ظاہریت ومظہریت میں ہے اس تعلق ظاہریت ومظہریت کو صوفیہ اصطلاح میں عینیت کہتے ہیں اور ہمہ اوست و وحدۃ الوجود جو کہ ترجمہ ہے عینیت کا اُس سے بھی یہی مراد ہے بی یسمع سے بھی تعلق خاص مفہوم ہوتا ہے جو معنیً اُس تعلق سے متقارب ہے ۱۲

۲۳ شوال ۱۳۱۱ھ

(۶۳) فرمایا ایک آدمی خاندان نقشبندیہ میں مرید تھا لیکن اُس کی طبیعت ذکر بالجہر سے مناسب تھی اور ذکر جہر سے اُس کو لذت ملتی تھی اُس کے مرشد نے تلقین ذکر خفی کی ترک جہر سے انقباض ہوگیا اور وہ لذت جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہی مجھ سے اپنا حال بیان کیا میں نے کہا کہ ہر شخص کو ایک ذکر مخصوص سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو خفی سے بعض کو جلی سے بعض کو خیال وتصور سے تمہارے لئے ذکر جلی مناسب ہے نہ خفی اُس نے مرشد کی تعلیم کا عذر کیا میں نے جواب دیا کہ جب یہ عذر تھا تب عرض حال کیا ضرور تھا جب مدینہ منورہ میں پہونچے ایک برادر ارشادی کے پاس اُن کے حسب درخواست ضیاء القلوب نقل کے واسطے لے گیا وہ ایسے بزرگ تھے کہ اُن کا ذکر نفی واثبات اس درجہ پر پہونچ گیا تھا کہ جب لا الٰہ کہتے تاریکی ہو جاتی اور چادر وغیرہ کچھ نہ رہتی سب فنا ہو جاتی اور جب الا اللہ کہتے ایک نور ظاہر ہوتا یہ دونوں کیفیت معلوم ہوتی تھیں ایک شخص یہ حالت دیکھکر متحیر رہتا تھا جب تحقیق کیا امر واقعی دریافت ہوا کہ یہ آثار ان حضرت کا ہے غرضکہ اُنہوں نے ضیاء القلوب لے کر اُن نقشبندی کو واسطے نقل کے دی ہنگام نقل فیض ظاہر ہوا اور انبساط حاصل ہوا شکریہ بجا لائے اور ضیاء القلوب اپنے واسطے نقل کی (حاشیہ)

قولہ سب فنا ہو جاتی اقول یعنی باعتبار ادراک کے نہ کہ واقع ہیں ۱۲

(۶۴) فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بزرگوں کے حالات کی چھان بین میں رہتے ہیں یہ امر مذموم اور ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم بزرگوں کے حضور میں اپنے دل کی نگہداشت کرنا چاہئے ع پیش اہل دل نگہدارید دل۔ ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنی نسبت سے میر تفتیش حال کرنے لگے میں نے کہا کہ یہ امر بہت برا ہے اہل نسبت اگر اپنی پونجی چھپانا چاہے تو پتہ بھی نہ لگنے دے یہ سنکر میرے زانو پکڑتے اور عذر کرنے لگے (**حاشیہ**) قولہ قال اللہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم اقول اس سے استدلال باشتراک علت ہے وہو الاطلاع مالا یرید صاحب البیت الاطلاع علیہ

(۶۵) فرمایا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغۂ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے (**حاشیہ**) قولہ پس اسکے جواز میں شک نہیں ہے اقول یعنی جسکو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اُس قرب کے مکشوف ہونے پر بلا واسطہ خطاب کرسکتا ہے ورنہ یوں سمجھے کہ ملائکہ پہونچا دیں گے البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اُس کا اظہار ممنوع ہوگا ۱۲

(۶۶) فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ۔

(۶۷) ایک آدمی نے پوچھا کہ ہمہ اوست ولا موجود کے کیا معنی؟ فرمایا کہ دونوں مرادف ہیں جو کوئی طالب علم ہو اس کے معنی سمجھ سکتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود و قیام عمارت کا ہوگیا بعدہ جو درو دیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فی الذہن کے ہوں گے۔ اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم و قدرت اور تمامی کائنات پرتو انہیں دو صفت کے ہیں تمام مخلوق علم

حق تعالیٰ ہیں یعنی اُسی کے موافق ظاہر ہوئی پس یہ سب پرتو وظل علم الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اُس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں لامحالہ لاموجود الا اللہ وہمہ اوست پیدا ہے جملہ اول فانی آخر فانی اور درمیان میں جوکچھ ظاہر ہو محض خیال وتصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی ونقلی بھی نہ صرف کشفی۔ عقل کے کئی اقسام ہیں عقل معاش ومعاد عقل کل وجزو معقولی جو عقل معاد نہیں رکھتے محض نامعقول ہیں۔

(**حاشیہ**) **قولہ** اس کی مثال یوں ہے **اقول** یعنی تقریب فہم کے لئے نہ کہ بعینہ یہی حال ہے تعالیٰ اللہ ۱۲ **قولہ** اُس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں **اقول** یہاں ایک مقدمہ مطوی ہے وہ یہ کہ پرتو اور ظل کا وجود مستقل نہیں پس وجود حقیقی ومستقل صرف حق تعالیٰ کے لئے ہوا اور صفات کو پہلے ہی تغائر نہیں پس وجود حقیقی واحد ہی ہوا ۱۲ **قولہ** جملہ اول فانی آخر فانی **اقول** یعنی جملہ اشیاء اول بھی معدوم تھی پھر بھی معدوم ہوں گی جس سے اُن کے وجود کا غیر مستقل ہونا ثابت ہوا پس وجود مستقل واحد ہی ہوا اور خیال وتصور تشبیہا فرمایا وجہ تشبیہہ عدم استقلال کی صفت ہے جو کہ خیال وتصور میں اظہر ہے ۱۲ **قولہ** عقل کل وجزو **اقول** کل یعنی کامل ۱۲

(۶۸) فرمایا کہ شیطان انواع واقسام سے انسان کو وسوسے میں ڈالتا ہے کبھی بالکلیہ عبادت سے پھیر دیتا ہے اور کبھی عبادت اعلیٰ سے ادنیٰ پر مائل کرتا ہے ؎

حج زیارت کردن خانہ بود　　　حج رب البیت مردانہ بود

کبھی حج رب البیت سے باز رکھ کے رغبت حج مکان کی دیتا ہے اور جہاد اکبر سے جہاد اصغر کی طرف متوجہ کرتا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** رغبت حج مکان کی دیتا ہے **اقول** یعنی باوجود فرض نہ ہونے کے ۱۲

(۶۹) فرمایا، تمام لطائف بالائے عرش ہیں۔ تصور کرنا چاہئے کہ اُن کے حقائق سے فیض حاصل ہوتا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** تمام لطائف بالائے عرش ہیں **اقول** یہ

کنایہ ہے لامکانی ہونے سے اس لئے کہ وہ مجرد ہیں اور عرش منتہی ہے امکنہ کا پس
وراء العرش کنایہ ہوا لامکان سے ۱۲

(۷۰) فرمایا کہ مذہب و ملت عشق جدا ہے جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ملت عاشق زملت ہا جدا ست۔ عاشقاں را ملت و مذہب خدا ست

مجکو اس آیت سے تسکین و تشفی ہوگئی ما علیک من حسابھم من شئ و ما من حسابک علیھم من شئ (**حاشیہ**) **قولہ** مذہب و ملت عشق جدا ہے **اقول** یعنی جب اسکا سکرو غلبہ ہو ورنہ معذوری کی کوئی وجہ نہیں ۱۲ منہ **قولہ** مجکو اس آیت سے تسکین و تشفی ہوگئی۔ **اقول** یعنی اس مضمون میں کیونکہ آیت کا حاصل اُن کی باطن کی تفتیش نہ کرنا ہے کما صرح المفسرون بہ اور مبنی اس عدم تفتیش کا اس جماعت کے باب میں اُن کا عاشق ہونا ہے۔ کما دل علیہ وصفھم بقولہ یریدون وجھہ اس سے مستنبط ہوا کہ اگر اُن کی کوئی باطنی حالت معذوری کی ہو اور قرائن قویہ اُس پر دال ہوں تو اُن کے باب میں کاوش نہ کی جائے ۱۲

(۷۱) اور فرمایا کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اُس کی تعلیم روحانی مجکو حضرت مولانا روم نے فرمائی ہے

(۷۲) ذکر وفات و حیات و مجددیت حضرت سید احمد صاحبؒ کا ہوا فرمایا کہ معتقدین اُن کو مجدد اُس صدی کا کہتے ہیں اور بعضوں کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر قرائن قویہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوئے ہیں اور اس ضمن میں واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آدمیوں نے حضرت کا بدن پایا سر کہ بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا نہیں ملا۔ امر سنگھ نے بتعظیم و اکرام عام مزار بنا رکھا (**حاشیہ**) **قولہ** واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا **اقول** یعنی وہاں ایک بزرگ نے حضرت سید صاحب کو بعد شہادت دیکھا ۱۲ **قولہ** سر کہ بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا **اقول** اس کی تحقیق میں نے نہیں سنی کہ ایسا کیوں کیا گیا ۱۲

(۷۳) فرمایا کہ میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجکو بیعت تبرک میں قبول فرمایا۔

(۷۴) فرمایا کہ انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق (**حاشیہ**) **قولہ** اور باطن حق **اقول** باطن حقیقت کو کہتے ہیں جس کا مظہر انسان ہے باطن کو جزء انسان نہ سمجھنا چاہئے ورنہ محال عقلی ونقلی لازم آویگا ۱۲

(۷۵) فرمایا نظر عارف کی اوّل ظاہر پر پڑتی ہے بعدہ مظاہر پر اس لئے اوّل کہتا ہے ھذا ربی پھر کہتا ہے لا احب الآفلین۔

(۷۶) فرمایا معنی ؎

من آں وقت کردم خدارا سجود — کہ ذات وصفاتِ خدا ہم نہ بود

کے یہ ہیں کہ جسوقت ظہور عینی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا محض مرتبہ اعیان کا تھا اُس وقت بھی اُس مرتبہ میں میں اُس کی عبادت میں تھا (**حاشیہ**) **قولہ** جسوقت ظہور عینی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا **اقول** یعنی مضاف محذوف اور اعیان ثابتہ کے مرتبہ میں عبادت کی حقیقت تو تعلق علمی ہے حق تعالیٰ کا اس کی عبادت فی وقتہا کے ساتھ اور اس میں قابل کی تخصیص نہیں مقصود غالباً یہ ہے کہ جب کسی کے قول کی تاویل ہو سکے اُس پر لعن وطعن نہ کریں گو وہ قول غیر مفید ہی ہو ۱۲

(۷۷) فرمایا عالم قدیم ہے مرتبہ اعیان میں کیونکہ یہ پرتو صفات الٰہیہ کا ہے اور صفات باریتعالیٰ قدیم ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** فرمایا عالم قدیم ہے **اقول** مقصود غالباً یہ ہے کہ اگر کسی عارف کے کلام میں قدم عالم کا پایا جائے تو اُس کی یہ تاویل ہے نہ یہ کہ بلا ضرورت قدم عالم کو گاتا پھرے ۱۲ منہ

(۷۸) فرمایا جو کچھ ایک نگاہ میں حاصل ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور جو ریاضت سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے قائم رہتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے الذین جاھدوا فینا پس مجاہدہ

بہتر و خوب ہے اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فنا ہوتے ہیں اور دوسرے معنی مشہور (**حاشیہ**) قولہ یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فنا ہوتے ہیں **اقول** یعنی جاہدوا متضمن ہے معنی فنا کو یعنی جاھدوا ویفنون فینا اور معنی مشہور فی معنی لام یعنی لنا ۱۲ منہ۔

(۷۹) فرمایا پاس انفاس جو صحبت شیخ میں دفعۃً میسر ہو جاتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور جو خیال سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے دیرپا ہوتا ہے اس میں اسرار ہیں ورنہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اول سے تمام مخلوق کو عارف پیدا کرتا اور حاجت ریاضت کی نہ ہوتی۔

(۸۰) فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں سے مشقت نہیں ہو سکتی طلب کمال کرتے ہیں اور میں باوجود ضعف کے ایکدم میں دو سو پچاس ضرب کرتا تھا مولوی نور الحسن صاحب کاندھوی نے اسقدر کثرت درود شریف کی کی تھی کہ بے اختیار زبان پر جاری ہو جاتا تھا اور یہ قدرت نہ ہوتی تھی کہ زبان کو روک لیں یہاں تک کہ پاخانہ میں زبان کو دانتوں سے دبائے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو درود شریف منہ سے نکل جائے۔

(۸۱) فرمایا میں نے مثنوی شریف تین بار حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجانوی پر عرض کی اور تحقیق بعض مقامات کی مولوی ابوالحسن کاندھوی سے کی۔

(۸۲) فرمایا ایک مرید بہت غبی تھا مرشد نے چند اشغال تعلیم کئے باوجود مشقت و چلہ کشی کچھ اثر و لذت پیدا نہ ہوئی۔ عرض کیا کہ اب کیا کروں فرمایا دیوار میں سر دے مار وہ طالب صادق مستعد ہو کر دیوار کے پاس گیا اور قریب تھا کہ دیوار پر سر مار کر جان نثار کر دے کہ دفعۃً بیہوش ہو کر گر پڑا ندا آئی کہ اس سے (مرشد سے) کہو کہ میرے دوستوں کا سر پھوڑواتا ہے۔ دونوں پیر و مرید کیفیت وجد میں ہو گئے پیر لذت خطاب سے بیتاب ہو گیا ؎

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی   جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ اور مرید درجۂ کمال کو پہونچ گیا (**حاشیہ**) قولہ دیوار

میں سر دے مارا **اقول** معنی حقیقی مقصود نہ تھے وہ تقاضٔی معنی حقیقی سمجھ گیا اور اسی پر عتاب ہوا کہ غبی سے ایسی بات کیوں کہی کہ وہ غلط سمجھ گیا اُس کو تعلیم حقیقت کی کرنا چاہئے تھا کیفیت مقصود نہیں ہو

(۸۳) فرمایا اصل ذوق شوق محبت ہے کشف وکرامات ثمرات زائدہ ہیں ہوئے ہوئے نہ ہوئے نہ ہوئے عارف اسکو ایک جو کی برابر نہیں سمجھتے بلکہ اکثر حجاب ہوتا ہے **(حاشیہ)** **قولہ** اصل ذوق شوق محبت ہے **اقول** عطف تفسیری ہے گو ذوق شوق درجہ شورش میں نہ ہو۱۲

(۸۴) فرمایا کہ تمام فنوں میں پندار (خود بینی) ہوتی ہے اور پندار حجاب ہے چونکہ علم میں زیادہ پندار ہے لہذا **العلم حجاب الاکبر** کہا گیا پس دراصل حجاب غرور و پندار ہے اور اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ **الغیبۃ اشد من الزنا** کیونکہ غیبت میں پندار ہے اور زنا میں عجز و انکسار۔ آدم علیہ السلام و ابلیس علیہ اللعن دونوں سے خطا ہوئی آدم علیہ السلام بوجہ عجز و انکسار مقبول ہوئے اور ابلیس اپنے حجاب کی وجہ سے مردود ہوگیا۔ فرمایا گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں باہی و جاہی آدم علیہ السلام کی خطا باہی ہے اور ابلیس کا گناہ جاہی۔ زنا گناہ باہی ہے غیبت گناہ جاہی اس لئے یہ اشد ہے۔

(۸۵) فرمایا کہ حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسے سماع چند شرطوں سے مضائقہ نہیں زمان یعنی وقت نماز نہ ہو مکان یعنی محفوظ جگہ ہو کہ شور و شغب وہاں نہ پہونچ سکتا ہو اخوان یعنی تمام آدمی ہمجنس ہوں یہاں تک کہ قوال بھی اہل ذکر ہو جب سب باتیں یکجا ہوتی ہیں لذت و کیفیت حاصل ہوتی ہے **(حاشیہ)** **قولہ** تمام آدمی ہمجنس ہوں **اقول** یعنی طالبان حق ہوں جیسا آگے قوال کو اہل ذکر کہا گیا اور اسی سے لازم آگیا کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو ورنہ ایسا شخص طالب حق کہاں ہوگا ۱۲

(۸۶) فرمایا کہ اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفیض ہوا ہو جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالتماب سے معذور رہے مگر آنحضرت سے فیضیاب ہوئے اسی مناسبت سے اویسیہ اویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے اور بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے کہ جنگ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی غیبت میں بیعت لی اور یہی توجیہ ہے بعینہ مشائخ کی کہ مرید کی غیبت میں کرتے ہیں (**حاشیہ**) قولہ بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے **اقول** یعنی من وجہ ۱۲

(۸۷) فرمایا کہ قلندریہ وہ گروہ ہے کہ روش ملامت اختیار کرلی ہے اور اس زمانہ میں قلندر اُس کو کہتے ہیں کہ چند مخترعات ومہملات فرضی کا جواب اُن کو دے سکے البتہ اُن میں بھی بعض کامل ونیک ہوتے ہیں (**حاشیہ**) قولہ قلندریہ وہ گروہ ہے **اقول** یہ بھی ایک اصطلاح ہے ورنہ متقدمین کے نزدیک قلندر مقلل اعمال کو کہتے ہیں اور ملامتی کاتم اعمال کو لیکن اس اصطلاح متحدث پر وہ شخص مخالف شرع نہیں ہوتا اور مخالف شرع سے اس کی تفسیر کرنا لوگوں کو اس غلطی میں ڈالنا ہے کہ جن پہلے بزرگوں کا ذکر قلندروں میں دیکھا جاویگا اُن پر گمان خلاف شرع ہونے کا ہوگا۔ آگے جو اُن میں بعض کو نیک بتلایا ہے وہ واقع میں اُن میں نہیں ہیں تستر حالت کے لئے اپنے کو اُن میں داخل کرلیا ہے مگر مخالف شرع نہیں ہیں لیکن محققین اس کو بھی پسند نہیں کرتے بلکہ اُن کا مسلک وہ ہے جو اسکے مابعد ملفوظ میں ہے

(۸۸) فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہئے سیرت اللہ تعالیٰ درست کر دیگا کیونکہ وہ واہب وفیاض ہے۔ دریافت کیا گیا کہ ساحران موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیاں کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اُس کے طفیل میں وہ نیک ہوئے۔

(۸۹) فرمایا اولیاء اللہ اپنے کو چھپانا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے وہ چھپاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُن میں سے بعض کو خدمت تعلیم وتلقین کی تفویض فرما کر ظاہر کرتا ہے امام مہدی علیہ السلام اپنے کو چھپانا چاہیں گے مگر ندائے غیبی ھذا

خلیفۃ اللہ المہدی راز ظاہر کردیگی۔

(۹۰) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہوگی اولیاء اللہ دعائم عالم کے ہیں یعنی ستون

(حاشیہ) قولہ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر اقول تائید ہے اشتراک علت سے کیونکہ غایت ہدایت دونوں جگہ مشترک ہے ۱۲ قولہ تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اقول غالباً یہ باعتبار اکثر حالات کے ہوگا ۱۲ قولہ جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے اقول کیونکہ ان کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آجانا احادیث میں وارد ہے ۱۲

(۹۱) فرمایا کہ بالکل غذا ترک نہ کرنا چاہیئے نہ اس قدر کھانا چاہیئے کہ نفس امارہ قوی ہوجاوے اور اسی وجہ سے خصی (ہیجڑا) ہونا ممنوع ہے بلکہ ایک چوتھائی معدہ خالی رکھنا کافی ہے

(۹۲) فرمایا کہ صوفیہ نے اذکار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ انسان صفات بشریہ سے نکلکر متصف بصفات اللہ ہوجائے پس کوشش کرنا چاہیئے ؎

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہراساں نشود

ہمت مرداں مدد خدا راست بے کم وکاست ہے اللہ خلقکم وما تعملون جو کچھ افعال وغیرہ سے ظہور میں آتا ہے بجانب اللہ ہے باوجود اس کے بھی توجہ وصرف ہمت بھی عجیب امر عظیم ہے ہمت شرط ہے بعد محنت ومشقت فیوض وبرکات از جانب مبداء فیاض وارد ہوتے ہیں (حاشیہ) قولہ متصف بصفات اللہ ہوجائے اقول کما قیل تخلقوا باخلاق اللہ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے لئے صرف اذکار کافی ہیں بلکہ اذکار معین ہیں اور تدبیر اس تخلق کی مجاہدہ ہے ۱۲

(۹۳) فرمایا کہ کوئی چیز قریب تر انسان کے خدا سے نہیں ہے لیکن دیدۂ بینا نہیں ہے

۲ شوال یکشنبہ

آئینہ جب صاف ہوتا ہے عکس نظر آتا ہے قلب جب صاف ہوتا ہے مبصر ہوتا ہے اور اپنا چہرہ نہیں معلوم ہوتا مگر آئینہ کے ذریعہ سے اسی طرح مشاہدہ اللہ تعالیٰ کا بواسطہ قلب ہوتا ہے جب واسطہ درست ہوتا ہے کام آتا ہے مثل آئینہ کے فی الواقع آدمی خود اپنا حجاب ہے پندار (خودی حجاب اکبر ہے۔

(۹۴) فرمایا اذکار و اشغال کے لئے استعمال مغزیات و مرکبات ضرور رکھنا چاہئے اور نسخہ سہل الاصول و مفید یہ ہے۔ شکر سفید ایک سیر روغن زرد ایک سیر مرچ سیاہ ۲ تولہ سفوف کر کے سب ایک جا کر لے ایک دو تولہ علی الصباح کھالیا کرے بدون مرکبات کے دماغ میں یبوست آجاتی ہے اور دیوانگی و جنون عارض ہو جاتا ہے اور شیخ کو حکیم ہونا چاہئے تاکہ طالب کے علاج میں نشیب و فراز پر نظر رکھے حرارت (نار) کہ لطیف ہے ظاہر نہیں ہوتی جتبک کہ کثیف میں نہ ملجائے جیسے چراغ کہ بدون تیل و فتیلہ کثیف روشن نہیں ہوتا اسی طرح قلب و جسم کو کہ عناصر سے مرکب ہے قیاس کرنا چاہئے۔

(۹۵) فرمایا کہ لوگوں نے تصور شیخ کو کفر و شرک لکھا ہے بدلیل ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون اور تصور نور کو روا کہا ہے میں کہتا ہوں کہ عوام کی نظر ظاہر پر تھی لہذا زجر کیا گیا اور نظر صوفی کی باطن (و حقائق) پر ہوتی ہے شیخ چونکہ میزاب رحمت الٰہی ہے عارف اُس سے آب فیض حاصل کرتا ہے اور میزاب پر توجہ بالذات نہیں رکھتا۔

اگر شیخ غیر ہے نور بھی غیر ہے پس یہ ترجیح بلا مرجح ہے (**حاشیہ**) قولہ اگر شیخ غیر ہے نور بھی غیر ہے اقول یعنی اگر واسطہ کے درجہ میں بھی اُس کی طرف توجہ ممنوع ہے اس لئے کہ وہ غیر ہے تو نور بھی غیر ہے اُس کا تصور کیسے جائز ہے۔

(۹۶) فرمایا ایک درویش محکو بیٹہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ اس میں ایک شخص نے حبس دم کیا ہے جوگی وغیرہ تمام مخلوق پرستش حق (بگمان خود) کرتے ہیں اور اہل باطل کو صفائے نفس حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ سیر اسم مضل میں رہجاتے ہیں (حقیقۃ الحقائق) تک نہیں پہونچتے

بخلاف اہل حق کے کہ سیر اسم ہادی وغیرہ کی بھی کرتے ہیں اور اُس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں
ع چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند (حاشیہ) قولہ اہل باطل کو صفائے نفس
حاصل ہوسکتا ہے اقول یعنی صفات رذیلہ سے گو بدون ازالہ عقائد رذیلہ کے وہ صفات
موجب قبول نہیں ۱۲ قولہ اور اُس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں اقول تجاوز سے ترک مراد
نہیں بلکہ سبق مراد ہے کما قال تعالیٰ بعد ذکر اصحاب المیمنۃ والسابقون
السابقون اولئک المقربون پس اسم ہادی کا فیض اصلاح اعمال واحوال ہے جو کہ
اختیاری ہے اور اُس سے سبق اجتباء ہے جو کہ غیر اختیاری ہے وجمع بینہما فی قولہ
تعالے اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب جعل الاجتباء ثمرۃ
مشیۃ نفسہ والھدایۃ ثمرۃ الانابۃ ۱۲ قولہ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند
اقول یہ اہل باطل کے حق میں فرمایا ۱۲

(۹۷) فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب شیخ اکبر سے نقل کرتے تھے کہ نار موجب حیات ہے
یہ درست نہیں ہے بلکہ نار مظہر قابض ہوا مظہر باسط آب مظہر محی زمین مظہر ممیت اور مراد
شیخ کی نار سے حرارت غریزی ہے نہ یہ نار۔

(۹۸) فرمایا بعضے کثرت ذکر سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر دم ذکر کرنا بدعت ہے
اور بے اصل میں کہتا ہوں آیات کثیرہ سے دوام ذکر ثابت ہے یذکرون اللّٰہ قیاما
و قعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض الآیہ
پس احوال انسان اس ایک حالت سے خالی نہیں ہے اب وہ کون حالت ہے کہ جسمیں
ذکر نہ ہوگا اور فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم وہ کون آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اُسکو
خدا یاد نہ کرے اور فرماتا ہے قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون اس سے
ثابت ہے کہ ہر دم اللّٰہ اللّٰہ کرنا چاہئے اور ارشاد ہوا ہے وما خلقت الجن والانس
الا لیعبدون (حاشیہ) قولہ اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللّٰہ اللّٰہ کرنا چاہئے اقول

بوجہ اطلاق گو آیت میں ایک استفہام کے جواب میں ہے مگر جو ایک نعمت یعنی انزال کتاب کی ولایت کی حیثیت سے مطلوب الذکر ہے وہ ولی نعم غیر متناہیہ ہونے کے اعتبار سے بدرجۂ اولیٰ مطلوب الذکر ہوگا ۱۲

(۹۹) فرمایا کہ عارف کو نعمائے دنیوی سے بھی ترقی ہوتی ہے کیونکہ نعمائے دنیوی عکس نعمائے اخروی ہیں جیسے کوئی شخص کسی بیابان میں شدت حرارت سے بہت پیاسا اور تکلیف میں ہو اور یکبارگی ایک پیالہ ٹھنڈا پانی اُس کو ملجائے تو وہ پی کر بے اختیار الحمد للہ وسبحان اللہ کہنے لگے اور کیفیت مستانہ اُس پر طاری ہو پس اگرچہ پانی نعمت دنیوی تھا لیکن باعث کیسے امر نیک کا ہوا اسی طرح نعمت دنیاوی میں عارف کی نظر رہتی ہے۔

(۱۰۰) فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی خورونوش وعبادت نفل بالائے طاق رکھ کر سویا کرتا تھا اسی طرح ایک آدمی بہت کھاتا تھا لوگوں نے سبب دریافت کیا جواب دیا کہ پانی پینے میں کیفیت حاصل ہوتی ہے اور زیادہ خوری سے پانی زیادہ پیا جاتا ہے پس یہ ذریعہ قرب محبوب ہے (**حاشیہ**) قولہ فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی **اقول** یہ کاملین کے حالات ہیں ناقص کو قیاس نہ کرنا چاہیئے ؎

توصاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور کہ صاحبدل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد

(۱۰۱) فرمایا فیضان کی تین قسم ہیں فیضان حالی جیسا کہ عبداللہ نو مسلم حلقۂ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمہ میں آیا اور گریہ شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے اُس کے آنسو اپنی اُنگلیوں میں لیکر اپنی آنکھوں کے نیچے لگائے بجرد اِس کے ایک کیفیت ساری محفل پر طاری ہوگئی اور سب وجد میں آگئے یہ فیضان حالی ہے قسم دوم فیضان قولی کہ کوئی عارف کچھ کہے اور اُس سے وہ فائدہ مرتب ہو جو سالہا سال کی عبادت میں ممکن نہ ہو قسم سوم فیضان فعلی کہ ریا ر شیخ اخلاص مرید سے بہتر ہے جیسے کہ شیخ کوئی عمل اس نیت سے کرے کہ مرید بھی اُس پر عمل کریں۔

(۱۰۲) فرمایا کہ ایک شخص محب اللہ کہ پہلے قوم ہنود سے تھا مجاہدہ کیا کرتا تھا اور رمعنی توحید

پوچھا کرتا تھا اور کسی سے اُس کا مطلب حاصل نہ ہوتا تھا میرے پاس آیا اور کیفیت بیان کی اثنا گفتگو میں ایک لفظ زبان سے نکل گئی اور وہی مطلب تھا اُس نے درخواست اسلام کی میں نے فوراً مقراض لیکر اُس کے سر کے بال تراشکر داخل اسلام کیا اور اُس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہونچتی تھی بعدہ پہاڑ پر چلا گیا تھوڑے دنوں بعد زیارت سے مشرف ہوا اور پھر چلا گیا اُس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی اور وہاں کے راجہ و والیان ملک اُس کے بڑے معتقد ہوئے (**حاشیہ**) قولہ اُس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی **اقول** یعنی غیبی طور پر پہاڑی لوگوں کی نفع رسانی و کاربراری اُس کے متعلق ہوگئی ۱۲

(۱۰۳) فرمایا کہ جتنے ہی شدائد مثل قرنطینہ وغیرہ حرم محترم کی راہ میں حائل ہوتے جاتے ہیں اُتنی ہی کشش زیادہ ہوتی جاتی ہے مقام حیرت ہے اور یہ حیرانی محمود ہے کہ علم سے ہوتی ہے اور حیرانی مذموم وہ ہے کہ جہل کی وجہ سے ہو حیرانی عارف کی حیرانی محمود ہے اُس میں ایک لذت و کیفیت پاتے ہیں اور یہ سراسیمگی صرف ظاہری ہے۔

(۱۰۴) فرمایا کہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا مگر کرنا چاہیے یہی معنی عبدیت کے ہیں ؎

حاصل آید یا نیاید آرزوے می کنم
یا بم او را یا نیابم جستجوے می کنم

(**حاشیہ**) قولہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا **اقول** یعنی جستجو موثر حقیقی نہیں مگر کرنا اسلئے چاہیئے کہ حسب وعدۂ حق موثر حقیقی یعنی عنایت حق کا سبب ہے ۱۲

(۱۰۵) فرمایا کہ ایک طالب ایک بزرگ سے نسبت رکھتا تھا میرے پاس آیا اُس کے مرشد نے چونکہ ایک لطیفہ میں کچھ صفائی حاصل کی تھی دوسرے میں مشغول کر کے مرید کو سیر لطائف میں ڈال رکھا تھا میں نے کہا کہ اپنے پیر سے کہو کہ بہت اچھی طرح سے پہلے ایک لطیفہ کی صفائی کی کوشش کریں تو ذرا سی توجہ سے تمام لطائف میں صفائی ہو جائے جب صفائے قلب حاصل ہو جاویگا تمام جسم و تمام لطائف کی اصلاح ہو جائیگی تمام جسم ذاکر ہے لیکن تو بے خبر ہے ان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

انسان خود اپنا حجاب ہے ؎

چشم بند ولب بہ بند و گوش بند   گر نہ بینی نور حق بر من بخند

اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وقت ذکر و شغل چشم و گوش وغیرہ میں روئی رکھ لے تاکہ کوئی خلل ذکر میں واقع نہ ہو دوم یہ کہ تمام اعضار کو امور ممنوعہ سے محفوظ رکھیں آنکھ کو دید بد سے کان کو آواز مذموم سے وعلیٰ ہذا القیاس۔

(۱۰۶) فرمایا کہ جو خود محتاج و قائم بالغیر ہے دراصل وجود نہیں ہے جیسے کاغذ پر جو حروف لکھے جاتے ہیں وہ کاغذ سے قائم ہیں دراصل بے بنیاد ہیں (حاشیہ) قولہ دراصل وجود نہیں ہے اقول یعنی وجود معتدبہ و مستقل نہیں ۱۲

(۱۰۷) فرمایا کہ قم باذنی قرب نوافل ہے مرتبۂ الوہیت میں کہ عروج ہے پیش آتا ہے جیسا کہ شمس تبریز بزرگ را اور قم باذن اللہ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج میں پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک وکفر کہنا اسکو بھی جہل ہے (حاشیہ) قولہ قم باذنی قرب نوافل ہے اقول جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ عبد فاعل ہوا اور حق تعالیٰ آلہ اور قرب فرائض کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہوا اور عبد آلہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ سو قم باذنی میں احیاء کی اسناد عبد کی طرف ہے اور باذن اللہ میں حق کی طرف تفصیل و تحقیق اس مسئلہ کی مسائل مثنوی میں مذکور ہے ۱۲ قولہ شرک وکفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقول جس کا منشا وافقی ہے فرق ہے

(۱۰۸) فرمایا کہ حضرت ابوبکر خاتم الصدیقین و حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و حضرت عیسیٰ خاتم الولایت ہیں اور اُس کی تعلیم کریں گے۔

(۱۰۹) فرمایا بعض فقراء خلق سے خصوصاً امرا سے روپوشی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرمایا بزرگوں نے نعم الامیر علیٰ باب الفقیر جو امیر کہ مجھ فقیر کے پاس آیا نعم ہو کر آیا اُس سے پرہیز کرنا خبث نفس ہے اور کبر و نخوت شیطان غرور میں ڈالتا ہے حق تعالیٰ تو اپنے بندول کو میرے

پاس بھیجے اور میں اُن سے اعراض کروں ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہیے اور باطن میں حق کے ساتھ اگر پانی کشتی کے اندر آوے کشتی غرق ہو جاوے اور اگر باہر رہے باعث نجات کشتی ہے ؎

آب در کشتی ہلاکِ کشتی است　　　آب از بیرون کشتی پشتی است

اسی طرح محبت مال و اولاد وغیرہ دل سے دور کر دینا چاہیئے کیونکہ موجب حجاب ہے قلب میں سوائے محبت خدا کے کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہیئے (**حاشیہ**) **قولہ** خصوصاً امرائے روبوئی کرتے ہیں **اقول** یعنی اُن کو حقیر سمجھ کر ۱۲ **قولہ** اور میں اُن سے اعراض کروں **اقول** حالت کمال کی یہی ہے لیکن ابتدا میں خلوت کی ضرورت ہوتی ہے ۱۲ **قولہ** ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہیئے **اقول** جنہیں امرا بھی آ گئے ۱۲ **قولہ** کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہیئے **اقول** پس غیر کی محبت مضر ہے نہ کہ اُس کا وجود اور تلبس ۱۲

(۱۱۰) فرمایا طائف جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساری چیزیں آدمی کے جسم میں موجود ہیں اگر سردی کا تصور کیا جائے جاڑا معلوم ہونے لگے۔

(۱۱۱) فرمایا کہ اس زمانہ میں نفع زیادہ ہوتا ہے جو چیز بزرگوں کو دس سال میں حاصل ہوتی تھی فی الحال دو تین برس میں ملجاتی ہے زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں اور اس زمانہ میں ایک نیکی دس پر غالب ہے کیونکہ ہم لوگوں کی ہمتیں پست ہو گئی ہیں فضل الٰہی ادنی ہمت میں متوجہ ہو جاتا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں **اقول** باعتبار ثواب کے نہیں اُس میں تو ایک نیکی برابر دس کے ہے بلکہ باعتبار اثر کے چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے زمانہ میں اگر مامور بہ کا عشر بھی چھوڑ دے ہلاک ہو جائے یعنی وہ نو حصہ بھی کافی نہ ہوں پورے دس کے دس حصے ہوں تب وہ سب مل کر ایک مامور بہ سمجھا جاوے یہی مراد ہے اس عبارت سے اور دوسرے جملہ سے وہ مراد ہے جو اُس حدیث کا تتمہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آویگا کہ اگر مامور بہ کا عشر بھی کوئی ادا کرے تو اُس کو

نجات ہو جاوے گی ۱۲ منہ

(۱۱۲) فرمایا کہ تمام عالم کہ اعیان ثابتہ تھے باعتبار باطن قدیم ہیں اور باعتبار ظاہر حادث (ناواقف) کہتے ہیں کہ مذہب صوفیہ مثل دہریوں کے ہے یہ غلط محض ہے صوفیہ باعتبار باطن (معنی) قدیم کہتے ہیں بخلاف دہریہ کے کہ باعتبار اس صورت (موجودہ عالم) ظاہری کے قدیم کہتے ہیں (**حاشیہ**) قولہ باعتبار باطن (معنی) قدیم کہتے ہیں **اقول** تو درحقیقت عالم کو قدیم نہیں کہتے کیونکہ وہ عالم نہیں اعیان ثابتہ مرتبۂ علم کا ہے جو کہ صفت ہے اور عالم اس کا مظہر کبھی اس کو عالم مجازاً کہدیا جاتا ہے جیسے عالم جبروت و عالم لاہوت کے اطلاق میں ۱۲

(۱۱۳) فرمایا کہ انی انا ربک فاخلع نعلیک جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ کے باطن سے آئی تھی سب انسان میں موجود ہے خلق اللّٰہ ادم علی صورتہ نزدیک علماً ظاہر کے مرجع صورت کا آدم ہے یعنی خلق آدم کا اس کی صورت پر عجیب وعمدہ ہوا ہے اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع (لفظ) اللہ ہے (**حاشیہ**) قولہ حضرت موسیٰ کے باطن سے آئی تھی **اقول** باطن سے مراد جوف نہیں بلکہ وہ حقیقت مخفیہ جس کے مظہر موسیٰ علیہ السلام ہیں باطن اس کا لقب باعتبار حالت قبل ظہور کے ہے اور ظاہر اس کا لقب باعتبار حالت بعد ظہور کے ہے ۱۲ قولہ اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع لفظ اللہ ہے **اقول** مسئلہ مشکل ہے مگر اجمالاً اتنا سمجھنا ممکن ہے کہ صورت ظہور کو کہتے ہیں انسان چونکہ مظہر کامل صفات خداوندی کا ہے اس لئے یہ فرمایا گیا ۱۲

(۱۱۴) فرمایا ہمارا دین معقول ہے نامعقول نہیں ہے البتہ عقل معاد درکار ہے ایک قطرۂ منی نکلنے سے تمام بدن نجس ہو جاتا ہے اس میں بھی ایک وجہ ہے (دوسرے دن) ارشاد فرمایا کہ منی ہر ہر جزو و اعصاب سے نکلتی ہے بخلاف پیشاب کے کہ اس کے واسطے ایک مقام مقرر ہے۔

(۱۱۵) فرمایا کہ اولیاء اللہ کو معراج روحانی ہوتی ہے اور معراج جسمانی مخصوص

حضرت رسالت پناہ سے ہے بخلاف معراج معنوی کے (حاشیہ) قولہ معراج روحانی ہوتی ہے اقول ایہام کے سبب اُس کو عروج کہتے ہیں الصلوٰۃ معراج المومنین اسکی اصل ہے ۱۲

(۱۱۶) فرمایا ایک مرشد نے مراقبہ اللہ حاضری کا تعلیم فرما کر مرید سے کہا کہ یہ کبوتر ایسی جگہ ذبح کر کہ جہاں کوئی نہ ہو چونکہ تصور اللہ حاضری کا کیا تھا کوئی جگہ خالی نہ تھی کہ ذبح کرتا۔ واپس آکر کہا کہ ہر جگہ اللہ حاضر و موجود ہے کہاں ذبح کروں مرشد نے کہا کہ اب تو پختہ ہوا اللہ پاک سب جگہ موجود ہے وہ سب کو دیکھتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں جیسے کوئی شخص چلمن ڈال کر بیٹھے وہ سب کو دیکھیگا اور اُس کو کوئی نہ دیکھے گا۔

(۱۱۷) ایک بزرگ مراقبہ اللہ حاضری میں مستغرق تھے ہر دم متحیر رہتے تھے کوئی طواف میں کوئی نماز کوئی وظیفہ میں غرضکہ ہر کوئی عبادت میں مصروف رہتا تھا لیکن یہ اگر طواف کا قصد کرتے تو متحیر ہو کر کھڑے رہجاتے اور نماز شروع کرتے تو حیرت میں رہجاتے تمام ارکان کجا۔ ایک عورت بھی اسی حال و حیرت میں تھی جانور اُس کے سر پر بیٹھتے تھے مگر اُس کو خبر نہ ہوتی تھی یہ حیرت محمودہ ہے ع دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند۔

ہفتم ۱۵ شوال ۱۳۱۲ھ

(۱۱۸) فرمایا کہ تمام عالم بر باد ہے کیونکہ زمین گاؤ پر ہے اور گاؤ مچھلی پر مچھلی پانی پر پانی ہوا پر پس تمام عالم بر باد (ہوا پر) اور ناپائدار رہا (حاشیہ) قولہ پس تمام عالم برباد اقول یہ لطیفہ ہے ۱۲

(۱۱۹) فرمایا عمامہ ایک تجلی حق ہے اس کو بعضے مخلوق کہتے ہیں اور بعضے غیر مخلوق۔ (حاشیہ) قولہ عمامہ ایک تجلی حق ہے اقول جو کہ حدیث کان فی عماء میں واقع ہے اُس کی توجیہہ مختلف ہے اگر کوئی مرتبہ الہیہ مراد ہے تو صفت کا تجلی ہونا ظاہر ہے اور اگر کوئی مرتبہ کونیہ مراد ہے تو تجلی بمعنی مطلق ظہور ہے اور حادث بھی ظہور ہے قدیم کا ۱۲

(۱۲۰) فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی بصورت آگ (شعلہ) کے ہوئی جس صورت میں تجلی ہو حق ہے موسیٰ علیہ السلام مجاز (یعنی آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہونچے اس لئے

کہ وہ تجلی ظہور نور الٰہی تھی (**حاشیہ**) قولہ جس صورت میں تجلی ہوتی ہے **اقول** یعنی متجلی حق ہے گو بواسطہ حادث کے ہو بلا اتحاد و بلا حلول ۱۲ **قولہ** (آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہونچے **اقول** یعنی واصل الی الحقیقۃ ہوئے باعتبار ادراک و توجہ کے ۱۲

(۱۲۱) فرمایا کہ اس عالم میں بھی رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے لیکن انسان اُس وقت آپ میں نہیں رہتا (یعنی حواس ظاہری و پندار خودی سے معطل ہو جاتا ہے) پس ادراک نہیں ہوتا اور اس فنا میں علم فنا باقی رہتا ہے اس سے بڑھکر وہ مرتبہ ہے جسمیں علم فنا بھی فنا ہو جاتا ہے (**حاشیہ**) قولہ رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے **اقول** رویت ذات کی مراد نہیں بلکہ تجلی مثالی مگر وہ مثال دوسرے مظاہر سے اقرب ہے اس لئے اُس کو رویت کہدیا گیا ۱۲ منہ

(۱۲۲) فرمایا کہ مراتب (عرفا) چار ہیں مجذوب۔ سالک۔ مجذوب سالک۔ سالک مجذوب اور یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ ایک آدمی قوم ہندو نتھو نامی حالت جذب میں تھا ایک دن مجھسے کہا کہ اولے گرینگے ایسا ہی ہوا اگر کافر سے ایسا ظاہر ہو تو اُسے استدراج کہتے ہیں اور ایسے آدمی حالت کفر میں مرتے ہیں۔

(۱۲۳) فرمایا کہ اس شعر سے مجھے خلجان تھا ؎

علم حق در علم صوفی گم شود   ایں سخن کے باور مردم شود

حضرت مولانا روم کو عالم معاملے میں دیکھا فرمایا کہ ملکی اعظم من ملک اللہ قول بایزید کا تم نے نہیں سنا۔ اُس میں غور کر فوراً معنی شعر کے سمجھ میں آگئے ملک بایزید کا خدا ہے اور ملک خدا تمام کائنات ہے اور خدا اعظم ہے سب سے پس ملکی اعظم من ملک اللہ کے معنی حاصل ہو گئے اور یہی معنی شعر کے ہیں علم صوفی خدا ہے (حق) اور علم خدا تمام مخلوقات کہ مُنظر اُس کے علم کی ہے پس حق کے مقابلہ میں مخلوقات کیا چیز ہے۔

(۱۲۴) فرمایا کہ بوجہ نہ سمجھنے معنی وحدت الوجود کے بہت سے فرقے ہو گئے بعضے قائل بجلو

و بعضے اتحادیہ ہوئے۔

(۱۲۵) فرمایا کہ مبتدی کی نظر اول مظاہر پر پڑتی ہے اور منتہی کی نظر اول ظاہر پر (حق پر) پڑتی ہے۔

(۱۲۶) فرمایا کہ اقسام تفصیلیہ فنا کے بہت ہیں اوصاف ذمیمہ اوصاف حمیدہ میں فنا ہوتے ہیں جیسے قناعت میں حرص اور اسی طرح سے۔

(۱۲۷) فرمایا کہ مقام حق الیقین کا ہمیشہ نہیں رہتا ہے کبھی دن میں ایکبار اور کبھی ہفتہ میں ایک بار موافق قرب (مرتبہ) کے ہوتا ہے اس مرتبہ میں تکالیف شرعیہ جاتے رہتے ہیں بعضے جب اس مرتبہ پر پہونچتے ہیں غلطی سے نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں وقت غلبۂ حال وبیخودی کے اگر نماز روزہ ترک ہو جاوے معذوری ہے اور اگر بغیر اس حالت کے ترک کریگا عند الشرع گنہگار و ماخوذ ہوگا اور باوجود کھانے و پینے اور بولتے و چلنے وغیرہ کے ترک نماز گناہ ہے اگر اپنی حالت (اختیاری) میں نہ رہے اور کوئی کام آپ سے نہ کر سکتا ہو اُس حالت میں ترک نماز مضائقہ نہیں ہے (بلکہ یہ ترک کیسے ہوا کیونکہ ترک تو قصداً ہوتا ہے اور یہ حالت بیخودی میں واقع ہوا (**حاشیہ**) قولہ نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں اقول جس کا منشا یہ ہے کہ جہل سے اُس کے اثر بانی کو جو کہ غلبہ کے درجہ کا نہیں ہوتا موثر کے حکم میں سمجھ جاتے ہیں جو کہ درجۂ غلبہ تک نہ تھا ۱۲

(۱۲۸) فرمایا عارف کی نظر پہلے ظاہر پر پڑتی ہے پھر مظاہر پر اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج و چاند کو دیکھکر کہا ہذا ربی جس چیز پر نظر کرو اُس کے صفات کے مظہر ہیں دیواروں میں صفت قیومی ہے اور جامع وحیؔ یہ سب کیا ہے اور کہاں سے ہے۔

(**حاشیہ**) قولہ دیواروں میں صفت قیومی ہے اقول یعنی اس صفت کا ظہور ۱۲ قولہ جامع وحی اقول یعنی بعض مخلوقات مظہر ہیں صفت جامع و صفت حیؔ کے ۱۲

(۱۲۹) فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیا کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس

طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا اُن کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے (**حاشیہ**) قولہ علم غیب انبیاء و اولیا کو نہیں ہوتا **اقول** یعنی اسرار مخفیہ پر قصد سے اُن کو اطلاع نہیں ہوسکتی ۱۲ قولہ ادراک غیبیات کا اُن کو ہوتا ہے **اقول** یعنی بعض اوقات جیسے بعض مدرکات عقل بعض اوقات فکر سے مدرک ہوجاتے ہیں ۱۲ قولہ اصل میں یہ علم حق ہے **اقول** اُسی کا ظہور اس محل میں ہوگا قولہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے **اقول** اور عارف بلا اذن توجہ نہیں فرماتا سو ممکن ہے کہ آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو یہ ایک جواب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توجہ سے کبھی انکشاف نہیں ہوتا ممکن ہے کبھی ہوتا ہو کبھی نہ ہوتا ہو پس دعوی موجبہ جزئیہ کا ہے اور سالبہ جزئیہ اس کا نقیض نہیں ۱۲

(۱۳۰) فرمایا کہ نزدیک حضرات نقشبندیہ کے واسطے طے مقامات کے دوائر مقرر ہیں دراصل وہ حجاب ہیں (**حاشیہ**) قولہ وہ حجاب ہیں **اقول** یعنی بعض حالت میں جبکہ اُن ہی کو مقصود سمجھ لے ۱۲

(۱۳۱) فرمایا کہ آدمیوں میں تین قسم کے لوگوں کا مجھے بڑا خیال رہتا ہے (۱) طالب علم (۲) وہ آدمی کہ بصورت فقیر و درویش ہو (۳) سید (۳) جو کوئی عمر میں اپنے سے بڑا ہو اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں۔ ان سے خدمت لینا مجھے بہت شاق ہوتا ہے (**حاشیہ**) قولہ اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں **اقول** جس کے سبب سے قلب میں ان کی عظمت ہوتی ہے

(۱۳۲) فرمایا کہ ایک بزرگ نے ابلیس کو دیکھا کہ گرد میں لوٹ رہا ہے پوچھا کہ اے ملعون تجھ پر کیا (آفت) پڑی کہا کہ حبیب عجمی کو چھینک آئی اُس سے میں درہم و برہم ہوگیا۔

(۱۳۳) حضرت مولانا اشرف علی نے استفسار کیا کہ بعض کتب میں مدح ابلیس کی پائی جاتی ہے کہ چونکہ توحید و عشق اُس کا اعلیٰ درجہ کا تھا سجدۂ آدم گوارا نہ کیا فرمایا کہ ابلیس نا بکار

نے ظاہر پر نظر کی اور کہا خلقتنی من نار وخلقتہ الانبیا یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے فرمایا
ہے اور واجب الاتباع ہے اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدمؑ مظہر کس کے ہیں کیا ہم بیت اللہ کو
سجدہ کرتے ہیں حالانکہ وہ پتھروں سے بنایا گیا ہے نہیں لیکن چونکہ یہ اُس کا (خدا کا) مظہر ہے
پس سجود الیہ ہوا وہ نابکار ابلیس مظہر مضل تھا اپنی حقیقت میں واصل ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا
ایک درویش بھی اُس کو عاشق کہتے تھے اور یہ کہ بے مراد ہے غلط ہے کیونکہ معنی بے مرادی
عاشق کے اور ہیں کہ وصال معشوق میں اس طرح سے فنا ہو جاوے کہ لذت وصال و کمال
کی نہ پاوے (تمیز نہ کر سکے) اللہ تعالیٰ اُس کے (شیطان کے) مکر سے محفوظ رکھے ایکدن
میں پیشاب کرتا تھا ایک نور چاروں طرف سے محیط ہوگیا اور تجلی نمودار ہوئی غیب سے القا
ہوا کہ لاحول پڑھ چونکہ اس حالت (پیشاب کرنے کی) میں معذور (زبان سے پڑھنے میں)
تھا اپنے دل میں لاحول کہا (نور) غائب ہو گیا۔ حضرت غوث الاعظم رح پر ایک ابر سایہ
ڈالتا تھا ایک دن اُس میں ایک چہرہ نورانی حسین نمودار ہوا اور چونکہ حضرت پیاسے تھے
سونے کے پیالے میں پانی پیش کیا حضرت نے فرمایا طلائی برتن میں پینا شریعت میں ممنوع
ہے جواب دیا کہ میں جنت سے لایا ہوں کیونکہ وہاں استعمال ظروف طلائی جائز ہے
آپ نے فرمایا کہ جب تک اس عالم ناسوت (دنیائے فانی) میں ہوں حرام ہے (چہرہ
نے) کہا کہ تمہارے علم نے تم کو بچا لیا پیالہ پھینک کر غائب ہو گیا۔ مکائد شیطانی سے بچنے کے
لئے علم حاصل کرنا لابدی ہے حضرت نظام الدین بلخی حضرت عبد القدوس گنگوہی کی خدمت
میں آئے فرمایا اول تحصیل علم کرو عرض کیا کہ عمر شریف آخر ہو آئی ہے شاید حضرت کو پھر نہ
پاؤں فرمایا میں موجود رہوں گا۔ جلال الدین تھانیسری میرا خلیفہ موجود ہے گویا کہ میں
خود موجود ہوں اُس سے تحصیل کرنا **(حاشیہ)** **قولہ** استغفار کیا **اقول** مقصود یہ تھا
کہ حقائق کی رو سے اس کا کیا جواب دیا جاوے ۱۲ **قولہ** اور اپنی مراد کو پہونچا **اقول** مراد
مقتضائے استعداد ۱۲ **قولہ** بے مراد ہے غلط ہے **اقول** ایک وجہ تو غلطی کی وہ ہے

جو حاشیہ سابقہ میں گذری یہاں دوسری وجہ ہے کہ اگر اُس مراد سے قطع نظر کرکے مردودیت کو نامرادی کہا جائے تب بھی ہر نامراد کا عاشق ہونا لازم نہیں البتہ ہر عاشق نامراد ہے اور نامرادی کے وہ معنی ہیں جو آیندہ مذکور ہیں ۱۲

(۱۳۴) فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل شہید رح موحد تھے چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رح وغیرہ پر انکار فرمایا وحدت الوجود کے قائل تھے اُن کے مرشد حضرت سید صاحب مسلک وحدت الشہود کا رکھتے تھے باہم گفتگو ہوئی سید صاحب کچھ کبیدہ ہوئے عرض کیا کہ یہ اور بات ہے کہ دن کو رات کہئے یہ حکایت مقام مخبیں واقع ہوئی ایک شخص نے اس کو مجھسے بیان کیا جو اُس مجلس میں حاضر تھے وحدت الوجود میں آپ نے (مولانا اسمٰعیل نے) مثنوی بھی تصنیف فرمائی ہے **(حاشیہ)** قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رح وغیرہ پر انکار فرمایا **اقول** یعنی بعض مسائل پر ۱۲ **قولہ** مثنوی تصنیف فرمائی ہے **اقول** مقام آرہ میں چھپ گئی ہے ۱۲

(۱۳۵) فرمایا کہ تجلی ذاتی سیاہ مثل غلاف خانۂ کعبہ و دیدۂ چشم کے ہے **(حاشیہ)** **قولہ** تجلی ذاتی سیاہ **اقول** یہ ایک اصطلاحی امر ہے اُس نوع کی تجلی کو تجلی ذاتی کہتے ہیں یہ نہ سمجھا جاوے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے ۱۲

(۱۳۶) فرمایا کہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر کہ خواب میں نظر آتا ہے ہوگا ونیز روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا وہ مثل آفتاب کے ہے اور روح حیوانی مانند چراغ **(حاشیہ)** قولہ عذاب وثواب اس جسم پر نہیں ہے **اقول** ورنہ اگر اس جسم کو درندہ کہا جائے یا وہ خاک ہو جاوے تو چاہئے کہ عذاب ہی نہ ہو اور یہ باطل ہے ۱۲ **قولہ** روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا **اقول** بلکہ اُس روح انسانی پر ہوگا جو روح اعظم نہیں ہے بلکہ ہر انسان میں جدا جدا ہے اور روح اعظم واحد ہے اور ان سب ارواح کی مربی ہے اُس کی شان مثل ملنگ کے ہے کہ کائنات کے

مدبر و مربی ہیں امر و نہی تکلیفی کے وہ مخاطب نہیں اور اس روح کا وجود کشف سے معلوم ہوا ہے روح حیوانی ان کے علاوہ ہے جس کو اطبار روح کہتے ہیں اور ظاہراً اس عبارت میں روح حیوانی روح انسانی غیر مشترک کو مجازاً کہدیا ہے بقرینہ تقابل ۱۲

(۱۳۷) فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں نفس حقیقی مراد ہے اہل ظاہر کے نزدیک اس کے دوسرے معنی ہیں اور نزدیک اہل تحقیق و اہل باطن کے اور معنی ہیں دوسرے معنی جب دل میں آوینگے بیان کرونگا۔ جب کوئی شخص طالب ہوتا ہے اور مجمع (صحبت) میں کوئی غیر نہیں ہوتا زبان پر (مطلب) آتا ہے جیسے دودھ کہ سب عورتوں کی پستان میں موجود ہے لیکن جب تک اُس کا کھینچنے والا نہیں ہوتا نہیں نکلتا جب نکلنے کا وقت آتا ہے کھینچنے والا پیدا ہوجاتا ہے

(۱۳۸) فرمایا کہ اشیاء خبیثہ عالم مظہر مذل ہیں مگر اُن کو حق کہنا بے ادبی ہے (حاشیہ) قولہ اُن کو حق کہنا بے ادبی ہے اقول یعنی عارف کے لئے گو وہ اصطلاح اور تاویل سے کہتا ہو اور جاہل کے لئے تو بالکل ہی کفر و شرک ہے۔ کیونکہ وہ اصطلاح بھی نہیں جانتا جو تاویل کرے ۱۲

(۱۳۹) فرمایا کہ عاشق کی کئی قسمیں ہیں عاشق ذاتی کہ نامراد ہوسہ

گر مرادت را مذاق شکر است — بیمرادی نیمرادِ دلبر است

اگر ایسا شخص بیمار ہو کر حرم میں نماز نہ پڑھ سکے کبھی تاسف نہیں کرتا انکے نزدیک نعم و نقم برابر ہے سہ

پس زبون وسوسہ باشی دلا — گر طرب را باز دانی از بلا

اور عاشق صفاتی و عاشق احسانی جیسے ہم لوگ اور عاشق حسنی۔

(۱۴۰) شدائد حج کا ذکر چلا فرمایا یہ شدائد دلیل عظمت حرمین ہیں سہ

رنج راحت شد چو شد مطلب بزرگ — گردِ گلہ توتیائے چشم گرگ

اور جو لوگ طالب صادق ہیں ان شدائد کو حصول مطلب کے مقابلہ میں کچھ نہیں گنتے ع

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحق صاحب نے مجکو چار چیزیں تلقین فرمائیں (۱) طلب رزق حلال (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا (۳) مراقبہ احسان (۴) ترک اختلاط غیر جنس۔

(۱۴۲) فرمایا کچھ موجود نہیں ہے سب فنا ہے جس چیز کے اول و آخر فنا ہے اُس کی حالت متوسط کا کیا اعتبار الوجود بین العدمین عدم کالطھر بین الدمین دم (**حاشیہ**) قولہ کچھ موجود نہیں ہے اقول یعنی موجود معتد بہ بقرینہ ما بعد ۱۲

(۱۴۳) فرمایا کہ حضرت سید حسن دہلوی کہ ملقب بہ رسول نما ہیں دو ہزار روپیہ لیکر زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کرتے تھے یہ تدبیر واسطے مجاہدہ و تزکیہ نفس کے تھی جب محبت مال کی قلب میں نہ رہی پس مجاہدہ نفس حاصل ہوا اور قابلیت زیارت حضور پر نور پیدا ہو گئی ہیں اُن کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں (**حاشیہ**) قولہ دو ہزار روپیہ لیکر اقول یا ایک ہزار کچھ شک سا ہے ۱۲

(۱۴۴) فرمایا فدا حسین رسول شاہی نام جو شخص دہلی میں تھا صاحب باطن تھا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کسی کو مناظرہ کے لئے نہیں بھیجا جو مشہور رہے غلط ہے (**حاشیہ**) قولہ صاحب باطن تھا اقول یہاں باطن سے مراد ریاضت و مجاہدہ ہے جو کشف و تصرف حاصل ہو جاتا ہے خواہ مقبول نہ ہو کیونکہ قبول بدون اتباع شریعت حاصل نہیں ہوتا ۱۲ قولہ جو مشہور رہے غلط ہے۔ اقول حضرت کو یہ روایت کسی غیر ثقہ سے پہونچی ہو گی اور اجتہاداً اس کو حضرت شاہ صاحب کے طرز کے خلاف سمجھا ہو گا ۱۲

(۱۴۵) فرمایا کہ مجذوب جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں زبان سے کہڈالتے ہیں اور سالک زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات و خیالات ناہموار سے پاک رکھیں اپنے دل پر مراقب رہیں مبادا اثر دل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اُنکی زبان پر آجاوے تو شرمندگی ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے ؎

پیش اہلِ دل نگہدارید دل تا نباشید از گمانِ بد خجل

(حاشیہ) قولہ دل کو خطرات و خیالات ناہموار سے پاک رکھیں اقول اور اُن کے زبان پر نہ لانے سے یوں نہ سمجھیں کہ اُن کو ادراک نہیں ہوا ممکن ہے ادراک ہو جاوے اور ممکن ہے کہ کبھی زبان پر بھی لے آویں ۱۲

(۱۴۶) فرمایا کہ جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں (حاشیہ) قولہ تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں اقول موثر حقیقی کے مشاہدہ سے سبکو مثل مضطر کے دیکھتا ہے اور محقق کو کالمضطر نہ دیکھے مگر اسکا انکا اعتراضاً نہیں ہوتا اصلاحاً ہوتا ہے ۱۲

(۱۴۷) فرمایا زمانہ ظہور مہدی بہت سخت و خوفناک ہے اکثر لوگ مخالف ہوں گے وہ خود امام مستقل ہوں گے تقلید حنفی و شافعی کی اُس وقت نہ رہے گی اکثر علماء اسی وجہ سے مخالفت کریں گے اللہ تعالیٰ اُس وقت ایمان سلامت رکھے برحمتہ وبحرمۃ نبیہ المصطفیٰ

(۱۴۸) فرمایا کہ اس زمانہ کے بعض نقشبندیہ اپنے کو تمام خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں اور پابندی شریعت کو دلیل لاتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں ہے کہ مخالف شریعت کا ہو اور اُس کو کوئی لطف عرفان کا حاصل ہوا ہو۔

(۱۴۹) فرمایا انوار کی چار قسمیں ہیں انوار ذاتی۔ انوار صفاتی۔ انوار آثاری۔ انوار افعالی اور انوار لطائف انوار صفاتی کی قسم سے ہیں (حاشیہ) قولہ انوار لطائف اقول مراد وہ انوار ہیں جنکا ادراک لطائف سے ہوتا ہے نہ وہ جن سے خود لطائف متصف ہیں ۱۲

(۱۵۰) فرمایا کہ بعضے لوگ ہمارے قافلہ میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دل میں کچھ بات خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دل ہی میں) کہ اگر یہ (حضرت صاحب قبلہ مد فیضہ) مطلع ہو کر بتلادیں تو البتہ شیخ ہیں بزرگوں کا امتحان لینا بے ادبی ہے اُن کو کیا ضرورت ہے کہ تمہارے دلکا حال بیان کریں بزرگوں کے حضور میں چاہیئے کہ کاسۂ دل کو خالی آگے رکھ کے تمنا و آرزو اخذ فیض کی کریں شاید کچھ حاصل ہو جائے۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بعضے کہتے ہیں کہ ہم کو اپنے سینہ سے کوئی چیز (فیض) دیجئے شیخ کا کام

تخم ریزی ہے اور آبپاشی وغیرہ کام مرید کا ہے اگر شیخ کی توجہ سے قلب ذاکر ہوگا دیرپا نہیں ہوسکتا۔ جب چھوڑ دیا جائیگا اور ذکر نہ کیا جاویگا قلب اصلی حالت (سابق) پر رجوع کریگا بعد اُس کے پھر اُسوقت ذاکر ہوگا کہ جب نفی و اثبات کی مداومت کیجاوے اور محنت کے ساتھ قلب ذاکر کیا جاوے رفتہ رفتہ ذکر قلب حاصل ہوگا۔

(۱۵۲) فرمایا کہ اس زمانہ میں جہاں ذرا سا اثر ذکر کا قلب پر پیدا ہوتا ہے قبل اُس کے پختہ ہونے کے دوسرے لطیفہ پر (طالب) متوجہ ہو جاتے ہیں اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(۱۵۳) فرمایا کہ توجہ و شفقت بزرگان ہمیشہ فقیر پر (حضرت صاحب مدظلہ پر) مبذول رہی ایک دن مدینہ منورہ میں حضرت شاہ احمد سعید رحؒ کی خدمت میں عیادت کے لئے گیا انہوں نے اپنے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب سے فرمایا کہ میری بیماری تک خدمت حاجی صاحب کی تمہارے ذمہ ہے۔

(۱۵۴) فرمایا کہ غیر مقلدین انکار تقلید کرتے ہیں یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے حنفی و شافعی کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں کیونکہ اُن کا یہ کہنا کہ تقلید کوئی چیز نہیں ہے ہم تقلید نہیں کرتے تم بھی نہ کرو مستلزم اس کا ہے کہ ہمارے طریقہ پر چلو اور ہماری پیروی اختیار کرو۔ پس اس میں بھی حکم تقلید کا کرتے ہیں۔

(حاشیہ) قولہ یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے

اقول کیونکہ اکثر عوام مومنین دلیل نہ جانتے تھے اور نہ سب اہل مشاہدہ تھے پھر ایمان تقلیدی نہ ہوا تو کیا ہوا جب اصول میں تقلید مشروع ہے فروع میں کیسے انکار کیا جاویگا ۱۲

(۱۵۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دہلی کے بازار میں چلا جاتا تھا ایک عاشق مزاج کو دیکھا کہ ایک دکان پر بیٹھا ہوا بڑے ذوق و شوق سے رسالہ درد نامۂ غمناک کہ مصنفہ میرا (حضرت صاحب کا) ہے پڑھتا ہے اور اُسپر کیف طاری ہے میں نے کہا کہ مجھکو فال تھا اور اس کو حال ہے دوسرے دن پانی پت کے راستہ میں بھی ایک آدمی کو اسی حالت سے دیکھکر میں نے

پوچھا کیا پڑھتے ہو وہ غصہ ہو کر کہنے لگا کہ اپنی راہ لو تم کیا جانو (کہ کیا پڑھتے ہیں) میں ہنسنے لگا جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ مصنف رسالہ تھے حاضر ہو کر خطا معاف کرائی اور آمد و رفت رکھنے لگا۔

(۱۵۶) مولانا اشرف علی صاحب نے ایک حکایت بیان کی کہ حضرت فرید الدین عطار رح نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے مرشد سے شکایت عدم رویت حق تعالیٰ کی کی جواب دیا کہ اسوقت نماز عشا کی نہ پڑھو مقصد حاصل ہو جائیگا اُس کو تعجب ہوا اور فرض کا ترک کرنا گوارا نہ ہوا صرف سنّت نہیں پڑھی رات کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (خواب میں) کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کیا کیا کہ تو نے میری سنّت ترک کر دی صبح کو اُس (مرید) نے مرشد سے کیفیت بیان کی اُنہوں نے کہا اگر فرض (نماز) ترک کرتے خدا کا دیدار حاصل ہوتا فرمایا کہ گناہ کرنے سے بعد و اعراض ہوتا ہے نہ کہ قرب و وصل لیکن چونکہ اس شخص کو خدا کی طرف کشش تھی اور مرتبہ محبوبیت میں تھا نماز ترک کرنے سے اُس کا مرتبہ گھٹ جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ تھا اس واسطے تنبیہ کے لامحالہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا (**حاشیہ**) **قولہ** تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا **اقول** فی الواقع اسرار کو عارفین سمجھتے ہیں ہم اندھوں کو نہ چاہیئے کہ دم حقیقت کا بھر کر شریعت کے خلاف کریں پیر کو مرید کا مقام معلوم تھا کہ اس کی نماز وقت پر ضرور ہو جاویگی تو واقع میں ترک نماز کو جائز نہیں رکھا ۱۲

(۱۵۷) فرمایا کہ مولانا فخر الدین و شاہ ولی اللہ و خواجہ میر درد و مرزا مظہر جانجاناں رحمہم اللہ تعالیٰ کی کسی شخص نے ضیافت کی اور اپنے گھر بٹھا کر خود غائب ہو گیا اور بہت دیر کے بعد یہاں تک کہ وقت نماز کا آگیا آکر دو دو پیسے سب کے ہاتھ پر رکھدئے مولانا صاحب پر چونکہ اخلاق رحمت و انکسار غالب تھا آپ نے اُس کی تعظیم اور پیسوں کو سر و چشم سے لگا کر قبول کیا اور مرزا صاحب چونکہ بہت نازک طبیعت و لطیف مزاج تھے (یہاں تک کہ زمانہ بچپن میں بدصورت دایہ کی گود میں نہ جاتے تھے) کہنے لگے کہ میاں اگر یہی ارادہ تھا تو خواہ مخواہ اتنی دیر کی اور دوسرے حضرات نے کچھ نہیں کہا۔

(۱۵۸) فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت مرزا صاحب سے شکایت سماع خواجہ میر درد رح کی کی آپ نے فرمایا کہ کوئی آنکھوں کا مریض ہوتا ہے اور کوئی کانوں کا اُن کو کانوں کا مرض ہے اور مجکو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں (**حاشیہ**) **قولہ** اور مجکو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں **اقول** یہ مقتضی لطافت طبع کا تھا جیسا کہ دایہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ خواہش نفسانی جو کہ اس وقت بلائے عام ہے نعوذ باللہ ۱۲

(۱۵۹) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آویگا کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے یہ وہی زمانہ ہے اس زمانہ میں پورا دین نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں اس زمانہ میں دیندار وہ ہے کہ پہاڑ پر جاکر مصروف ذکر الٰہی ہو ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل مکہ بیع وشرا میں ایک کلام کہتے تھے اگر کوئی کچھ کمی و بیشی کہتا تھا تو دوکاندار تعجب سے اُسکو دیکھکر کہدیتا تھا حی رح (چلے جاؤ) اور اب ہندیوں کے اختلاط کی وجہ سے دروغ و فریب چل گیا ہے (وائے قسمت! ہندیو اب بھی جاگو۔ دیکھو تمہارا کیا حال ہے اور کیسے الزام کے ملزم بنے ہو۔ افسوس) اور مظالم حکام و کج خلقی عوام اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ ہر شے میں نشد دبڑھگیا ہے ایک وقت کرایہ مدینہ طیبہ صرف پانچ چھ ریال تھا اور اب نوبت چالیس تک پہونچگئی ہے اور اگلے وقت میں کوئی حرم مدینہ میں دھیمی آواز سے بھی بات نہیں کرتا تھا اگر کوئی بولنا چاہتا تھا تشف حیات النبی کہہ کر خاموش کر دیتے تھے اور سارے شہر میں نزاع و فساد اور زور سے بولنا معدوم تھا اتنا ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور اب بالکل حالت بدل گئی ہے تاہم اُن کے اخلاق باوجود تغیر و کمی کے اور ہیں اور اہل مکہ کے اور وہ (اہل مدینہ) نور اخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہیں اور یہاں (مکہ مکرمہ میں) ظہور صفات جلالیہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۱۶۰) ایک شخص آیا اور بآواز بلند رونے لگا اور کیفیت علالت اپنی زوجہ کی بیان کرنے لگا فرمایا بھلا یہ کون موقع رونے کا روح قفس سے رہا ہوتی ہے اور وطن اصلی کو جاتی ہے یہ امر قابل مسرت ہے نہ لائق رنج کہا اُس سے مجکو آرام تھا فرمایا جب وہ نہ تھی تب تیرا کام کیسے ہوتا

تھا کہا پہلے سے میرے پاس ہے ہنسکر فرمایا کیا اُس کو ساتھ لائے ہو؟ جب شکایت شروع کی فرمایا شکایت اس مقام کی بھلی نہیں معلوم ہوتی عرض کیا کہ میرا ارادہ مدینہ طیبہ کا تھا فلاں شخص کفیل زاد و سامان کا ہوا ہے اور وعدہ کیا ہے فرمایا یہ شرک کی باتیں مت کرو خاموش رہو (حاشیہ) قولہ کیا اُس کو ساتھ لائے ہو اقول یعنی ماں کے پیٹ سے ۱۲

(۱۶۱) فرمایا کہ میں نے وقت تہجد کے ایک شخص قوی ہیکل زشت رو کو دیکھا کہ داہنی طرف سے آکر مجھپر حملہ کرنا چاہا ناگاہ دو آدمی آئے اور اُس کو پکڑ لے گئے اُس کے بعد دیکھا کہ دو آدمی اور بائیں طرف سے مجکو ایذا پہونچانا چاہتے ہیں میں نے اُن کو جھڑک دیا وہ غائب ہو گئے ایک خادم نے عرض کیا کہ حضور کے دشمن ذلیل ہوں گے فرمایا نفس و شیطان یہی دشمن ہیں شاید یہی رہے ہوں اور اگر کوئی بلا وجہ میرے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا خود اُسپر اُلٹ پڑیگا۔

(۱۶۲) فرمایا کہ مرتبہ اولیٰ رجاء و خوف ہے بعدہ قبض و بسط و بعدہ ہیبت و انس۔ بعض کو ہیبت ہوتی ہے اور بعض کو اُنس اور بعض کو دونوں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جامع تھے ان دونوں کے اسی وجہ سے جب انس غالب ہوتا تھا ارشاد فرماتے تھے کلمینی یا حمیرا تاکہ طرف اپنے منصب نبوت کے رجوع فرماویں اور شفقت برحال مخلوق کم نہ ہو اور جب ہیبت غالب ہوتی فرماتے ارحنی یا بلال تاکہ توجہ الی اللہ میسر ہو (حاشیہ) قولہ مرتبہ اولیٰ رجاء و خوف ہے اقول یعنی اسی خوف و رجا کو اگلے مقام میں قبض و بسط و انس و ہیبت کہتے ہیں ۱۲

(۱۶۳) (لطیفہ) ایک خادم (حضرت صاحب کے) نے کسی کتاب میں کلمۂ امداد اللہ پڑھا اور کہا نام نامی حضور کا اور مدح و ثنائے عالی پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے ہنسکر فرمایا۔ جہاں نظر کرو امداد اللہ ہے ظہور تمام (عالم) کا امداد اللہ سے ہے اگر مدح و ثناء امداد اللہ نہ کریں کمبختی آوے۔

(۱۶۴) ایک سائل آکر بیٹھا آپ نے کچھ پیش فرمایا وہ لیکر چلا گیا ارشاد فرمایا کہ وہی دینا ہے

اور وہی دلاتا ہے میں نے ہر چند چاہا کہ زیادہ ہاتھ میں آوے بار بار اسی قدر آتا تھا۔ اس سے زیادہ اُس کی قسمت میں نہ تھا بلکہ اسی قدر تھا۔

(۱۶۵) فرمایا جب تک کہ اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں طبیعت منبسط و خوش رہتی ہے اور جب کوئی غیر آجاتا ہے منقبض و سست ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ جلد اُس کو رخصت کیجئے۔

(**حاشیہ**) قولہ فرمایا جبتک اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں اقول چونکہ وہ سائل طالب دنیا تھا اس لئے اس تقریب سے یہ مضمون فرمایا اور آیندہ مضمون سخاوت کے متعلق بھی اسی تقریب سے ارشاد ہوا اسی طرح اشیاء کا مذموم مطلق نہ ہونا بوجہ مظہریت صفت کمالیہ

(۱۶۶) گدا سخاوت کا آئینہ ہے جیسے چہرہ کے حالات بدون آئینہ کے معلوم نہیں ہوتے ایسے ہی صفت سخا مخفی ہے بدون گدا کے۔

(۱۶۷) اگر غور کیا جاوے تو کوئی چیز من کل الوجوہ مذموم نہیں ہے کیونکہ حقیقت تمام اشیاء کی اعیان ثابتہ ہے اور وہ علم الٰہی ہے اور علم الٰہی تمام تر محمود ہے پس کوئی چیز مخلوقات سے بہ نسبت حق تعالیٰ کے مذموم نہیں ہے ذم و مدح (بھلائی برائی) جو کچھ ہے باعتبار ہمارے ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ ایک دن مجھسے اور فلاں مولوی صاحب سے گفتگو ہونے لگی بڑا مجمع ہوگیا میں نے پوچھا کہ تحصیل علم سے کیا غرض ہے کہنے لگے مجہولات کا جاننا۔ اثنائے گفتگو میں میں نے کہا کہ مقصود تحصیل علم سے اگر صرف جاننا ہے تو مسجدیں منہدم کر کے مدارس بنوانے چاہئیں مولوی صاحب ساکت ہو رہے یوں ہی دیر تک گفتگو رہی میں مختصر جواب دیتا رہا بعدہٗ تمام رات مولوی صاحب بیقرار رہے اور میں پشیمانی میں گرفتار رہا کہ مجکو زیبا نہ تھا کہ عالم سے مقابلہ کروں۔ صبح کو مولوی صاحب نے آدمی بھیج کر صلح کر لی افسوس کہ اب میرے دوستوں میں کوئی نہیں رہا۔

(۱۶۹) جب مثنوی شریف ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اُسپر

مولانا (روم) کی نیاز بھی کیجاویگی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھکر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہونچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو اُن عوارض کو دور کرنا چاہئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اُس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اُس سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا **(حاشیہ)** **قولہ** اُسپر مولانا (روم) کی نیاز بھی کیجاوے گی **اقول** یہ مطلب نہیں کہ اُس کو سامنے رکھکر بلکہ اُس موقع پر بلا اعتقاد توقف وصول ثواب شربت پر تلاوت ۱۲ **قولہ** نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے **اقول** یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی تحقیق ہے فقہ حنفی میں اس میں تفصیل ہے کہ اُس عمل کی مطلوبیۃ بالذات کے وقت تو یہی حکم ہے ورنہ صون عوام کے لئے اصل سے بھی منع کر دیا جاویگا آگے تفریعات اُسی تحقیق اجتہادی پر ہیں جس میں تفصیل مذکور کا قائل متفق نہ ہوگا مگر چونکہ حضرت کا اجتہاد بعض علماء کے موافق ہے اس لئے حضرت کو معذور رکھا جاویگا ۱۲ **قولہ** اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا **اقول** البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرے زیادتی ہے ۱۲

(۱۷۰) ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا کہ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہوگیا اُس نے جواب دیا تمہارا مزاج تو شریف کہا جاوے اُسپر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت پر کہ مقبولان الہٰی کی وجہ سے پیدا ہوئی (شرافت) اُس کا ایسا انکار

(۱۷۱) جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولان الہٰی سے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اُس میں عرس

کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب عشرۂ محرم کے دن بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے بادشاہ چونکہ سونے کے کڑے پہنے تھا آستین سے بند کرلیا اور جبتک مولانا بیٹھے رہے مودب بیٹھا رہا اُس مجلس میں سرّ الشہادتین پڑھی جاتی تھی ایک خادم نے عرض کیا کہ اگلے بادشاہ درویش ہوتے تھے فرمایا بادشاہ دراصل وہی ہے جو گدا ہو ؏ گدا بادشاہ ست ونامش گدا۔ البتہ اہل ہند مولد شریف میں اکثر ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ جن میں پیغمبروں کی اہانت ہوتی ہے یہ بڑا گناہ ہے ایک خادم نے عرض کیا ملّا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؏ غلامے بود یوسفؑ زر خریدہ۔ فرمایا کہ یہ مقام توحید ہے خدا کے آگے بھی عزت ہے ذلت نہیں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کیا اگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جاوے تو بھی درست ہے (حاشیہ) **قولہ** اگر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اُس میں عرس کرے **اقول** تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلو ہے اور یہاں بھی وہی حاشیہ دیکھ لیا جاوے جو اس سے اوپر والے کے قبل کے ملفوظ پر ہے ۱۲ **قولہ** یہ مقام توحید ہے **اقول** یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام توحید میں یہ کہا ہے تو اس مقام پر آپ کے تعین پر نظر نہیں ہوگی بلکہ مبدأ تعین پر اور وہ حقیقت الٰہیہ ہے جسکے مظہر حضور اقدس ہیں ۱۲

(۲۱۷) فرمایا جب کوئی عارف کوئی کام للہ کرتا ہے اُس کو خدا کی طرف سے وسعت زمانی مرحمت ہوتی ہے حضرت امام العارفین امام غزالی رحمہ اللہ کی عمر قریب باون سال کے تھی اور تصانیف اُن کی بیشمار ہیں کہ اتنی مدت میں غیر ممکن ہیں یہ وسعت زمانی تھی یونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم مبارک رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے عالم خلق وامر سب خدا کے دست (قدرت) میں ہے جس سے چاہے اُس سے متعلق فرما دے تمہارے اوپر خدا کا فضل ورحمت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں اتنا ترجمہ کرتے ہو یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا (الحمد للہ کہ صرف

چند دن کے قیام میں جو خدمت اس بے وجناب حاجی محمد مرتضیٰ خاں صاحب سے ہو سکی اُس کے باب میں حضور نے اکثر زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے فالحمد للہ علیٰ ذلک ۱۲ مترجم) (**حاشیہ**) **قولہ** قرآن ختم کر دیتے تھے **اقول** مجکو اس روایت کی تحقیق نہیں ۱۲ **قولہ** یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا **اقول** وقت ترجمۂ تنویر کے ۱۲

(۱۷۳) فرمایا پستی عجب چیز ہے زمین میں کہ پستی ہے کیسے کیسے پھول اُگتے ہیں اور پہاڑوں و تپھروں میں (با وجود رفعت) کچھ نہیں (پیدا ہوتا) اور پانی پستی میں ہوتا ہے اُس میں کیسے کیسے فائدے ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** کچھ نہیں (پیدا ہوتا) **اقول** اور جہاں ہوتا ہے انہیں اجزائے ارضیہ کی بدولت ۱۲

(۱۷۴) فرمایا کہ جب آدمی کسی کام میں بخوبی مصروف ہو کر کوشش کرتا ہے اور بالکل اُسی کا ہو جاتا ہے تو اُس کام میں صنعت الٰہی ظہور کرتی ہے اور وہ کام عجیب الصنعۃ نظر آتا ہے کیونکہ اُس میں خدا کی صنعت ہوتی ہے لیکن (افسوس) اُسکا کرنیوالا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ میری کاریگری ہے جیسا کہ اہل صنائع جدیدہ خیال کرتے ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** اُس کام میں صنعت الٰہی ظہور کرتی ہے **اقول** مراد صنعت کی شان خاص ورنہ مطلق صنعت کا ظہور تو ہر مصنوع میں ہے ۱۲

(۱۷۵) فرمایا کہ نزول مولانا روم علیہ الرحمہ کا بہ نسبت نزول شیخ اکبر کے کامل ہوتا ہے

(۱۷۶) فرمایا کہ شیر خاں صاحب خلیفہ حضرت میانجی شاہ نور محمد صاحب قدس سرہ میرے برادر ارشادی جب قریب رحلت ہوئے وقت نزع لوگوں نے تلقین کلمہ شروع کیا اور وہ منہ پھیر لیتے تھے سب کو تعجب تھا کہ ایسے بزرگ کی یہ حالت ہے کہ جس سے سوء خاتمہ کا خیال ہوتا ہے۔ جب حضرت مرشد تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا الحمد للہ لیکن یہ لوگ مجکو پریشان کرتے ہیں اور مسمّی سے طرف اسم کے لاتے ہیں۔

پس مراتب لوگوں کے مختلف ہیں اعراض کلمہ سے سوء خاتمہ پر استدلال نہ کرنا چاہئے
ممکن ہے اس میں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا (**حاشیہ**) **قولہ** ممکن ہے اس میں
کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا **اقول** پس وہ شخص معذور ہوگا لیکن اس سے زیادہ کمال
جامعیت ہے کہ باوجود مشاہدہ مسمیٰ کے اسم کا حق بھی ادا کرے ۱۲

(۱۷۷) فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ لباس عمدہ پہنتے تھے اور کھانا لذیذ کھاتے
تھے یہ سب عکس نعمائے اخروی تھا اور وہ **عکس صفات حق تعالیٰ** تھی۔ حضرت شیخ ان
عکوس میں معائنہ اصل کا کرتے تھے پس یہ چیزیں اُن کے واسطے بمنزلہ آئینہ کے تھیں۔

(۱۷۸) فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اور مرد مظہر حق ہے عورت آئینۂ مرد اور مرد آئینۂ
حق پس عورت مظہر و آئینۂ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر و نمایاں ہے
ملاحظہ کرنا چاہئے (**حاشیہ**) **قولہ** فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے **اقول** یعنی بلاواسطہ
ورنہ عورت بھی مظہر ہے حق کی مگر بواسطہ اور منشا اس کا تکون حوا کا ہے آدم علیہ السلام سے
قولہ ملاحظہ کرنا چاہئے **اقول** یعنی حلال عورت میں اور حرام سے بجز بُعد وحرمان کے کیا میسر ہے

(۱۷۹) فرمایا کہ جب میں (حضرت صاحب) پہلے مکہ آیا تو نوبت فاقوں کی پہونچ گئی
کئی کئی دن تک اتفاق کھانے کا نہیں ہوتا تھا میں نے عرض کیا کہ بار الہا مجھ میں طاقت منتہی
نہیں ہے بعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپیہ کا خرچ
تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا میں نے عرض کیا کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا ہنسکر فرمایا کہ تمہاری
حاجت بند نہیں رہنے کی اُس وقت سے خرچ ماہانہ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے خدا اپنے خزانہ
رحمت سے پہونچاتا ہے۔

(۱۸۰) فرمایا کہ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو لہ الاسماء الحسنیٰ الآیہ۔ اس آیت میں ایک
راز مکنون ہے پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدۃ الوجود کا فرمایا ہے بعدہ فرماتا ہے
کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء و صفات میری ہے یعنی جو کچھ غیر ذات اُس کے معلوم ہو

وہ سب مظاہر صفات ہیں (حاشیہ) قولہ وہ اسماء و صفات میری ہے اقول مطلب یہ ہے کہ جب لا الٰہ الا ھو سے غیر کی نفی ہوگئی تو سوال وارد ہوا کہ یہ کائنات کیا ہیں؟ لہ الاسماء الحسنیٰ میں اس کا جواب ہے کہ اُن کے جو اسماء ہیں یہ کائنات اُن کے مظاہر ہیں موجود مستقل نہیں یہ باب اشارہ سے ہے تفسیر نہیں ۱۲

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰؑ سے ملاقی ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو آپنے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اسقدر پوچھا تھا ماتلک بیمینک یاموسیٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ ہی عصای اتوکاء علیہا واھش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اخری الآیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادب یا غزالی (حاشیہ) قولہ ادب یا غزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو کشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہوگیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ ابعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُن کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲

(۱۸۲) فرمایا کہ جنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکاً دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں (حاشیہ) قولہ اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں اقول البتہ اصرار بالمعنی المذکور افراط ہے اور ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جاوے ۱۲

(۱۸۳) ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون کتاب ہے کہا گیا احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے فرمایا کہ یہ لقب عطیۂ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۸۴) فرمایا کہ نیستی وعدم ایک لذیذ چیز ہے ہر شخص اپنے عدم کا عاشق ہے دیکھو جب تعب ہوتا ہے سونا اختیار کرتا ہے اور نیند ایک قسم کا عدم ہے۔

(۱۸۵) فرمایا کہ اگر تمامی جسم وصفات سے ایک چیز کو لو اور اُس میں غور کرو مثلاً تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اور کون کہتا ہے آخر نوبت خدا تک پہونچیگی اور ما سوائے خدا معدوم و فنا معلوم ہوگا مجکو رگ رگ میں وہی نظر آتا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے **اقول** یعنی موثر کون ہے اور اُس کے مشاہدہ کا جب غلبہ ہوتا ہے مظہر کی طرف التفات نہیں رہتا اور اُس کی صفت کی اسناد غلبہ کے سبب موثر کی طرف متوہم ہونے لگتی ہے جملہ کون کہتا ہے کا منشا یہی ہے ۱۲

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی اسی معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی ارشاد فرمایا اے وا (**حاشیہ**) **قولہ** مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں **اقول** یعنی اور بزرگوں کے کلام میں بھی یہ مضمون موجود ہے یہ مرتبہ حقیقت میں ہے جیسا اس کا معنی واصل بحق ہونا اوپر فرمایا ہے جسکو عارفین ہی سمجھ سکتے ہیں اور باعتبار ظاہر کے چونکہ عبد بمعنی عابد آتا ہے اس لئے احتیاط کیجاتی ہے البتہ عبد بمعنی مملوک لے کر توجیہ ممکن ہے مگر عوام کو ایہام سے بچانا بھی واجب ہے ۱۲ **قولہ** مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا **اقول** منشا اس تقریر کا فارمی ایشخ ہے اس لئے حجت نہیں ۱۲

(۱۸۷) ایک دن فرمایا کہ یہ مکان جسمیں میری نشست ہے نشستگاہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

(۱۸۸) فرمایا کہ یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ای من المتقین یہ خطاب اُن مومنین سے ہے کہ جو ایمان کامل رکھتے ہوں نہ مطلق مومنین پس جو کوئی اولی الامر صاحب باطن ہو اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کرچکا ہو وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں کیونکہ منکم فرمایا ہے یعنی اے صحابہ جیسے کہ تم کامل الایمان صافی القلب پاک طینت ہو ایسے ہی اگر اولی الامر بھی ہوں تو واجب الطاعت ہیں ورنہ نہیں وھکذا المومن مرآۃ المومن مراد اس سے مومن کامل ہے نہ مطلق مومن کیونکہ مرآۃ وہی ہوگا جو کہ صاف و شفاف ہو پس جس شخص کا قلب صاف ہو وہ قابلیت مرآۃ (آئینہ) ہونے کی رکھتا ہے ورنہ نہیں۔

(حاشیہ) قولہ وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں اقول یعنی علی الاطلاق کیونکہ ایسا شخص خلاف اللہ و رسول کے ہرگز نہ کہیگا ورنہ امور موافقہ للشرع میں ظاہری اولی الامر کی بھی اطاعت واجب ہے البتہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۱۲

(۱۸۹) فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے بمعنی میخ چونکہ اُن کی بدولت آفات و زلزلات سے حفاظت رہتی ہے لہذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں جب ایک اُن میں سے فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے اسی وجہ سے اُن کو ابدال کہتے ہیں میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا

(۱۹۰) فرمایا کہ اولیائی تحت قبائی اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا۔ اس میں ایک مصلحت ہے کیونکہ اگر لوگ باوجود ظہور اُن کی مخالفت کرتے تو معاتب اور معذب ہوتے اس لئے کہ وہ (اولیاء) متصف بصفات الٰہی ہیں اُن کی مخالفت (گویا) مخالفت حق ہے اور جو کوئی مخالف حق ہو وہ مردود و مقہور و قابل عذاب ہے اور حالت ناواقفیت میں معذور ہیں (حاشیہ) قولہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا اقول یعنی انکی

ولایت کو نہ اُن کی ذات کو ۱۲

(۱۹۱) فرمایا کہ حرمین میں بعض امور عجیب و پسندیدہ ہیں۔ وحدت الوجود لوگوں میں بہت مرتکز ہے۔ میں مدینہ میں مسجد قبا کی زیارت کو گیا ایک آدمی کو دیکھا کہ اندر مسجد کے جاروب کشی میں مشغول ہے جب زیارت سے فارغ ہو کر میں باہر آیا اور جوتہ پہننے کا قصد کیا تو سنا کہ کہتا ہے یا اللہ یا موجود اور دوسرا جو بیرون مسجد تھا کہتا تھا بل فی کل الوجود اس کو سنکر مجھ کو ایک حالت طاری ہوئی بعدہ لڑکوں کو شعذف میں دیکھا کہ کھیل رہے ہیں اور ایک لڑکا کہہ رہا ہے یا اللہ لیس غیرک اس سے میں نہایت بیتاب ہوا اور کہا کہ کیوں ذبح کرتے ہو اور تنازع کی حالت میں جب کوئی صل علی النبی کہدیتا ہے غیظ و غضب بالکل کافور ہو جاتا ہے اور درود پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اتنی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے ہیں اور شجاعت و سخاوت عرب کی مشہور ہے۔ رجبی میں بڑی خوشی کرتے ہیں اور جو کچھ ایک سال میں پیدا کرتے ہیں مدینہ منورہ میں جاکر خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد واپسی کے شکریہ کی دعوت کرتے ہیں اتنی الفت و محبت حضرت (روحی فداہ) کے ساتھ رکھتے ہیں نیک بات جس طرح کیجائے عمدہ ہے **(حاشیہ) قولہ** نیک بات جس طرح کیجائے عمدہ ہے **اقول** ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جائے ۱۲

(۱۹۲) فرمایا کہ تطویل دعا واسطے عوام کے ہے اور عارف کے لئے اس قدر کافی ہے اللھم انی اسئلک رضاک والجنۃ واعوذبک من سخطک والنار **(حاشیہ) قولہ** عارف کے لئے اس قدر کافی ہے **اقول** کیونکہ اس کی اصل عبادت ذکر ہے جس کی اصل حدیث میں بھی ہے من شغل قراءۃ القران عن دعائی ومسئلتی الخ اخرجہ العراقی عن ابن شاہین ۱۲

(۱۹۳) فرمایا کہ آیۃ انک لا تسمع الموتی میں نفی سماع حواس خمسہ ظاہرہ سے مراد ہے نہ مطلقاً اسماع اور استماع موتی حواس باطنہ سے پیغمبروں و اولیائے کرام کو ممکن ہے

جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے وھکذا قولہ تعالیٰ لاتدرکہ الابصار الآیۃ نیز

رویت حق تعالیٰ دنیا میں ممکن ہے آیۃ میں نفی ادراک کی فرمائی ہے نہ نفی رویت کیونکہ جب

رویت حاصل ہوتی ہے فنائیت محیط ہوجاتی ہے اور ہوش وحواس کچھ باقی نہیں رہتے ہے

پھر ادراک کیسے ہوسکتا ہے بعضوں کا گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی

یہ غلط ہے رویت اُس کے حواس باطنیہ سے متعلق ہے نہ حواس ظاہرہ سے اور جیسا کہ حواس

ظاہرہ کے لئے نور آفتاب وغیرہ شرط ہے ویسے ہی حواس باطنیہ کے لئے نور حق تعالیٰ شرط

ہے فانہ ینظر بنور اللہ ورایت ربی بربی کے یہی معنی ہیں اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اور وہ

خلوت میں کسی تاریک جگہ میں کیا جائے تو انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے اللھم ارزقناہ (حاشیہ)

قولہ جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے اقول یعنی یہاں بھی نفی باعتبار بصر حسی کے ہے نہ

مطلقاً اور یہ ایک توجیہ ہے منجملہ توجیہات رافعہ اشکال کے اور متعین نہیں یہ اُسوقت ہے جب

ادراک رویت کو عام لے لیا جائے دوسرا جواب آگے ہے یعنی ادراک کی نفی سے رویت

کی نفی لازم نہیں آتی مگر یہ رویت آخرت کی سی نہیں ہے محض تجلی مثالی ہے ۱۲ قولہ بعضوں کا

گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی اقول یہ تفریع ہے ماقبل پر باعتبار توجیہ

اول کے ۱۲ قولہ اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اقول یہ مضمون نور حق کے مناسبت سے فرمایا اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ یہ انوار انوار حق ہوں کبھی لطائف کے انوار ہوتے ہیں کبھی اخلاط کا اشتعال

اور یہ مشاہدہ لازم نہیں ۱۲

(۱۹۴) فرمایا کہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا الآیۃ یہ دعائے جامع وکافی ہے

ایک آدمی بہت روتا تھا پوچھا کہ اُس کی ذات رحیم وغفور ہے کیوں اتنا روتے ہو اُس نے

کہا کہ اپنے گناہوں سے ڈر کر میں نہیں روتا کیونکہ اگر میرے گناہ آسمان وزمین وپہاڑونکی

برابر بھی ہوں تو بھی خدا کی رحمت اُس پر غالب ہے اُس کی وسعت رحمت سے میں ذرا

بھی (گناہوں کا) خوف نہیں کرتا لیکن چونکہ ایک ذرہ محبت ومعرفت حاصل ہوئی ہے ڈرتا ہوں

کہ مبادا زائل و سلب نہ ہو جائے اسی وجہ سے روتا ہوں پس یہ دعا اس مہم کیلئے کافی ہے

(۱۹۵) فرمایا کہ علماء ظاہر کے نزدیک تفسیر آیت فمنکم کافر و منکم مومن کی وہ ہے جو مشہور ہے اور صوفیہ کے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے کہ ذات واحد میں کافر و مومن موجود ہیں خوف کرنا چاہیئے کہ رگ کفر جہنم کی طرف نہ لیجا وے۔ مولانا اشرف علی صاحب مد فیضہ نے مثنوی کا شعر عرض کیا اور حضرت نے مسلم رکھا ۔

علت ابلیس انا خیر بدست ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

چ موسی و فرعون در ہستی تست (حاشیہ) قولہ صوفیہ کے نزدیک اس کی تفسیر یہ ہے اقول باب اشارہ کو تفسیر مجازاً فرمایا اور من تبعیضیہ کا استعمال اس معنی میں بھی آتا ہے

(۱۹۶) فرمایا کہ جب حالت ظاہری فرش و فروش و تکیوں سے درست تھی سب تونگر سمجھ کر قصد اعطا نہ کرتے تھے اسوقت بکثرت زیارت انبیاء و اولیاء و ملائکہ سے مشرف ہوتا تھا بھوک عجیب چیز ہے۔

(۱۹۷) فرمایا کہ جو کوئی مہم پیش آوے سورہ یٰسین پڑھیں اور ہر مبین پر پہونچکر سات بار سورہ فاتحہ مع تسمیہ پڑھیں اور اول و آخر سورہ کے درود شریف پڑھیں در و د مثل صندوق کے ہے کہ اپنے اندر لپیٹ کر (وظیفہ و دعا کو) لیجاتا ہے و یا سورہ مزمل سات بار پڑھیں کہ معمولات مشائخ سے اور مجرب ہے۔ اور سورہ فاتحہ اکتالیس بار جو میں نے اپنے آدمیوں (مریدوں) پر لازم کیا ہے اس سے بہتر امور دینی و دنیاوی کے لئے کچھ نہیں ہے فقط

ترجمہ بعض ملفوظ نوشتہ مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہ

(۱۹۸) فرمایا عشق سماع عشق معائنہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اور سماع دل سے متعلق ہے (حاشیہ) قولہ کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اقول یعنی غالب اس میں ادراک حسی ہے غالب کو مبالغۃً کل کہدیا اور عشق سماع میں غالب

ادراک قلبی اور یہ توازن عشق میں ہے نہ کہ ہوی نفسانی میں کہ اس میں اسکا عکس ہے ۱۲

(۱۹۹) اگر طلب دنیا کی ہو تو اس کو (دنیا کو) ترک کرے تاکہ درپے اس کے (ترک کرنے والے کے) ہو۔

(۲۰۰) شعر میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے وزن زبان مثال۔

(۲۰۱) ؎ پیش اہل دل نگہدارید دل تا نہ باشید از گمانِ بد خجل

(۲۰۲) اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے البتہ درویشوں کی صحبت سے اس میں تہذیب آجاتی ہے

(۲۰۳) مولوی اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حب ایمانی بعد وصول رو بہ ترقی ہوتا ہے اور حب عشقی زائل ہوتا ہے مگر میری رائے برعکس ہے قال علی رضی اللہ عنہ لو کشف الغطاء ماازددت یقیناً اور مولانا روم فرماتے ہیں ع عشق دریائیست قعرش ناپدید۔ البتہ مولوی صاحب کا قول باعتبار عشق مجازی صحیح ہے کہ اس میں محبوب کے کمال کی حد و انتہا مقرر ہے والمحبوب الحقیقی لا یتناہی کمالہ

(۲۰۴) تمام اعمال میں دو جہت ہوتے ہیں مثلاً زکوٰۃ کہ عوام کے لئے وہ قاعدہ (اور عمل) ہے جو مشہور ہے اور خواص کو قل العفوا اور اخص الخاص یعنی صدیقین کو تمام مال دینا (مثال دیگر) ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ہمارے (عوام کے واسطے یہ ہے کہ موت کو تہلکہ سمجھتے ہیں اور عارفین زندگی کو (یعنی برعکس)

(۲۰۵) ایک صاحب علم مدینہ سے آئے فرمایا ؎

خوشا سعادت آں بندہ کہ کرد نزول گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسول

بعدہ امن راہ کا سوال کیا دانشمند نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ ہمارے ساتھ تھے ہم مع الخیر پہونچے فرمایا تب کیسے امن نہ ہوتا اور یہ شعر پڑھا ؎

صاحبِ دہ بادشاہِ جسم ہاست صاحب دل شاہِ دلہائے شماست

(حاشیہ) قولہ تب کیسے امن نہ ہوتا اقول اقتضائے اصلی کبھی عارض کے سبب ظاہر

نہیں ہوتا فلا ایراد ۱۲

(۲۰۶) رباعی ؎

بحر در جوش کہ آں گوہر نایاب کجاست چرخ سرگشتہ کہ خورشید جہانتاب کجاست

دیر زیں غصہ در آتش کہ چہ رنگ ست صنم کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست

(حاشیہ) قولہ کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست اقول یعنی سب طالب ہیں اپنی اپنی استعداد کے موافق قال تعالیٰ کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ

(۲۰۷) فقیر کو چاہئے کہ نہ طمع کرے نہ منع کرے۔

(۲۰۸) عارف اگر ہذیان بھی کہے تو وہ بھی معرفت ہی ہوتا ہے کیونکہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے ؎

عشق من پیدا و معشوقم نہاں یار بیروں فتنہ او در جہاں

(حاشیہ) قولہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے اقول اور عارف سے یہ حجاب برحالیتیں مرتفع ہے پس وہ ہر حالتیں حقیقت پر واصل ہے تو اُسی کے ساتھ تکلم کریگا اور نہاں ہونا ان ہی حجب یعنی علم باشیاء سے ہے ۱۲

(۲۰۹) شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ ہے کہ میرا سلسلہ مغرب تک پہونچیگا ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ کشف آپ کی نسبت ہے کہ بواسطہ آپ کے فیض چشتیہ اقصائے عالم میں پہنچا

(۲۱۰) ایک درویش صاحب سلسلۂ خاندان مولویہ نے بلاد روم سے آکر بیعت کی اور اثنائے تذکرہ میں عرض کیا کہ میں کچھ نہیں ہوں تبسم کرکے (حضرتؒ نے) فرمایا کہ یہ درویش اپنی تعریف کروانا چاہتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں کیونکہ کچھ نہ ہونا (مدارج) فنا سے ہے

(۲۱۱) ھوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن کی تفسیر نزدیک علماء ظاہر مشہور ہے اور علماء باطن کہتے ہیں کہ ہر کوئی مومن و کافر ہے کیونکہ سب میں قوی محمودہ و مذمومہ ہوتے ہیں۔

(حاشیہ) قولہ سب میں قوی محمودہ و مذمومہ ہوتے ہیں اقول ملفوظ (۱۱۹) میں گذر چکا

(۲۱۲) ایک شخص نے امن راہ مدینہ طیبہ کے لئے دعا پوچھی فرمایا لا الٰہ الخ بقصد نفی بلیات۔ و لایلاف ستر بار اور صلوٰۃ تنجینا پڑھا کرو۔

(۲۱۳) موت مدینہ سے مراد مقام عبدیت ہے ؎

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں — فوق گردوں ست نے قعرِ زمیں
ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ — جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ

مگر جامعیت اس میں ہے کہ مدینہ میں وفات پاوے۔

(۲۱۴) فرمایا کہ میں نے چھ بار حرفاً حرفاً مثنوی مطالعہ کی ہے۔

(۲۱۵) فرمایا کہ مولوی قلندر صاحب رح کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طپانچہ مارا اُس دن سے زیارت منقطع ہو گئی مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کی اُنھوں نے ایک زن ولیہ مجذوبہ کا حوالہ فرمایا جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا شف ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس (مولانا نے) بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی اس سے پہلے اُس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا۔

(۲۱۶) دعائے مشروع ضرور مستجاب ہے اور غیر مشروع کافروں کے حق میں اکثر مستجاب ہوتی ہے۔

(۲۱۷) لذت دیدار بہت دور ہے طالب کو لذت نام کافی ہے۔

(۲۱۸) ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام بہت ہی مشابہ تھے واسطے فرق کے دعا فرمائی بال سپید ہونا شروع ہوئے (**حاشیہ**) قولہ بہت ہی مشابہ تھے اقول مجکو اس روایت کا ماخذ معلوم نہیں ۱۲

(۲۱۹) فرمایا کہ تم لوگوں کو میرے ساتھ گمان نیک ہے ظنوا المومنین خیرا امید ہے کہ تمہاری گواہی سے خدا مجکو اور تمکو (سبکو) بخشدے۔

(۲۲۰) فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ہو الظاہر ہیں مولوی روم فرماتے ہیں ع گرد ونیائی قبیح آمد نہ خوب۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت ابوالارواح و مربی ارواح ہیں اگر جملہ انبیاء کی طرف توجہ فرمائیں کیا عجب ہے ۔

(**حاشیہ**) **قولہ** گرد و پنداری قبیح آید نہ خوب **اقول** غیریت اصطلاحی کی نفی ہے یعنی مظہریت وظاہریت کا تعلق نہ ہونا اور باوجود اس تعلق کے عام ہونے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیت فی المظہریۃ کا امتیاز حاصل ہے چنانچہ ابوالارواح ہونا اسی پر متفرع ہے نہ کہ تغائر کی نفی کہ دوسرا مصرعہ ثبت ہے تغائر کا لفظ بعد اس میں نص ہے ۱۲

(۲۲۱) جوانی میں خوف اور پیری میں رجا غالب ہونا چاہئے مولوی مظفر حسین صاحب رح دعا میں اپنے موئے سفید کو وسیلہ کرتے تھے (**حاشیہ**) **قولہ** مولوی مظفر حسین صاحب رح **اقول** یہ تفریع ہے غلبۂ رجاء پر ۱۲

(۲۲۲) فرمایا کہ کل ذنب ذنب الا ذنب العاشق کل دم دم الا دم الشہید ؎

ملت عاشق زملتہا جدا است ۔۔۔ عاشقاں را ملت و مذہب خدا است

قال اللہ تعالیٰ ما علیک من حسابھم من شیٔ وما من حسابک علیھم من شیٔ بیخودی میں بعضے امور ظاہرا خلاف شرع سرزد ہو جاتے ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** کل ذنب ذنب الا ذنب الخ **اقول** وجہ استثناء بیخودی کا غلبہ ہے جو آگے مذکور ہے کہ ای موسی علیہ السلام تحقیق اس کی (ملفوظ ۶۹) کے حاشیہ میں گذری ہے ۱۲

(۲۲۳) ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ اُس کا حال مثل حال وزیر خادع کے ہے کہ مثنوی شریف میں قصہ اُس کا مذکور ہے

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ اُنھوں نے بشکل خنزیر ہوکر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہوکر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے (**حاشیہ**) **قولہ** اُنھوں نے بشکل خنزیر ہوکر گوہ کھالیا **اقول** اس معترض کی عناد کے سبب اس تکلف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲

(۲۲۵) فرمایا کہ مجکو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گذرے ہیں کہ عشق میں اپنے سر دیدئے ہیں جیسے ثنوی عاشق تھانہ بھون مشہور رہے (راقم) مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا تھا (حاشیہ) **قولہ** فرمایا کہ مجکو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گذرے ہیں **اقول** یہ فخر نفس عشق پر ہے نہ کہ اُس کے محل کی قید کے ساتھ جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک مصلوب سارق کے پاؤں چومے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے استقلال کی تعظیم کرتا ہوں قطع نظر اُس کے مصرف کے ۱۲

(۲۲۶) فرمایا کہ مرض بھی رزق ہے اُس کو نعمت شمار کرنا چاہیے

(۲۲۷) مومن خاں (دہلوی) مجھسے بہت اعتقاد رکھتے تھے میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثنوی کی نظم سست ہے جوابدیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا اساتذہ کے نزدیک ثنوی سند ہے بعد انتقال خاں صاحب کے لوگ حسب وصیت اُن کی قبر پر گئے اُنکا حال عمدہ پایا۔

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گذرا آپکی نگاہ اُسپر پڑ گئی اسقدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے کتے اُس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اُس کے گرد حلقہ باندھکر مراقبہ کیا (**حاشیہ**) **قولہ** اس قدر صاحب کمال ہوگیا **اقول** کمال خاص مراد ہے نہ کہ کمال مطلوب ۱۲

(۲۲۹) جب نسبت روحانی حاصل ہوتی ہے وقت میں وسعت ہوتی ہے لانہ ای الروح من عالم الامر (یہ آپ نے اُس وقت فرمایا تھا کہ ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر ختم خواجگان باقی ہو میں تمام کردوں) اور حضرت قریب بہ فراغ تھے۔

(۲۳۰) اسمائے الٰہیہ غیر متناہی ہیں اور نو دونہ نام کلی و اجمالی ہیں۔

(۲۳۱) اتفاق ہونے کی یہ صورت ہے کہ ہر کوئی دوسرے کو اپنے سے افضل خیال کرے

(۲۳۲) الفقر فخری عارف کے واسطے ہے کہ اُس سے لذت حاصل کرتا ہے اور

الفقر سواد الوجه فی الدارین مجوب کے واسطے ہے (حاشیہ) قولہ الفقر فخری عارف کے واسطے ہے اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے ثابت ہے ۱۲ قولہ مجوب کے واسطے ہے اقول کیونکہ وہ فقر سے معاصی میں بتلا ہو جاتے ہیں ۱۲

(۲۳۳) فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا انبیاء و محبوبان خود کو بلا میں کیوں ڈالتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ اس میں مشاہدہ جمال و جلال ہے جلال بدن پر اور جمال روح پر بدن روح کے واسطے بمنزلہ آستین کے ہے اگر پھاڑ ڈالا جائے تو (صلحاء و محبوبان) کچھ پروا نہیں کرتے

(۲۳۴) الحزم سوء الظن اسے نبفسہ او بغیرہ۔

(۲۳۵) رزق چار قسم کا ہے مضمون و مقسوم و ما من دابۃ۔ موعود و من یتق اللہ۔ معلوم جائداد و نوکری وغیرہ بسوط اللہ یبسط الرزق لمن یشاء (حاشیہ) قولہ رزق چار قسم کا ہے اقول ان اقسام میں تغائر اعتباری ہے حقیقی نہیں ذاتاً باہم مجتمع بھی ہوتے ہیں ۱۲

(۲۳۶) وابتغوا من فضل اللہ ای صحبۃ عباد اللہ (حاشیہ) قولہ ای صحبۃ عباد اللہ اقول تاویل بلسان الاشارہ ارادبہ ان الرزق المفسر بہ فضل اللہ ہو الرزق المعنوی ۱۲

(۲۳۷) معالجہ میں یہ حکمت ہے کہ اسم شافی ظاہر ہوتا ہے اور اگر صحت نہ ہو قدرت ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳۸) ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے مقام عروج میں تھے اسباب پر نظر نہ فرمائی اور جبوقت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح پر مامور ہوئے تو مقام نزول میں تھے مجبوراً فرمایا فانظر ماذا تری اور اسوقت اسمٰعیل علیہ السلام مقام عروج میں تھے پس مقام ابراہیم علیہ السلام اکمل ہے

(۲۳۹) حدیث ہے انا عند المنکسرۃ قلوبھم ای الذین انکسرت قلوبھم الحقیقۃ قلوبھم الصنوبریۃ (حاشیہ) قولہ حدیث ہے انا عند المنکسرۃ الخ اقول المراد

الحدیث القدسی لکن لا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل عن موسیٰ علیہ السلام
کما فی شرح الاحیاء روی ابو نعیم فی الحلیۃ بسندہ عن مالک بن دینار
قال قال موسیٰ علیہ السلام یا رب این ابغیک قال عند المنکسرۃ قلوبہم ۱۲
قولہ ای الذین انفت قلوبہم الحقیقیۃ قلوبہم الصنوبریۃ اقول حاصلہ ان ھذا
الانکسار ہو الذی حصل بالکسر وھو من باب الاشارۃ ۱۲

(۲۴۰) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب غلبۂ جذب میں لوگوں کو پتھر مارتے تھے اور جب
میں حاضر ہوتا تھا شفقت فرماتے تھے اور بشارت دیتے تھے کہ توحید تم پر منکشف ہوگی۔

(۲۴۱) مولوی قلندر صاحب کسی کو یہاں تک کہ بھنگ پینے والے کو بھی محروم نہیں رکھتے
تھے بلکہ یہ فرماتے تھے کہ یہ نہ کہو کہ بھنگ پیوں گا ہاں لو اور خرچ کرو فرمایا کہ یہ سخاوت الہٰی
ہے اور سخاوت محمدی حفظ حدود کو کہتے ہیں (حاشیہ) قولہ یہ سخاوت الہٰی ہے
اقول لانہ لا یسئل عما یفعل ولم یکلف العبد بھذا بل قد نھی عنہ فی
بعض الاحوال یعنی اس سخاوت کی بعض احوال میں اجازت نہیں خواص حق سے ہے ۱۲

(۲۴۲) العلم حجاب اکبر ای للبعد لانہ یورث العجب او للقرب کما
للسلاطین اور معنی ثالث بطرز حقائق ہیں کہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے۔

(۲۴۳) ؎

پر تو حسنت نہ گنجد در زمین و آسماں — در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہ
حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ — پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردہ

(۲۴۴) فرمایا کہ سید صاحب بجائے تعویذ کے خداوندا اگر منظور داری حاجتش را برآری
لکھتے تھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ فقرۂ اولیٰ مصرع ہے دوسرا بھی قدرے تغیر سے
مصرع ہوسکتا ہے مثلاً بفضلت حاجت او را برآری۔ فرمایا کہ ہاں بھائی تم شاعر ہو ہمارے
نزدیک تو کمی و بیشی روا نہیں ہے ایک بزرگ نے کسی کو گل ھو اللہ تعلیم کیا اس نے قل

ہو اللہ پڑھا کچھ اثر نہ ہوا فرمایا کہ میری زبان سے پڑھو (جیسا کہ تعلیم کیا ہے) (**حاشیہ**)
قولہ قل ہو اللہ پڑھا کچھ اثر نہ ہوا **اقول** ظاہراً اثر نہ ہونے کا سبب اُس شخص کا اعتراض ہے
بطور تنقیص کے اُس بزرگ پر کہ اُن کو قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا حالانکہ معذور پر ملامت جائز نہیں
اور یہ فرمانا کہ میری زبان سے پڑھو یہ لطیفہ ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ باوجود صحیح پڑھ سکنے کے
غلط پڑھنا فی نفسہ مطلوب ہے بلکہ غلط پڑھنا بہ نسبت اعتراض و تنقیص کے اہون ہونے کے
سبب مطلوب اضافی ہے اس مضمون کو اس عنوان سے بطور لطیفہ کے تعبیر کر دیا ۱۲

(۲۴۵) بوجہ ادب کے تعویذ میں بجائے حروف ہندسہ لکھنا مقرر کیا گیا ہے۔

(۲۴۶) کسی شخص نے خط میں کوئی فرمائش عرض کی تھی فرمایا کہ میں بہت کاہل ہوں لوگ
کیوں مجھے کسی کام کو کہتے ہیں (**حاشیہ**) قولہ لوگ کیوں مجھے کسی کام کو کہتے ہیں **اقول**
یعنی ایسی کام کو جو ضروری نہ ہو اور مذاق کے خلاف ہو جیسے اکثر لوگ فضول دنیا کے لئے بزرگوں
کو پریشان کیا کرتے ہیں ۱۲

(۲۴۷) فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا کہ میں نوکری چھوڑ دوں میں نے (حضرت
نے) جواب دیا کہ جب ایسی حالت ہو کہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تب چھوڑیو۔

(۲۴۸) نسبت شریعت و طریقت کی مثل وضو و نماز کے ہے (**حاشیہ**) قولہ نسبت
شریعت و طریقت کی **اقول** شریعت کے وہ معنی مراد ہیں جو عرف عام میں ہیں اُس میں اور
طریقت میں شرط و مشروط کا تعلق ہے ورنہ عرف خاص میں جو اُس کے معنی ہیں وہ تو مجموعہ ہے
اصلاح ظاہر و باطن کا اُس میں اور طریقت میں جزو کل کا تعلق ہے ۱۲

(۲۴۹) فرمایا کہ بنائے مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے (**حاشیہ**) قولہ بنائے
مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے **اقول** جو مدارس دین کہلائے جاسکتے ہیں اُن سب میں اول
مدرسہ دیوبند ہے اور بانی اُس کے سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خواص ہیں جن کو حضرت رح
نے متوجہ کیا تھا ۱۲

(۲۵۰) تصوف چار علم ہے۔ تدبیر۔ اخلاق۔ سلوک۔ حقائق۔

(۲۵۱) زمین مظہر چند صفات کی ہے۔ علم۔ صنع۔ عدل۔ امانت۔ زمین۔ عجب چیز ہے کہ مظہر جسم محمد ہے۔

(۲۵۲) قضا کا علاج بھی قضا ہے ع ہم در تو گریزم ار گریزم۔

(۲۵۳) مولوی بحر العلوم صاحب پر توحید ایسی غالب ہوگئی تھی کہ مدراس میں بجائے قرآن کے مثنوی شروع کر دی تھی۔

(۲۵۴) یوسف ہمدانی نے خواب میں مولانا روم سے اجازت وظیفہ مثنوی شریف حاصل کی تھی

(۲۵۵) مواخذہ انا پر ہے اس کو محو کرے اور بی نیلق ہو جاوے مواخذہ جاتا رہے یہ محو ہستی جبر محمود ہے اور دعوی محض جبر مذموم تو بھی اگر کوئی قصور ہو وے اپنی طرف نسبت کرے یہ ادب ہے کآدم علیہ السلام و ایاز الغلام

(۲۵۶) مثال شیخ مثال طوطی و آئینہ کے ہے کہ وجود مطلق لباس مجانس میں فیض دیتا ہے

(حاشیہ) قولہ لباس مجانس میں فیض دیتا ہے اقول یعنی اس مثال میں معلم انسان ہوتا ہے لیکن طوطی کی رعایت سے آئینہ اُس کے سامنے رکھدیتا ہے جس میں اُس کا مجانس نظر آتا ہے انسان جو کچھ بتلاتا ہے وہ طوطی اپنے مجانس کو ناطق سمجھکر سیکھ لیتی ہے اس طرح فیاض حقیقی حضرت حق ہے مگر درمیان میں واسطہ مستفیض کے مجانس کو بنا دیا وہ شیخ ہے اور لباس سے مراد مظہر ہے ۱۲

(۲۵۷) معمول مشائخ کا ہے کہ بعد نماز کے تین بار نفی و اثبات کرتے ہیں فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ (حاشیہ) قولہ فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ۔ اقول یعنی اگر عقیدہ فاسد نہ ہو التزام وغیرہ کا تو یہ اس آیت کے عموم کے تحت میں آسکتا ہے ۱۲

(۲۵۸) توجہ امراء بدرویش اس کی دلیل ہے کہ اس درویش میں رگ دنیا باقی ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

(۲۵۹) ایک عالم کا فتویٰ کہ قبول حج بدل میں عذر پیش کرتے تھے نقل کیا کہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہو (**حاشیہ**) قولہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہوا **قول** کیونکہ وہ اموال میں تملک ہے مالک نہیں فقہاء نے بھی اس سے تعرض کیا ہے ۱۲

(۲۶۰) واخاف ان یاکلہ الذئب ای الحسد (**حاشیہ**) قولہ واخاف ان یاکلہ الذئب ای الحسد **اقول** ھذا بلسان الاشارۃ وکان ھذا واقعاً لم یاکلہ الذئب السبع ۱۲

(۲۶۱) اول مدارج وحدت اخوۃ ہے پھر کنفس واحدۃ (**حاشیہ**) قولہ اول مدارج وحدت اخوۃ ہے **اقول** جس میں تغائر غالب ہے ۱۲

(۲۶۲) صوفیہ کے نزدیک متشابہات ظاہری المعنی ہیں (**حاشیہ**) قولہ متشابہات ظاہری المعنی ہیں **اقول** یعنی بعض ۱۲

(۲۶۳) سبقت رحمتی علی غضبی سبق زمانی بھی ثابت ہے کہ اولاً اسمائے جمالیہ ظاہر ہوتے ہیں عالم عدم سے باہر آتے ہیں جب اہلاک نزدیک ہوتا ہے اسمائے جلالیہ قہر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اس میں زمان قریب ہے لہذا عارف شکوہ نہیں کرتا (**حاشیہ**) قولہ اس میں زمان قریب ہے **اقول** شبہ ہوتا ہے کہ ناسخ سے کچھ تغیر ہو گیا ہے اگر یہی عبارت ہے تو یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ سبقت میں ماضی کا زمانہ عارف کو قریب نظر آتا ہے جیسی وہ بلاء میں بھی آثار رحمت کو مشاہدہ کرتا ہے اس لئے شکوہ نہیں کرتا واللہ اعلم۔

(۲۶۴) دعا میں درود مثل صندوق کے ہے۔

(۲۶۵) اپنے شیخ کے حق میں ایسا اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اس سے بہتر میری کوشش سے نہ ہاتھ آویگا۔

(۲۶۶) کشف میں خطرات کی تمیز بہت دشوار ہے۔

(۲۶۷) قادیانی اگر راہ پر بھی ہوتا ہم بوجہ اپنے علم کے انکار پر معذور ہیں (**حاشیہ**)

قولہ قادیانی اگر راہ پر بھی ہو اقول نہایت بلیغ اصلاح ہے جس سے وسوسہ کی جڑ ہی قطع ہوتی ہے یعنی اگر کسی کو وہم ہو کہ شاید وہ حق پر ہو تو ہم انکار میں گنہگار ہوں گے جواب میں تقریر ظاہر ہے تو یہ اگر بسبب احتمال نہیں بلکہ بطریق فرض محال ہے ۱۲

(۲۶۸) ایک شخص نے دہلی میں فقراء کو جمع کر کے دیر تک بٹھا رکھا دیر کے بعد دو دو پیسے سب کو دئے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد آدمی اگر یہی منظور تھا تو اتنا ہرج کیوں کیا اور جو چشتی (فقراء) تشریف فرما تھے بدیں وجہ کہ اُن کا شعار پستی ہے ایک لفظ بھی نہ بولے بلکہ خاموش رہے۔

(۲۶۹) کسی نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ میر درد رح سماع سنتے ہیں فرمایا کہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اور کوئی کان رس کیونکہ مرزا صاحب بغایت جمال پسند تھے حتی کہ اگر کوئی چیز بے موقع دیکھتے تھے تو مکدر ہوتے تھے (حاشیہ) قولہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اقول یعنی میں آنکھوں کا بیمار ہوں مجھے کانوں کے بیمار کی کیا شکایت کرتے ہو اور دونوں بزرگوں کی صورت پسندی وصوت پسندی از راہ نفس نہ تھی ۱۲

(۲۷۰) اھدنا اور ربنا لا تزغ قلوبنا کا ورد ہمیشہ رکھنا چاہیے۔ فقط

مقالات شریفہ حصّہ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲۷۱) فقیر (مولانا احمد حسن صاحب راوی ملفوظات) خدمت میں حاضر تھا ایک شخص پانی دم کروانے کو لایا حضرت نے بعد دم کرنے کے فرمایا کہ مجکو تعویذ گنڈہ کچھ نہیں آتا اکثر مشائخ کے تعویذ گنڈے خوب چلتے ہیں (بعض کا نام بھی لیا وہ حضرت کے متوسلین و معتقدین میں ہیں) بعض مشائخ نے مجکو عنایت کرنا چاہا میں نے انکار کر دیا ایک مرتبہ میں اپنے شہر میں اپنے رفقاء

کے ساتھ صحن مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص اجنبی چہرہ چھپائے ہوئے آئے اور مسجد میں سلام کر کے چلے گئے کھانے کے وقت میں نے اُن کو بلا بھیجا اُنھوں نے اپنا کھانا مسجد میں طلب کیا وہیں بھیجدیا گیا دو تین دن یہی دستور رہا تیسرے دن میں سہ دری میں (کہ متصل مسجد کے میں نے بنوائی تھی) بعد نماز عشا کے قبل سونے کے مثنوی شریف (مولانا روم) دیکھ رہا تھا اور سہ دری میں پردہ پڑا تھا اُن صاحب نے آکر آہستہ سے پردہ اُٹھایا میں نے پوچھا کون ہے کہا شاہ جیو ہیں بولے اگر اجازت ہو تو کچھ شمع کے سامنے لکھ لوں میں نے کہا آئیے اندر آکر اُنھوں نے قلم دوات نکالی زعفران کی روشنائی اور انار کی لکڑی کے قلم سے کوئی نقش لکھ کر فرمایا کہ یہ نقش اگر روز لکھا جاوے تو ہر روز پانچ روپیہ فتوح ہوتا ہے اور اگر کبھی کبھی لکھا جاوے تو بھی ایسا ہی روپیہ آتا ہے۔ غرضکہ ہر بار لکھنے میں پانچ روپیہ ملتے ہیں میں نے جواب دیا کیا شک ہے بزرگوں کے پاس ایسے ایسے عمل ہوتے ہیں اُن کی یہ غرض تھی کہ فقیر (حضرت صاحب) استدعا کرے اور میں مضامین مثنوی شریف میں غرق تھا کچھ التفات نہیں کیا اُنھوں نے پھر کہا کہ اس میں کچھ دقت و مشقت بھی نہیں ہے صرف نقش کو زعفران کی روشنائی اور انار کے قلم سے لکھکر فلاں دعا پڑھکر چھوڑ دیا جاتا ہے جب پانچ روپیہ لینا ہو ایسا کرے میں نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا آخر الامر اُنھوں نے کھلکر کہا کہ آپ کے لنگر خانہ میں ایسا عمل ہونا ضروری ہے اکثر مہمان آتے ہیں یہ عمل باعث اطمینان ہے فقیر نے کہا کہ جو کچھ آپ کے سینہ میں ہے وہ عنایت فرمائیے تو البتہ ورنہ ایسے عملوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے ابھی میرا اعتماد اُس رازق حقیقی پر ہے کہ جو میرے رزق کا ذمہ دار ہے اور پھر میرا اعتماد اس عمل پر ہو جائیگا۔ مجکو غیر پر اعتماد کی ضرورت نہیں کیونکہ اسی لئے میں نے اپنی جائداد وغیرہ ترک کر دی مسجد میں قیام اختیار کیا ہے اُن بزرگ نے میری ہمت کی تحسین کر کے دعا دی اور فرمایا کہ ایسا شخص محروم نہیں رہتا۔

(۲۷۲) مولوی عبدالرحمن صاحب جلال آبادی کا قصہ بیان کیا کہ جمال شاہ مجذوب جلال آباد میں مقیم تھے مولوی عبدالرحمن صاحب باوجود فضل و کمال چندے اُن کی صحبت

میں بیٹھے کچھ حالت جذب کی سی ہو گئی پھر تو مولوی صاحب ہر وقت مجذوب جمال شاہ کی خدمت میں رہنے لگے بایں ہیئت کذائی کہ کوئلوں کا تھیلا گلے ہیں اور ناریل ہاتھ میں، اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے جب مجذوب صاحب کو حقہ کی ضرورت ہوتی آپ (مولوی عبدالرحمٰن) ناریل تیار کر کے سامنے رکھدیتے تھے جب مولویصاحب کا انتقال ہو گیا (وہی) مجذوب صاحب آکر کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہمارا بوجھ نہ اُٹھا سکے دفعۃً بوجھ اُٹھالیا اگر تدریجاً اُٹھاتے تو سنبھال لیتے۔ فرمایا کہ یہی مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک دفعہ میرے پاس آئے مسطر رکھا تھا اُٹھا کر ایک نقش اس کی پشت پر لکھ کر مجھے فرمایا کہ یہ نقش پندرہ دفعہ زمین پر لکھکر مٹا دیا جاوے پھر لکھا جاوے میں نے کچھ توجہ نہیں کی اتفاقاً ایک مرتبہ آٹھ روز کا فاقہ ہو گیا میں نے اُس نقش کو جیسا اُنھوں نے کہا تھا لکھا (اگرچہ اُنھوں نے کچھ تاثیر نہ بیان کی تھی مگر میں نے احتمال سے اُسکو استعمال کیا) بہت فتوح ہوئی معلوم ہوا کہ نقش فتوح کا تھا میں نے دو چار مرتبہ لکھ کر پھر ترک کر دیا اور باوجود فقر و فاقہ کبھی استعمال میں نہیں لایا۔ چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا اُنھوں نے باوجود وسعت انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لونگا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست بھی دشوار تھی آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تمکو بہت تکالیف اُٹھانے پڑے اب تیرے ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

(۳۷۲) احقر (راوی) نے عرض کیا کہ کبھی کوئی کیمیاگر بھی آپ کو ملا ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں ملا بھی اور کیمیا بھی دینا چاہی مگر میں نے منظور نہیں کیا۔ چنانچہ جب میں مدینہ منورہ گیا اور

کچھ روز قیام ہوا ایک بزرگ مغربی کونے میں حرم کے بیٹھا کرتے تھے اُن سے بھی ملتا تھا ایکدن فرمانے لگے کہ سندھ میں ایک بوٹی ہے اُس سے کیمیا خوب بنتی ہے بلکہ اسی وجہ سے مغربی لوگ اہل سندھ کو کیمیا گر جانتے ہیں تم اُس کے اہل ہو چاہو تو سیکھ لو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں مدینہ منورہ سے دنیا لیکر جانا نہیں چاہتا اگر کچھ باطن سے عنایت فرمائیے زہے قسمت یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

(۲۷۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حافظ ضامن صاحب تھانہ سے رامپور یا نانوتہ جارہے تھے جب جلال آباد پہونچے خیال آیا کہ اگر شاہ جمال صاحب مجذوب سے ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہو اُسی وقت (مجذوب صاحب) ایک گلی سے نکلکر ہنستے ہوئے سامنے آ گئے۔

(۲۷۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حوالئ قلب میں بشدت درد تھا اُس حالت میں بعض ۹ محرم سنہ ۱۳۰۳ھ
اوقات مجھے قہقہہ شروع ہو جاتا تھا اگرچہ شدت قہقہہ سے درد زیادہ ہو جاتا تھا مگر میں مجبور تھا روک نہ سکتا تھا۔

(۲۷۶) فرمایا کہ حضرت داود طائی کی ہمشیرہ کو ایک دفعہ چلنے میں ٹھوکر لگی جس سے ناخن الگ ہو گیا اُن کو قہقہہ شروع ہوا رفقا نے سوال کیا کہ یہ وقت رونے کا ہے نہ ہنسنے کا جواب دیا کہ مجھے اس کی پاداش نظر آگئی اُس کے روبرو یہ درد کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

(۲۷۷) فرمایا کہ جبرئیل امین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بعد صحت دریافت کیا کہ مرض میں آپ کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے فرمایا کہ جو مزہ بیماری میں تھا وہ تندرستی میں نہیں ہے بیماری میں ہر صبح کو حضرت حق سے آواز آتی تھی کہ اے ایوبؑ کیسے ہو اُس کے نشہ میں شام تک مست رہتا تھا اور شام کو بھی ایک آواز ایسی ہی آتی تھی کہ صبح تک مستی رہتی تھی بعد صحت کے یہ آواز کبھی نہیں آئی۔

(۲۷۸) فرمایا کہ جو مزہ میں نے فقر و فاقہ میں دیکھا اور اُس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام و ملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھ پر نازل ہوئے

وہ امور بھی فراغت میں میسر نہ ہوئے فرمایا فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الفقر فخری (حاشیہ) قولہ الفقر فخری اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے حدیث فرما دیا گیا ۱۲

(۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے غلبۂ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھتا ہے حضرت کے اس فرمانے سے ایسا تصور شیخ اُن پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہو گئی ہے کس کی نماز پڑھیں حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور دوسری حالت ہو گئی۔

(۲۸۰) اسی ضمن میں اپنے دادا پیر کا بیان فرمایا کہ ایک ڈوم آپ سے مشرف بہ بیعت ہوا اُس نے عرض کیا کہ مجکو کوئی وظیفہ بتلایئے حضرت نے کسی امر شنیع سے منع نہیں کیا صرف یہ فرمایا کہ جب اذان کی آواز سنو اُسی وقت نماز میں شامل ہو جاؤ چاہے جس شغل میں ہو اُسے ترک کر دیا کر بعض معتقدین نے عرض کیا کہ اس کو گانے بجانے سے کیوں نہ منع فرمایا جواب دیا کہ میرے دل میں القا کیا گیا کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر اُس ڈوم نے حضرت کے حکم کو اپنے اوپر واجب کر لیا اور بفور سننے اذان کے مسجد میں چلا جاتا تھا یہاں تک کہ جب گانے بجانے کا وقت ہوتا تھا تو کسی سے کہدیتا تھا کہ اذان ہو تو مجھے بتا دینا ایسا نہ ہو کہ شور و غل میں اذان نہ سنوں اور حضرت کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے تھوڑے دنوں میں وہ ڈوم سب

باتیں ترک کر کے حضرت کی خدمت میں آبیٹھا۔

(۲۸۱) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت بعد نماز جمعہ کچھ وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ ضامن صاحب کو حضرت پیر و مرشد نے مجمع عام میں تو بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت عام دی ہے بعد اُس کے حضرت بیمار ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے وطن جھنجانہ لے چلو جب چلتے وقت آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوا دیا۔ میں بھی حاضر خدمت شریف ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حافظ ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار۔ میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیت باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں پٹی (میانہ کی) پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اُٹھایا جو حالت حیات میں اُٹھایا تھا۔

(۲۸۲) بیان فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھکو اوراد کا شائق پایا فرمانے لگے کہ مجھکو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھو لو میں نے اُس کو اُن سے لے لیا ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھکو بلوایا اور کسی اپنے مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں اُن کے مکان پر پہونچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں میں فقیرانہ حالت

سے گیا تھا مجکو دیکھتے ہی تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کرکے مسند صدر پر بٹھایا مجکو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے خواب میں حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں اُسی وقت ترک کر دیا پھر نہیں پڑھا (**حاشیہ**) **قولہ** تقریب عرس میں مجکو بلوایا **اقول** ممکن ہے کہ منکرات سے خالی ہو پس اس سے استدلال نہ کیا جاوے ۱۲

(**۲۸۳**) فرمایا کہ میرے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب و شیخ محمد جان صاحب ولایت سے خدا کی طلب میں ہندوستان تشریف لائے اور حضرت رحم علی شاہ سے خاندان قادریہ میں بیعت کی بعد اُن کے انتقال کے پھر طلب کا تقاضا ہوا پھرتے پھرتے امروہہ پہونچے وہاں حضرت شاہ عبدالباری کی شہرت تھی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند دن بعد شاہ عبدالباری صاحب کو مطالعۂ مثنوی شریف کی کیفیت ہوئی خدام سے کہا کہ محمد جان سے کہدو کہ تمہارا حصہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے یہاں ہے اور شاہ عبدالرحیم صاحب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے اُن پر اُسی کیفیت میں نظر ڈالی پہلے تو شاہ صاحب کو حالت گریہ طاری ہوئی بعدہ قہقہہ شروع ہوا مگر دوسری حالت شاہ عبدالباری صاحب کی بھی ہوئی دونوں صاحب باغ میں تشریف لے گئے اُسی حالت میں شاہ عبدالرحیم صاحب کا مقصد دلی حاصل ہوا۔ غالباً ۱۲۶۱ھ میں شیخ محمد جان سے کہ جبل ابوقبیس پر رہتے تھے اور مرجع خلائق تھے وقت زیارت حرمین سنا ہے

(**۲۸۴**) فرمایا کہ مومن خاں صاحب دہلوی فرماتے تھے کہ ایکبار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے شاہ صاحب نے تذکرہ اکابر دین کا کیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اب بھی کوئی ایسا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آویگا وہ مرد کامل ہے اور سمت و وقت بھی معین کر دیا

ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقع ہے اُن کے اشتیاق میں بیٹھے تھے وقت مقررہ پر دریا کے کنارہ سے اُسی حلیہ کے ایک بزرگ صاحب نمودار ہوئے ہم لوگ دوڑے اور زیارت سے مشرف ہوئے وہ شاہ عبدالرحیم صاحب تھے۔ مومن خاں صاحب اس واقعہ کی وجہ سے مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۲۸۵) فرمایا کہ حمزہ علی خاں رئیس لوہاری حضرت عبدالرحیم صاحب کے مرید تھے اُنپر ایسا رعب غالب تھا کہ حضرت کو دیکھ نہ سکتے تھے دیکھتے ہی حالت طاری ہوجاتی تھی بلکہ اگر وہ مکان میں ہوتے اور حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر تشریف لاتے تو وہ گھوڑے کی ٹاپ سنکر بیہوش ہوجاتے تھے یہ ثمرہ محبت کا ہے۔

(۲۸۶) فرمایا کہ مفتی الٰہی بخش صاحب حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے طلبا اُن کے گرد بیٹھے تھے اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے اُسی حالت میں حدیث شریف کا سبق ہورہا تھا حضرت دادا پیر صاحب سبق سننے کے لئے اُس حلقہ میں تشریف لے گئے مفتی صاحب گھبرا کر بیٹھ گئے اور ادھر اُدھر دیکھنے لگے جب حضرت کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں یہ انوار و برکات آپ کی تشریف آوری کے باعث پیدا ہوئے ہیں (**حاشیہ**) **قولہ** اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے **اقول** ممکن ہے کہ کتابیں اونچی رہتی ہوں ہاتھوں میں یا کسی تپائی وغیرہ پر ۱۲

(۲۸۷) فرمایا کہ مولانا مولوی محمد صادق صاحب بیان فرماتے تھے کہ چالیس برس سے مجھے اور میانجیو نور محمد صاحب سے ملاقات ہے اس چالیس سال میں کبھی آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی الاستقامۃ فوق الکرامۃ آپ کی استقامت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

(۲۸۸) فرمایا کہ میں نے ایکبار حضرت پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس کہا چونکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا آپ نے فرمایا کہ خدا اور رسول کی صفت وثنا بیان کرنا چاہیے میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی تیسرے

روز حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے تم کو سرخ رنگ کا جوڑا عنایت کیا ہے گویا وہ خلعت صلہ اُس مخمس کا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے رنگین سرخ کنایہ دو امر کا ہوتے ہیں ایک مرتبۂ محبوبیت دوم شہادت۔ محبوبیت کا مرتبہ تو بڑے لوگوں کو ملتا ہے ہم کیسے اُس کے مستحق ہو سکتے ہیں البتہ مرتبۂ شہادت عطا ہو تو بعید نہیں (یہ محض آپ کا انکسار ہے ورنہ رتبۂ محبوبیت میں کیا کلام ہے تمام مخلوق عوام و خواص کا آپ کو بنظر محبت دیکھنا اس کی دلیل ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں حدیث وارد ہے کہ جب خدا کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے جبریل امین سے کہتا ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو اپنا محبوب بنایا ہے تم اُس کو اپنا محبوب سمجھو اور آسمان وزمین میں اُس کی محبوبیت کی منادی کردو پھر تمام مخلوق اُس سے بنظر محبت پیش آتی ہے) اُس مخمس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائبِ حضرت محمد مصطفا
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست وپا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

جام الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش
سیکڑوں ہیں پر ترے مدہوش ہیں اے میفروش
دلہیں ہے اُنکے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش
پر یہی کہکر اُٹھے ہیں جب ہے آیا اُنکو ہوش
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپکا دامن پکڑکر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(حاشیہ) قولہ غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی اقول یعنی جب نشا اس مدح کا آپ کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ ہے تو آپ کی مدح خدا و رسول ہی کی مدح ہے ۱۲

(۲۸۹) فرمایا کہ حضرت شیر خاں صاحب جب حالت نوکری میں وقت شب ذکر نفی و اثبات

کرتے تھے تو اُن کے منہ سے ظلمت و نور دونوں نکلتے تھے مدت تک کسی کو معلوم نہ ہوا ایک دفعہ وہ مسجد میں ذکر کر رہے تھے ایک شخص کا اُدھر گذر ہوا اُس نے دیکھا کہ مسجد میں کبھی اندھیرا ہو جاتا ہے اور کبھی روشنی ہو جاتی ہے متحیر ہو کر سبب دریافت کرنے کو مسجد کے اندر آیا آپکو دیکھا کہ ذکر میں مصروف ہیں جب لاالٰہ کہتے ہیں منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اور جب الا اللہ کہتے ہیں روشنی نمودار ہوتی ہے بعدہ اور کئی آدمیوں نے دیکھا اور اسکا چرچا ہونے لگا جب شیر خاں صاحب کو اطلاع ہوئی چونکہ آپکو بوجہ پرتو پیر و مرشد کے اظہار کمال سے تنفر تھا گھبرا کر نوکری چھوڑ دی حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی حیات ہی میں انتقال فرمایا (**حاشیہ**) قولہ منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے **اقول** یہ صورۃ مثالیہ تھی نفی کی اور روشنی صورۃ مثالیہ تھی اثبات کی اس کا ظہور کرامت تھی شیر خاں صاحب کی ورنہ یہ ظہور نہ لازم ہے نہ کمال ۱۲

(**۲۹۰**) میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے روح کا وہ سبق جو حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کریگا ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اُس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے (**حاشیہ**) قولہ وظیفہ مقررہ **اقول** یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲

(**۲۹۱**) فرمایا کہ جہاں میرے حضرت پیر و مرشد کا مزار ہے وہاں ایک احاطہ امام سید محمود صاحب کا مشہور ہے اور اُس احاطہ میں کسی نئی قبر کا حکم نہ تھا آپ وہاں اکثر جایا کرتے اور دیر تک مشغول رہتے تھے۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو مجھے اُسی جگہ جہاں میں اکثر جاتا ہوں دفن کرنا وہاں سے مجھے بوئے اُنس آتی ہے الحاصل وہاں کے مجاوروں کو کچھ دیکر آپ کا مزار وہاں بنایا گیا لیکن مجاوروں میں باہم تکرار ہوئی کہ نئی قبر کس نے بنوائی اور سرباز ار نزاع ہوئی

سہو محرم

اُسی حالت تکرار میں ایک آدمی کو کچھ غنودگی سی طاری ہوئی دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد و سید محمود صاحب فصیل احاطہ پر کھڑے ہیں اور حضرت اپنا ہاتھ سید صاحب کے ہاتھ سے چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے بعض مجاور ناراض ہیں اب ہم یہاں نہ رہیں گے لیکن سید محمود صاحب نہیں چھوڑتے اور فرماتے ہیں کہ ہمکو ایک ہی تو یار غار ملا ہے ہم کیسے چھوڑیں گے اور اُس منکر کو بہت لعن کیا جب وہ خواب سے بیدار ہوا تمام واقعہ بیان کیا اور اپنے انکار سے باز آیا اور یہ کیفیت عام طور سے مشہور ہوگئی اور جنھوں نے بابت دفن کے روپیہ لیا تھا منت و سماجت ﷺ کیا

(۲۹۲) فرمایا کہ مزار مقدس آپ کا خام ہے البتہ حلقہ پختہ ہے لوگوں نے چاہا کہ ایک ہاتھ سے اونچا کر دیں آپ نے کسی کو خواب میں اشارہ کیا کہ خلاف سنت نہ کرو۔ ایک ہی ہاتھ اونچا رہنے دو۔

(۲۹۳) فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے مجھے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبر مبارک از سر نو درست کر دیجائے میں نے کہا کیا مضائقہ ہے بعض فقہاء جائز لکھتے ہیں پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے منع کر دیتا جس مزار سرایا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اُس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے (حاشیہ) قولہ میرے نزدیک اُس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے اقول مجاز ہے اور درستی سے پختگی لازم نہیں تطیین بھی کافی ہے آگے عوام کا فعل ہے جسکی اجازت ثابت نہیں ۱۲

(۲۹۴) فرمایا کہ امروہہ میں ایک ہندو تھا وہ حضرت عبد الباریؒ سے کمال اعتقاد رکھتا تھا اُس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجئے حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولد فرزند اُسکے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اُس کے لڑکا پیدا ہوا جب وہ سن تمیز کو پہونچا باغوائے بعض ہنود اُس تعویذ کو کھول ڈالا اُس میں اُڑری بھنبیری ساون آیا لکھا تھا یہ پڑھکر اُس نے تعویذ پھینک دیا تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا دریا میں ڈوب کر مر گیا (حاشیہ) قولہ اُڑری

بھنبیری ساون آیا **اقول** اس میں خلاف شرع تو کوئی بات ہے نہیں رہ گئی مناسبت مضمون کی سو یہ بھی کوئی ضروری بات نہیں مقصود تسلی ہوتی ہے حاجتمند کی سو وہ بدوں مناسبت بھی حاصل ہے

(۲۹۵) اس امر کا تذکرہ تھا کہ عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے مناسب اسکے حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے پیر بھائی شیخ امام الدین تھانوی ایک مرتبہ پیر و مرشد کے ساتھ جھنجانہ گئے تھے اور وہ زمانہ حضرت کے مرض الموت کا تھا جب شیخ صاحب اپنے وطن واپس آنے لگے حضرت نے فرمایا کہ جسے دنیا میں جنتی دیکھنا ہو ان کو دیکھ لے (**حاشیہ**) قولہ عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے **اقول** یعنی ظناً نہ کہ قطعاً ۱۲

(۲۹۶) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقام منصور میں چھ مہینے رہے مگر بسبب توجہ پیر و مرشد دم انا الحق کا نہیں مارا اور کبھی کلمات شطحیات زبان پر نہیں لائے۔ بلکہ اسم و مسمی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکر قلبی و لسانی دونوں ایک وقت میں کرتے تھے اور یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔

(۲۹۷) مثنوی معنوی کے درس میں شیخ کامل کی صحبت کے فوائد کا بیان تھا میں نے (مولانا احمد حسن صاحب نے) عرض کیا کہ کیا مجرد صحبت بدون ذکر و شغل کے بھی مفید ہوتی ہے فرمایا مفید ہوتی ہے بلکہ شیخ کامل کی پہچان کا ایک طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شیخ کی صحبت سے دنیا سے دل سرد ہوتا جاتا ہو اور عقبیٰ کی طرف میلان زیادہ ہو تو وہ شیخ کامل ہے اور اگر وہ شیخ مکار ہے تو اول بباعث تشابہ ظاہری کے دل میں کچھ انوار ظاہر ہوں گے مگر بعد کو تیرگی ہو جاویگی۔ مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے تھے اور بہت جلد طلاق دیدیتے تھے ایک شخص کے کئی لڑکیاں تھیں اُس نے حضرت سے یکے بعد دیگر سب کا نکاح کر دیا اُس کے احباب نے پوچھا کہ باوجودیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تمہاری لڑکیوں کو طلاق دیدیتے ہیں پھر کیوں دوسری لڑکیوں کا نکاح اُن سے کرتے ہو اس میں کیا اسرار ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ حضرت امام صاحب

حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں میں چاہتا ہوں کہ اُن کا جسم شریف میری لڑکیوں سے مس ہوجاوے تاکہ وہ سب کی سب بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہوجائیں (حاشیہ) قولہ فرمایا مفید ہوتی ہے اقول لیکن یہ فائدہ عمل سے مستغنی نہیں کرتا بلکہ اس سے استعداد عمل کی قوی ہوجاتی ہے پھر وصول الی المقصود عمل سے ہوتا ہے ۱۲ قولہ وہ سب کی سب بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہوجائیں اقول اس فضیلت صحابی پر غیر صحابی کا قیاس مع الفارق ہوگا کیونکہ یہ برکت منصوص ہے مگر مقصود اس سے مطلق برکت کا اثبات ہے ۱۲

(۲۹۸) فرمایا کہ جب ۱۲۶۱ھ میں میں حج کو آیا تھا تو بندر مخہ میں اتر کر حضرت ابوالحسن شاذلی کی زیارت باسعادت سے شرف اندوز ہوا اور حضرت زین الدین مسند نشین درگاہ حضرت ابوالحسن سے بھی ملاقات ہوئی اُن سے حزب البحر کی اجازت حاصل ہوئی اگرچہ اس کی اجازت مجھے حضرت پیر و مرشد سے تھی مگر تبرکاً دوسری اجازت بھی اُن سے حاصل کرلی کیونکہ جامع حزب البحر کے حضرت ابوالحسن شاذلی تھے اُن کے خاندان سے اجازت لینا نورٌ علیٰ نور ہے طریقہ زکوٰۃ جو اُن سے مجھے حاصل ہوا ہے بہت سہل ہے اور حزب البحر کے ساتھ طبع ہوگیا ہے

(۲۹۹) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں مہاجر ہو کر آیا یہاں کے اکثر مشائخ سلسلہ ظاہریہ و باطنیہ کے تھے وہ مجھسے بہ الفت تمام پیش آتے تھے ایکبار میں عمرہ کے لئے تنعیم کو جارہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ میں تازہ ہند سے آیا تھا ایک مرد صالح مجکو دیکھکر اپنی سواری پر سے اُتر پڑے اور جب میں آگے نکل گیا تب وہ سوار ہوئے لوٹتے وقت پھر وہ ملے اور ایسا ہی کیا میں حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس کے بعد ایک شخص نے میری دعوت کی جب میں اُن کے مکان پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مسجد تنعیم کی راہ میں ملے تھے پھر معلوم ہوا کہ وہ بڑے نامی گرامی و صاحب سلسلہ بزرگ مکہ معظمہ میں ہیں نام مبارک اُن کا ابراہیم رشیدی ہے جو مولانا والصاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کے پیر و مرشد ہیں۔ فرمایا کہ ابراہیم رشیدی صاحب آغا الماس کی رباط میں کئی بار میری خلوت میں تشریف لائے اور بہت عنایت

فرماتے تھے اور جب ملتے تھے تو فرماتے تھے محبتک فی فوادی اور اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(۳۰۰) فرمایا کہ ایکبار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہوکر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو یہ کہکر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اسکے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا (**حاشیہ**)

قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو **اقول** اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ مشکل باطنی تھی ۱۲

(۳۰۱) فرمایا کہ مطاف میں بعض وقت ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ اُن کے انوار میں طواف کرنا مشکل ہو جاتا ہے یہی دل چاہتا ہے کہ اُن کے انوار و تجلیات کو دیکھا کرے اور بعض وقت ایسی ظلمت افعال شنیعہ طائفیں کی ہوتی ہے کہ قلب مکدر ہو جاتا ہے اور طواف میں لذت و حظ نہیں آتا

(۳۰۲) فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا مجھے مثنوی معنوی کا بڑا شوق تھا اور حرم شریف میں چند مواضع میں درس مثنوی شریف ہوتا تھا۔

(۳۰۳) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب مقیم پانی پت سالک مجذوب تھے حالت سلوک میں اُن کو جذب ہو گیا تھا ہماری بستی میں اکثر آیا کرتے تھے ایکبار غل ہوا کہ غلام مرتضیٰ پتھر مار رہے ہیں میں اُن کے پاس گیا مجکو دیکھکر اُنھوں نے پتھر مارنا چھوڑ دئے اور مجھے قریب بلایا میرے ہاتھ میں کوئی کتاب عشق کی تھی اُس کے اوراق کھلوائے گئے جب یہ شعر نظر پڑا ؎

عشق اول عشق آخر عشق کل — عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

مجکو اشارہ کیا اور بشارت غلبۂ توحید کی دی فرمایا کہ جو اسرار توحید میری زبان سے بیاختہ نکلجاتے ہیں یہ اُسی بشارت کا ثمرہ ہے۔

(۳۰۴) فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حافظ غلام مرتضی سے ملاقات ہوئی مجھے بشارت دی میں نے عرض کیا کہ میرے حوصلہ کے موافق یا آپ کے؟ فرمایا میرے موافق میں بہت خوش ہوا

(۳۰۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں مجکو دیکھ کر بیٹھ گئے میں بھی بیٹھ گیا مجکو توجہ جذب کی دینا شروع کی جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا اُسی وقت حضرت میرے و اُن کے درمیان حائل ہو گئے مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجکو دیوانگی پسند نہیں ہے۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایکبار میں اُن مجذوب کے پاس گیا میرے پاس ایک لنگی تھی فرمانے لگے کہ اس کو بچھا دو مولوی قلندر صاحب مع اپنے معشوق کے آتے ہیں میں نے پوچھا مولوی صاحب کہاں ہیں فرمایا ابھی آتے ہیں تھوڑی دیر میں مولوی قلندر صاحب مع محمد حسین صاحب کے کہ اُن سے محبت کرتے تھے آئے مجذوب صاحب نے اُن کو میری لنگی پر بٹھانا چاہا مولوی صاحب نے انکار کر کے کہا کہ مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرانا چاہتے ہو مجذوب صاحب مولوی قلندر صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے حتی کہ اگر ننگے ہوتے تو اُسی وقت کمل اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ مولانا قلندر صاحب کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حضوری تھی (حاشیہ) قولہ اگر ننگے ہوتے اقول یعنی بے خبری میں بدن کمل جاتا اور شرمگاہ سے مراد کل بدن مستور اور اتنی خبرداری سے مکلف ہونا لازم نہیں کیونکہ اتنی خبر درستی حواس سے بھی ہو سکتی ہے اور مدار تکلیف کا درستی عقل کی ہے ۱۲

(۳۰۷) فرمایا کہ میں دہلی میں آیا طالبعلمی میں ایک سال تک رہا بعدہ کبھی کبھی جاتا تھا اور دس پندرہ روز قیام کرتا ایک دفعہ جب دہلی گیا مولوی شاہ عبدالغنی صاحب سے مجھسے بے تکلفی تھی اور آمد و رفت رہتی تھی میں شاہ احمد سعید صاحب سے ملنے گیا جب اُن کے مکان پر

پہونچا تو وہ حلقۂ مریدین میں بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر وہاں سے اُٹھکر ایک علیحدہ مقام پر مصلی بچھا کر بیٹھے جب وہ اور میں ایکجا ہوئے تو میں نے کہا کہ آج نسبت چشتیہ نسبت نقشبندیہ پر غالب ہے آج آپ میں نسبت نقشبندیہ کا پتہ بھی نہیں ہے اُن دنوں میں مجھ میں گرمی غالب تھی شاہ صاحب نے فرمایا کہ سچ ہے آج کل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مجھ پر عنایت ہے۔

(۳۰۸) فرمایا کہ شاہ احمد سعید مجھسے پہلے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے تھے جب میں وہاں پہونچا تو آپ بہت مریض تھے ترک لوگ قلعہ میں معالجہ کے لئے اُٹھا لے گئے تھے ترک اُنکی بہت تعظیم و توقیر کرتے تھے کیونکہ ترک اکثر خالدیہ ہیں اور خالد صاحب نے شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے طریقۂ نقشبندیہ اخذ کیا تھا اور شاہ احمد سعید صاحب شاہ غلام علی صاحب کے بانوسط مرید و خلیفہ بلا واسطہ تھے جب میں اُن کو دیکھنے گیا باوجود نقاہت مجکو دیکھ کر کہا کہ مجھے بٹھا دو حاجی صاحب آتے ہیں بعد سلام مسنون کے شاہ عبدالغنی صاحب سے کہا کہ جب تک میں مریض ہوں حاجی صاحب کی خدمت تمہارے ذمہ ہے بعد صحت کے میں خود دیکھ لونگا حضرت صاحب نے اس کیفیت کو مجھسے بھی بیان فرمایا اور شاہ احمد سعید صاحب کو یاد کر کے بہت رنجیدہ اور اشکبار ہوئے ۱۲

(۳۰۹) فرمایا کہ ابوالحسن مرید خاص شاہ احمد سعید صاحب نے چاہا کہ میں شاہ صاحب سے کچھ اُن کی سفارش کر دوں میں نے کہا یا نہیں کہا لیکن وہ جب میرے پاس آئے تو بہت بشاش تھے اور کہا کہ آپ کی عنایت سے شاہ صاحب نے مجھے طریقہ بھی تبلا دیا اور مجاز بھی کر دیا

(۳۱۰) فرمایا کہ اسی سال ایک شخص محمود رافع نام باشندہ طرابلس نے بہمراہی مولوی عبدالوہاب صاحب میرے پاس آکر استدعائے بیعت کی اور بیان کیا کہ میرے والد مفتی عبدالغنی صاحب نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ حاجی امداداللہ صاحب سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔

(۳۱۱) فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا ایک شخص مسمی عبدالرحمن باشندہ آسام میرے قدمو نپر

آگر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیائے کرام سے تھے مجکو آپ کی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کرو اُسی حلیۂ خواب کو آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔

(۳۱۲) فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکالدیا (**حاشیہ**) قولہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اقول غایت تواضع ہے ورنہ مدعی کے لئے تو یہ موقع اچھی خاصی شہادت کا تھا ۱۲

(۳۱۳) مولوی غلام حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مرید کہہ رہا ہے کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب دیگر اولیاء سے سبقت لے گئے ہیں (راوی ملفوظات نے کہا کہ مرید کو اپنے پیر سے ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیئے) مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنا اعتقاد تو بیان نہیں کرتا بلکہ حضرت رسول مقبول کا فرمان بیان کرتا ہوں جب حضرت صاحب سے یہ خواب عرض کیا گیا فرمایا کہ عجب معاملہ ہے کہ تم لوگ کیا کیا دیکھتے ہو اور مجھے کیا کیا اعتقاد کرتے ہو حالانکہ مجھ میں کچھ بھی کمال نہیں ہے صرف اللہ کی ستاری ہے میرے عیوب چھپا رکھے ہیں۔ امید ہے کہ اسی طرح عاقبت میں بھی اپنے فضل وکرم سے میرے جرائم کسی پر ظاہر نہ کرے اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا (**حاشیہ**) قولہ اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا اقول یہ تحدث بالنعمۃ ہے ورنہ افشار دعوے تو اوپر کے ارشاد سے ظاہر ہے ۱۲

(۳۱۴) فرمایا کہ دہلی میں چند مشائخ کامل ہمعصر تھے چشتیہ نظامیہ میں حضرت فخر الدین صاحب اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب۔ نقشبندیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات صاحب۔ فرمایا کہ حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر لوگ مرید تھے اس وجہ سے وہ اکثر یہاں تشریف لاتے تھے۔ ایک

مرتبہ آپ آئے تو تمام لوگ ملاقات کو گئے مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا میر عبدالغنی حاضر نہ ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ میر عبدالغنی کیوں نہیں آئے لوگوں نے عرض کیا کہ اُن کا ایک حسین و جمیل جوان لڑکا انتقال کر گیا ہے اس وجہ سے وہ مخبوط الحواس ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایکبار اُنھیں میرے پاس لاؤ مگر وہ نہ گئے۔ اتفاقیہ راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ عشق بر مردہ نباشد پائیدار۔ اُسی وقت اُن کا خبط جاتا رہا اور عشق حق غالب ہو گیا۔ مسجد میں بیٹھ رہے اور خدا کی یاد میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔

(۳۱۵) فرمایا کہ رامپور میں ایک شخص یوسف نام میرے مرید رہتے تھے اُن کو کسی سے عشق تھا اتفاقاً میرا وہاں جانا ہوا میری طبیعت میں گرمی غالب تھی میں نے اُن سے کہا کہ جس صورت پر تم عاشق ہو وہ یہاں بھی تو موجود ہے یہ سنتے ہی اُس کا حال بدل گیا اور پہلی محبت محو ہو کر جدید محبت پیدا ہو گئی جبتک میرا قیام رامپور میں رہا مجھے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے جب میں مکان چلا آیا تو وہ اکثر وہاں آتے تھے اور تھوڑے دن رہکر چلے جاتے تھے۔

(۳۱۶) فرمایا کہ اکثر لوگ ناشکری کی وجہ سے محروم رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ذکر و شغل کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ خدا کی لو میں لگ جانا اُس کی یاد میں مشغول ہونا بڑی نعمت ہے اگر خداوند کریم خود جذب نہ فرماتا تو کوئی کیسے اُس کی یاد کرتا بندہ کو بندگی کرنی چاہیئے خداوندی خدا کے اختیار میں ہے۔ اس سے پہلے رات کو حرم شریف میں بعض لوگوں نے شکایتاً آپس میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ہمارے حال پر کچھ توجہ نہیں فرماتے صبح کو حضرت نے اُنھیں سے مخاطب ہو کر یہ راز فرما دیا۔

(۳۱۷) فرمایا کہ بدون مجاہدہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اللہ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پھر اسی کے موافق فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دو

لڑکے نابالغ حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب و حافظ احمد حسین میرا بھتیجا سوا سولپارہ عشا تک سناتے تھے بعد عشا دو حافظ اور سناتے تھے اُن کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اُس کے بعد تہجد کی نمازیں دو حافظ اور غرضکہ تمام رات اسی میں گذر جاتی تھی۔

(۳۱۸) فرمایا کہ اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گرو کا ایک چیلہ توحید وجودی میں مستغرق تھا راستہ میں ایک فیل مست ملا اُس پر فیلبان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں ہے اُس (چیلہ کو) لوگوں نے بہت منع کیا مگر اُس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر آخر ہاتھی نے اُسے مار ڈالا جب اُس کے گرو نے یہ حال سنا گالی دیکر کہا کہ ہاتھی جو مظہر مضل تھا اُس کو تو دیکھا اور فیلبان کو کہ مظہر ہادی تھا نہ دیکھا ہادی و مضل اوپر نیچے جمع تھے ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

(۳۱۹) مثنوی معنوی کے درس میں جذب کا ذکر تھا حضرت نے جذب کی تعریف کر کے فرمایا کہ خاندان چشتیہ میں آخر کو اکثر جذب غالب ہو جاتا ہے۔ مناسب حال حکایت حضرت علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہ کی بیان فرمائی کہ ایک خادم قوال نے حضرت گنج شکر سے اجازت مانگی کہ آپ کے خلفاء کی زیارت کو جی چاہتا ہے بعد اجازت کے وہ حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں آیا آپ بباعث غلبۂ استغراق و کمال جذب کے کسی کے آنے جانے سے واقف و آگاہ نہ ہوتے تھے۔ حضرت "شمس الدین" ترک نے (جو خدمت میں رہتے تھے) باواز بلند ہوشیار کیا اور عرض کیا کہ حضرت پیر و مرشد کا خادم آیا ہے اور حضرت کا سلام مسنون لایا ہے آپ نے بعد جواب سلام کے اثنا دریافت کیا کہ میرے شیخ کیسے ہیں اور حضرت شمس الدین صاحب کو تاکید فرمائی کہ اس کی توقیر کرو اور گولروں میں (کہ آپ تناول فرماتے تھے) آج نمک بھی ڈالنا۔ یہ کہکر پھر حالت استغراق میں ہو گئے اُس کے بعد وہ قوال حضرت سلطان الاولیاء کے یہاں حاضر ہوا یہاں تو شاہی کارخانے تھے بہت

تعظیم و توقیر اُس کی ہوئی اور حضرت نے عمدہ عمدہ کھانے کھلوائے اور بہت کچھ تحفہ و ہدیہ عنایت کیا جب قوال حضرت فرید الدین گنج شکر کے حضور میں حاضر ہوا آپ نے دونوں صاحبوں کا حال دریافت کیا اُس نے حضرت سلطان الاولیاء کی بڑی تعریف کی اور مخدوم صاحب کی شان میں عرض کیا کہ وہ تو کسی سے بولتے بھی نہیں نہ دہاں کچھ ہے حضرت نے پوچھا کہ ہمارے حق میں کچھ بولے تھے کہا کچھ بھی نہیں آپ نے مکرر فرمایا کہ آخر کچھ کہا؟ عرض کیا کہ صرف یہ پوچھا تھا کہ میرے شیخ کیسے ہیں آپ چشم پر آب ہو کر فرمانے لگے کہ آج وہ ایسے درجہ میں ہیں کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے یہ اُنہیں کا استقلال اور میرے ساتھ کمال محبت ہے کہ ایسی حالت میں بھی مجھے پوچھا اور یاد کیا۔

(۳۲۰) منشی عبداللہ خادم خاص حضرت صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت کو بیماری شدید لاحق تھی اس وجہ سے بالاخانہ پر تشریف نہ لیجاتے تھے اسی دیوانخانہ میں رہتے تھے تین مہینے کامل یہی حالت رہی اکثر ذکر جہر بآواز بلند کرتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب کو جب معلوم ہوا اُنھوں نے عرض کیا کہ ذکر جہر لشدت اس مرض میں مضر ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا ذکر کب اور کس کیفیت سے کیا اُسی حالت میں آپ کو شدت سے ہنسی بھی آتی تھی مگر ہم لوگ بوجہ ادب کے نہ دریافت کر سکتے تھے۔ ایکبار خود حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال کی پاداش نظر آجاتی ہے وہنساتی ہے اور نیز عاشق کے رنج و راحت مرض و صحت دونوں یکساں ہیں جو لطف و مزہ یار کے انعام و اکرام میں ہے وہی لطف و چین اُس کے قہر و ایذا میں ہے۔

(۳۲۱) فرمایا کہ ایک سال یا دو سال ہوئے مصر سے ایک پاشا آیا اُس کو مجھ سے ملنے کا بہت شوق تھا رات کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تھا صبح کو کئی بار شیخ الحارہ کے ذریعہ سے میرے مکان پر دریافت کرایا کہ شیخ بالاخانہ سے اُترے یا نہیں۔ میرے نیچے آتے ہی وہ بھی ہمراہی شیخ الحارہ آئے۔ لباس شاہی میں فقیر کامل تھے مجھ سے عقیدت و محبت رکھتے تھے

حضرت مولانا روم کے خاندان میں بیعت رکھتے تھے چند اشعار مثنوی معنوی کا مطلب مجھسے دریافت کیا اور بعد دریافت مطلب بہت مسرور ہوئے اور اُن کو زیادہ عقیدت ہوگئی۔

(۳۲۲) فرمایا کہ نماز کا کشف بہت صحیح ہوتا ہے اس لیئے کہ نماز معراج المومنین ہے اُس میں حضوری حق ہوتی ہے عین دربار خداوندی سے جو کشف ہوگا وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تدابیر جیوش جہاد کی حالت نماز میں کرتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ خیالات نماز میں کچھ نقصان نہیں دیتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے واقعہ کی سند لاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ حضوری تھی خیالات غیریت نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ فیضان باری تھا کہ عین حالت مناجات وحضوری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کشف ہوتا تھا

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر | گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ مردم می خورد | واں یکے شیرے کہ مردم میخورد

(حاشیہ) قولہ وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا اقول یہ ضرورت فی نفسہ ہے باقی کسی مانع خاص کے سبب موافقت نہ ہونا اس کے منافی نہیں باقی چونکہ مانع کا انتفاء یقینی نہیں اس لئے یہ کشف ظنیت سے متجاوز نہ ہوگا ۱۲

(۳۲۳) فرمایا کہ راؤ عبداللہ خاں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اپنے بیٹے امیر علی خاں کو پکارنے لگے امیر علی امیر علی میرے خاوند نے آج مجکو دکھایا ہے کہ حاجی میاں کو مسجد میں بند کر کے قفل لگا دیا ہے اور مولوی رشید احمد کے ہاتھ میں کتاب دیکر درس کو کہدیا ہے یہ بات حاجی میاں کو کہدو کہ وہ اس کا مطلب سمجھ لیں گے مینوں (بزبان پنجابی بمعنی مجھے) کچھ خبر نہیں ہے اُس کا کشف پورا نکلا کہ مجھے تو مکہ مکرمہ میں کہ اشرف المساجد ہے مقید کر دیا سند کا خواب وخیال بھی نہیں آتا اور مولوی رشید احمد صاحب کو کتاب دیکے درس بنا دیا ہمیشہ احادیث نبویہ کا درس دیتے ہیں۔ فرمایا کہ راؤ عبداللہ اپنے پیر حاجی عبدالرحیم صاحب کو خاوند سے تعبیر کرتے تھے اور زبان پنجابی بولتے تھے۔

(۳۲۴) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہجرت کرکے آیا تھوڑے دن بعد میرے نکاح کے پیغام آنے شروع ہوئے گوکہ میری جوانی جو نکاح کے واسطے مناسب حالت تھی تجرد میں گذر گئی تھی لیکن بخیال سنت نبوی میں نے قبول کرلیا۔ جہاں میرا پہلا نکاح ہوا تھا اُنھیں دنوں اُنھوں نے خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آگیا ہے اُن کی والدہ نے مولوی سید حسین صاحب مجذوب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی سید صاحب نے فرمایا کہ ان کا نکاح ایسے شخص سے ہوگا جو چاند کی طرح شرق و غرب میں مشہور ہوگا جب اُن کا نکاح مجھ سے ہوگیا سید صاحب نے کہا کہ جو تعبیر میں نے دی تھی وہی ٹھیک نکلی حاجی صاحب بیشک چاند ہیں کہ اُن کے نور سے ہزارہا آدمی مستنیر ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے اور اُن کی شہرت بھی ہر جگہ ہے۔ تمام علمائے کرام و مشائخ عظام اُن کو بنظر اکرام دیکھتے ہیں۔

(۳۲۵) فرمایا کہ فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے مجھپر یہ حالت اس طرح گذری ہے کہ میرے احباب مجکو قرض نہیں دیتے تھے اور ظاہری حالت میری بھی امیرانہ تھی یعنی لباس بھی عمدہ ہوتا تھا اور مسند تکیہ بھی درست اور بھوک کے مارے یہ حالت ہوتی تھی کہ زینہ پر چڑھنا دشوار ہوتا تھا۔ بلکہ بارہا گر بھی پڑتا تھا اُس حالت میں عجائب و غرائب واقعہ پیش آتے تھے کہ جنکا مزہ نہیں بھولتا مگر یہ لطف حالت تجرد میں ہے اہل و عیال والے کو مشکل ہے پھر میری (مولوی احمد حسن صاحب) طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس نے باوجود عیالدار ہونے کے ولولۂ عشق میں آکر سب کچھ چھوڑ دیا اور چلا آیا مجکو اس کا خیال ہے ع کہ عشق آساں نمود اول دلے افتاد مشکلہا۔ آدمی کو چاہیئے کہ ہر وقت خدا سے دعا مانگتا رہے کہ وہ ہم غربا کو اپنے ابتلا و امتحان سے محفوظ رکھے میں نے (راوی ملفوظات) عرض کیا کہ اس فقیر حقیر نے تو آپکا دامن پکڑا ہے اس کی نگرانی و حفاظت آپ کے ذمہ ہے مجکو کچھ اختیار نہیں ہے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

فرمایا کہ یہ تمہاری محبت و عقیدت ہے اللہ کے ساتھ جیسا آدمی ظن رکھتا ہے اُس کیسا تھ

خدا ویسا ہی معاملہ کرتا ہے رزق کا کفیل و ذمہ دار خدا ہے ہم پر تمام مصائب ہمارے اعتقاد سے ہیں اسماء اللہ میں ہمکو ایک اسم کی بھی معرفت کامل نہیں ہے جیسے رزاق اگر ہم اُس کو رزاق یقیناً جانیں تو پھر روزی کے لئے کیوں حیران و پریشان پھریں۔

(۳۲۶) دریافت فرمایا کہ چلّہ میں کچھ پرہیز بھی کرتے تھے کہا گیا بجز حاجت انسانی کے خلوۃ سے باہر نہیں نکلتے تھے فرمایا کہ خورونوش کی کیا صورت تھی کہا گیا کہ محض توکل تھا کبھی کھانا میسر ہوتا تھا کبھی نہیں۔ فرمایا کہ صاحب چلّہ کو چاہیے کہ اول انتظام اکل و شرب کا کرلے تب چلّہ اختیار کرے توکل تو عمدہ چیز ہے مگر اُس میں امتحانات بہت ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اہل توکل کو ثابت قدم ہونا ضروری ہے اگر ثابت قدم رہا تو سارے صعوبات آسان ہوجاتے ہیں۔

(۳۲۷) فرمایا کہ جب یہ فقیر مکہ مکرمہ میں وارد ہوکر صفا کی رباط میں مقیم ہوا اُس زمانہ میں ایک فقیر تھا اُس کے پاس بہت سی اشرفیاں تھیں اُس میں سے اُس کا کھانا پینا چلتا تھا مگر رات کو بباعث اُن کی نگرانی کے اُس کو نیند پڑنا دشوار تھی مجبور ہوکر بیچارے نے سب اشرفیاں تقسیم کردیں اور اپنے حوائج کا خدا پر بھروسہ کیا امتحان باری شروع ہوا پندرہ روز متواتر کھانا نہیں ملا مگر زمزم شریف کہ زمزم لما شرب لہ وارد ہے پی کر بسر کرتے رہے پندرہ دن بعد اُن کو کھانا ملا پھر آٹھ روز بعد ملنے لگا پھر چار روز بعد پھر دو روز بعد وہ فقیر ان مصائب میں راضی برضا رہے اور رباب صفا کے قریب نشست و برخاست رکھتے تھے جب اُن کا امتحان پورا ہوا خدا نے اُن کی روزی کا سبب پیدا کردیا در ایک ترکی لڑکا اُن کے پاس آکر لکھنے لگا اُنھوں نے اُس کو قلم بنانا سکھایا اور کسی حرف میں اصلاح دی اُس لڑکے کا باپ یہ سب دیکھ رہا تھا فقیر صاحب سے عرض کیا کہ آپ اس لڑکے کو کچھ تبلا دیا کیجئے اور جب اُس کو معلوم ہوا کہ ان کا کوئی سامان خورونوش کا نہیں ہے اپنے گھر سے دونوں وقت کا کھانا مقرر کردیا۔ ایک مدت بعد وہ ترک کا تعلق بھی جاتا رہا مگر غیب سے اُن کا دو وقتہ کھانا جاری رہا

(۳۲۸) فرمایا کہ لوہاری میں ایک فقیر وارد ہوا مولوی محمد صادق صاحب نے جب

عادت اہل محلہ سے کہا کہ مہمان آیا ہے اُس کے کھانے کا انتظام کرنا چاہئے فقیر بولا کہ میرے کھانے کی آپ فکر نہ کریں میں تو بغیر مرغ پلاؤ کے کھاتا نہیں ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہاں گانوں میں مرغ پلاؤ کہاں ہو سکتا ہے اُس نے جواب دیا کہ آپ کو فکر کی کیا ضرورت ہے بعد نماز عشا جب سب لوگ سونے کو تیار ہوئے ایک شخص نے مسجد کے کواڑ کھلوائے اور مولوی صاحب کی خدمت میں مرغ پلاؤ لاکر عرض کیا کہ میرے یہاں ایک مرغ کا بچہ تھا اور میں نے نذر مانی تھی خدا نے پوری کر دی لہذا یہ کھانا لایا ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو دیدو اُسی کا حصہ ہے ہر چند اُس شخص نے کہا کہ میں آپ کے واسطے لایا ہوں مگر آپ نے فقیر کو دلادیا اُس کے بعد فقیر سے اس کا واقعہ پوچھا اُس نے جواب دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر مجکو کھانا کھلانا منظور ہے تو مرغ پلاؤ کھلا اور کچھ نہ کھاؤں گا بھوکھ سے مر جاؤں گا پہلے تو بہت کچھ امتحان ہوا آٹھ آٹھ روز فاقے ہوئے بعدہٗ غیب سے سامان ہوگیا ہمیشہ مرغ پلاؤ ملتا ہے فرمایا کہ اللہ کا معاملہ ہر کسی سے جدا جدا ہے کسی کو مرغ پلاؤ کھلاتا ہے کسی کو روکھی روٹی دیتا ہے اور کسی کو فاقہ ہوتا ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔

(۳۲۹) فرمایا کہ میں نے ایکبار چلّہ کا ارادہ کیا اور اُس کے واسطے آٹھ آنہ کے جو خریدے تھے میری بھاوج نے کہا کہ جو کی روٹی کھانی مشکل ہوگی میں نے کہا جس طرح بنے گا کھاؤنگا اُنہوں نے جو کوٹ چھان کر گیہوں کی طرح بنا دئے ہر روز مجھے ایک روٹی ملتی تھی وہی کافی ہوتی تھی اس بیان سے یہ غرض ہے کہ چلّہ کش کو لابد ہے کہ اول اکل و شرب کا انتظام کرلے ایسا نہ ہو کہ مابین چلّہ کے اس فکر میں پڑ کر اطمینان جاتا رہے کیونکہ بدون اطمینان کچھ حاصل نہیں ہو سکتا

(۳۳۰) فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص نے توکل اختیار کرکے ایک جنگل میں سکونت اختیار کی - تین روز تک اُس کو کھانا نہ ملا حضرت موسیٰؑ سے اُس نے اس کی شکایت کی آپ نے خدا سے عرض کیا جواب ملا کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ عالم اسباب کہ میرے اسماء وصفات کا مظہر ہے اور سراسر حکمت ہے مٹ جاوے اس سے کہدو کہ بستی میں جاکر

قیام کرے یہ بھی ایک سبب ہے۔ سبب کا مرتکب ہونا توکل کے منافی نہیں ہے حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہے ع بر توکل زانوئے اشتر بہ بند۔

(۲۳۱) فوائد صحبت میں فرمایا کہ حضرت جنید پر ایکبار حالت طاری تھی ایک کتا سامنے آگیا اُس پر ایسا اثر پڑا کہ چیختا ہوا نکلا اور باہر جاکر مراقب ہوکر بیٹھ گیا اور شہر کے کتے اُس کے گرد مانند طالب صادق کے بغرض استفادہ جمع ہوئے۔

(۲۳۲) تعبیر رویا کا بیان تھا فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی مرگیا اُس کا جنازہ حرم شریف میں آیا اور لوگوں کا اُس کے گرد مجمع ہے میں نے اُس کی تعبیر دی کہ دنیا میں اس جنازہ کا بہت کچھ عروج ہوگا چند سال بعد اُس کا ایسا عروج ہوا کہ کسی ہندی کا مکہ معظمہ میں ایسا عروج نہ تھا حتی کہ شیخ الہنود ہوا اور شرفائے عرب میں اُس کی بہت تعظیم و توقیر ہوئی فرمایا کہ یہی مرنا سالک کے حق میں تعبیر اُس کے نفس کا مرنا ہے اور کامل کے لئے تعبیر اسکی غفلت یاد الٰہی سے ہے۔ اس کے مناسب حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی کامل کی زیارت کو چلا راستہ میں ایک درخت کے نیچے آرام کیا اُس درخت پر جانوروں نے آپس میں کہا کہ افسوس فلاں فقیر جس کی زیارت کو یہ آدمی جارہا ہے فلاں روز مرگیا یہ سنکر اس کو تفکر ہوا مگر عزم فسخ نہیں کیا جب اُن بزرگ کے یہاں پہونچا تو اُن کو صحیح وسالم پاکر راستہ کا حال بیان کرکے کہا کہ جانور تک جھوٹ بولنے لگے اُنھوں نے جواب دیا کہ جانور سچے ہیں اُسدن میں ذکر الٰہی سے غافل تھا جو میرے واسطے مرگ سے بدتر ہے۔

(۲۳۳) فرمایا کہ کسی شخص نے خواب دیکھا کہ وہ تلوں میں تیل ڈال رہا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب سے تعبیر پوچھی گئی آپ نے فرمایا کہ اُس کے گھر میں اُس کی ماں ہے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ فی الواقع اُس کی زوجہ اُس کی ماں ہے۔ کیفیت یہ تھی کہ وہ عورت اپنا لڑکا و خاوند چھوڑکر چکلہ میں کسب کرنے لگی تھی جب یہ لڑکا جوان ہوا اُس عورت سے آشنائی ہوئی پھر وہ عورت اُس کے گھر چلی آئی۔ پھر فرمایا کہ یہ تعبیر بدون کشف و کرامات کے نہیں ہوسکتی

شاہ صاحب بہت بڑے عارف تھے اور طریق توسط پر چلتے تھے میرا مسلک بھی "انہیں" کے انداز پر ہے۔

(۳۳۴) اثنائے سبق مثنوی معنوی میں فرمایا کہ منٰی میں ایک فقیر حجاج کا منہ تکتا پھرتا تھا کسی نے پوچھا کہ شاہ صاحب کیا دیکھتے ہو جواب دیا خدا کو دیکھتا ہوں (حضرت صاحب نے) فرمایا کہ حضرت حق صورت و شکل سے پاک ہے اُس کی صورت اگر ہے تو یہی انسان کامل ہے پس انسان کامل حق نہیں صورت حق ہے اگر حق کی مجالست و مکالمت منظور ہو اولیائے کرام و عرفائے عظام کی صحبت اختیار کرے ؎

ہر کہ خواہد کا و نشیند باخدا گو نشیند در حضور اولیا

(حاشیہ) **قولہ** حضرت حق صورت و شکل سے پاک ہے **اقول** یہاں صورت کے معنی شکل کے ہیں اور عطف تفسیری ہے اور آگے صورت کے معنی مظہر کے ہیں فلا اشکال ۱۲

(۳۳۵) (راوی نے) ایک خط اپنے دوست کا حضرت کو سنایا مضمون یہ تھا کہ میرے لئے حضرت کی خدمت میں استدعائے دعا کرنا کہ مجھے وسواس کہ اظہار اُن کا موجب کفر ہے کثرت سے آتے ہیں اور روزگار کے واسطے مدت سے پریشان ہوں اس کے لئے بھی دعا فرمائیں اگر کوئی وظیفہ ارشاد ہو تو مجھے اطلاع دینا آپ نے فرمایا کہ وسوسہ انشاء اللہ جاتا رہیگا اُن کو لکھدو کہ پاس انفاس کا خیال رکھیں یا ھو الظاہر ھو الباطن کا مراقبہ کریں اور روزگار کے لئے سورۂ واقعہ بعد نماز مغرب ایکبار و سورۂ فاتحہ ما بین سنت و فرض صبح اکتالیس بار اور یا اللہ یا مغنی گیارہ سو مرتبہ کہ اصل ہے ورنہ ایک سو ایک بار معمول رکھیں۔

(۳۳۶) فرمایا کہ علمائے ظاہر و ما من دابۃ الا علی اللہ رزقھا ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر اُس پر اطمینان کامل نہیں ہے ورنہ روزی کے لئے کیوں ایسے پریشان پھرتے اور اہل دول کی خوشامد کرتے مناسب حال حکایت بیان فرمائی کہ مولوی عبد القیوم صاحب

مقیم بھوپال داماد شاہ محمد اسحٰق صاحب جب مکہ مکرمہ آئے میرے پاس رباط آغا الماس میں جہاں میں مقیم تھا اکثر آتے تھے کبھی ظہر سے عصر تک اور کبھی عصر سے مغرب تک ایک مرتبہ وہ اور میں عمرہ کو جاتے تھے راستہ میں اُنھوں نے حکایت بیان کی کہ ایک شہر میں ایک امیر اور ایک مفلس عالم رہتے تھے امیر کانا۔ لنگڑا اور زانی و شرابخوار تھا اور مولوی صاحب حسین صالح و متقی تھے ایک فقیر وہاں آئے تمام اہل شہر اُن کے پاس جاتے تھے مولوی صاحب بھی گئے اور کہا کہ مجھے ایک شبہ ہے اُس کے حل کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارے شہر میں فلاں شخص میں تمام عیوب ہیں اور مجھے سب طرح کے کمالات حاصل ہیں مگر نان شبینہ کو محتاج ہوں یہ کیا انصاف ہے مجھے اس میں بڑا خلجان ہے فقیر نے بعد تأمل جواب دیا کہ کہو تو تمام عیوب بدل کر تمکو اُس امیر کے موافق کردوں اور اُسکو تمام محاسن دے کر تم سا فقیر کردوں مولوی صاحب نے کہا مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ عیوب لیکر مالدار بنوں فقیر نے جواب دیا کہ آپ خود انصاف کیجئے کہ آپ کو اتنے کمالات عنایت ہوئے ہیں اگر ایک فاقہ ملا تو کیا ہرج ہے اور اُس امیر میں تمام عیوب کے ساتھ ایک امیری ہوگئی تو کیا ہوا انصاف یہی ہے جو وقوع میں آیا اور اگر آپ کی خواہش کے موافق ہوتا تو ایں گمان نا انصافی کا بھی ہوتا۔

(۳۳۷) فرمایا کہ ایکبار ہمارے وطن میں کوئی تقریب تھی حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ احباب موجود تھے اتفاقاً قوال حافظ ضامن علی صاحب (جنکا دیوان مشہور ہے) کے آئے اور درخواست کی کہ کچھ قصائد نعتیہ و عشقیہ سن لیجئے میری عادت تھی کہ قوالوں کو کچھ دے کر ٹالدیتا تھا سماع نہیں سنتا تھا اُسدن حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ مصر ہوئے کہ مجرد سماع میں کیا ہرج ہے اسکا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے اور یہ قوال بھی صوفی مشرب ذاکر و شاغل تھے قوالوں نے ایسی غزل شروع کی کہ سب لوگ تڑپ گئے حافظ عبدالرحیم صاحب کو کہ بہت ہی ذاکر و شاغل تھے ایسا قہقہہ شروع ہوا کہ ختم ہی نہ ہوتا تھا محلہ کی عورتوں نے جو

سناتو کوٹھے پر آکر سننے لگیں اُن میں سے ایک عورت بیہوش ہوگئی لوگوں کو گمان آسیب کا ہوا میں نے جاکر دیکھا تو ذکر پاس انفاس جاری تھا اُسی جوش وخروش میں اُس کا انتقال ہوگیا ہر شخص ایک جداگانہ کیفیت میں تھا۔

(۳۳۸) فرمایا کہ جب میں قصبہ پنجلاسہ میں تھا میرے قلب میں گرمی کا جوش تھا اکثر میں تنہا رہتا تھا ایکبار باہر آکر بیٹھ گیا وہاں ایک آدمی گانوں کا رہنے والا ذکر وشغل کرتا تھا اُس پر جو اثر پڑا تو تڑپنے لگا حتی کہ اُس جگہ ایک کمہار کا آوہ تھا اُس میں جاگرا لوگوں میں شور وغل مچگیا لیکن تڑپتے تڑپتے وہ باہر نکل آیا اور کچھ ضرر نہ پہونچا اس واقعہ کا اُس نواح میں بڑا شہرہ ہوگیا۔

(۳۳۹) فرمایا کہ جب یہ فقیر پنجلاسہ میں مقیم تھا میرے چچا پیر عبداللہ خاں کے رشتہ دار امام الدین خاں کی چچی پر اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا جب جھاڑپھوک سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اور کہیں لیجانے کا ارادہ ہوا چچا مانع ہوئے اور فرمایا کہ ان کو حاجی میاں کی مرید کرادو امام الدین وغیرہ اکثر میرے حلقہ میں بیٹھتے تھے ایک دفعہ وہ بعد حلقہ کے گھر میں گئے تو اللہ بخش بولا کہ آج ہم سے بڑا قصور ہوا حاجی میاں پر ہم سے اُن کی لاٹھی گر پڑی میں بھی حلقۂ توجہ میں شامل تھا آنے لگا تو لاٹھی میرے دھکے سے گر پڑی اس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ امام الدین خاں نے جواب دیا کہ جب تم کو اُن کی اتنی رعایت ہے تو ہماری چچی کو جو اُن کی خادمہ ہے کیوں ستاتے ہو بولا کہ ہم سے حاجی میاں سے عہد ہے کہ اُن کے مریدوں کو نہ ستاوینگے مگر یہ عورت تو اُن کی مرید نہیں ہے۔

اس کے بعد امام الدین خاں مجھے اپنے گھر لے گئے اُن کی چچی ہوش میں تھی جھٹ پٹ غسل کر مجھ سے مرید ہوگئی جب میں باہر نکلا اُسی وقت پھر اُس پر غلبہ آسیب ہوا اور کہنے لگا کہ ہم نے کیا قصور کیا تھا جو اس کو حاجی میاں کا مرید کروادیا خیر کچھ خوشبو وغیرہ لاؤ ہم جاتے ہیں اُسی وقت چلا گیا پھر کبھی نہیں آیا۔ فرمایا کہ اللہ بخش بڑا عالم تھا بہت سے گنوار جاہل کہ الف بے سے واقف نہیں بوقت غلبہ اللہ بخش کے مثنوی معنوی وقرآن مجید خوب اچھی طرح پڑھنے لگتے تھے یہ محض کمال اللہ بخش کا تھا۔ اسی موقع کو مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب جنات کو یہ دخل ہے

کہ اپنے صفات کو دوسرے میں ساری وطاری کردیتے ہیں تو پھر اولیائے کرام کا صفات باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے۔ فرمایا کہ فضل حق جو اولاد شیخ عبدالحق صاحب سے تھے یہاں مکہ مکرمہ آئے تھے اُن کے والد منشی برکت اللہ نے میرٹھ سے اُن کو خط لکھا کہ تمہارے بھائی پر اللہ بخش گنگوہی کا اثر ہے حاجی صاحب سے کوئی تعویذ وغیرہ لیکر بھیجدو اُنھوں نے مجھسے ذکر کیا میں نے اُن کو ایک خط بنام اللہ بخش لکھدیا اور کہا کہ مریض کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جو میرٹھ میں موجود ہیں مرید کرا دو تاکہ وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہو جائیں کیونکہ اللہ بخش کا مجھ سے وعدہ ہے کہ میں تمہارے مریدوں کو نہ ستاؤں گا ہمارا خط دیکھتے ہی چلا گیا۔

فرمایا کہ یہ مکان بھی جیس اب مقیم ہوں جنوں کا مشہور تھا اہل مکہ اس کو اُن کا مسکونہ کہتے تھے لہذا کوئی خریدتا نہ تھا اس وجہ سے ہمکو ارزاں ملگیا خدا کے فضل وکرم سے ہمکو کبھی نہیں ستایا البتہ بعض حجاج کو جو یہاں اُتارے گئے کبھی کبھی کچھ آثار معلوم ہوئے ہیں اور مجکو بھی کبھی وقت تہجد کے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میرے پیچھے بہت سے فانوس وشمع رکھے ہیں اور میرے ساتھ وہ اہل شمع شریک نماز ہیں مگر ایذا کبھی نہیں دی فرمایا کہ مجکو عمل وغیرہ نہیں آتے محض خوشامد وسلام سے کام نکال لیتا ہوں (**حاشیہ**) قولہ اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا اقول قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنیوالا اس طرح دنیا میں نہیں آتا کہ کسی کو ستا سکے یہ جن ہوتے ہیں کہ کسی کا نام لے دیتے ہیں خود اس قصہ میں اسکا ایک قرینہ ہے یعنی حلقۂ توجہ میں شامل ہونا تو اموات کو توجہ سے کیا نفع ہوسکتا ہے اور اس کے بعد جو اللہ بخش کا عالم ہونا اور جسپر اُسکا اثر ہو اُس کا کچھ پڑھنے لگنا یہ اس تحقیق کے منافی نہیں ممکن ہے کہ وہ جن جو اسکا نام لیتا ہو لکھا پڑھا ہو یا اُس جن کو کوئی خاص تعلق اُس سے ہو جو ایک گونہ اتحاد کے مشابہ ہو مثلاً جو جن ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے وہی ہو تو ظاہراً انسان کے بعض صفات جیسے علم وفضل اُس جن میں حاصل ہو سکتے ہیں ہر وقت کے تلبس کے سبب جیسے انسانوں میں ہر وقت کے پاس رہنے سے ایک کے معلومات پر دوسرا مطلع ہو جاتا ہے ۱۲

(۳۴۰) مولوی محب الدین (اور کئی بار مختصراً حضرت صاحب نے) بیان فرمایا کہ چند سال ہوئے حضرت پیر و مرشد مرحوم حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے اور مولوی منور علی صاحب اور پیر جی عبداللہ انصاری خدمت میں حاضر تھے مفتی قطبی صاحب آئے اور بغیر کچھ کہے آپکا شانہ مبارک پکڑ کر کہیں لے چلے حضرت بھی اُسی طرح ہمراہ ہو گئے اور ہم لوگ بھی ساتھ چلے مفتی صاحب آپکو داؤدیہ میں جہاں ترکوں کا مجمع تھا اور بڑے بڑے باعزت جمع تھے لے گئے اُس مجمع میں ایک شیخ بہت ہی ضعیف تھے اُنھوں نے حضرت کو باکرام تمام اپنے پاس بٹھایا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے بھی توجہ کی اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ بھی فارسی جانتے ہیں ان سے آپ فارسی میں کلام کیجئے اُنھوں نے جواب دیا کہ محجوبات چیت کی حاجت نہیں ہے دس گیارہ منٹ کے بعد وہ شیخ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور اگلے روز حضرت کے آستانہ پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے اُن کا مصطفیٰ آفندی نام تھا اور خدیو مصر کے متعلقین کے پیر و شیخ تھے۔ عرصہ سے حضرت کی ملاقات کے مشتاق تھے اور بعد ملاقات کیفیت عشق کی

(۳۴۱) فرمایا کہ ہمارے ایک یار نے شکایت کی کہ اتنو روتے روتے میری پسلیاں پھٹنے لگی ہیں اس کا علاج کیجئے جب اُن کی وہ حالت بدل گئی پھر شاکی ہوئے کہ میری وہی حالت عنایت کیجئے ہم نے کہا کہ پھر ہڈیاں پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی کہا بلا سے جو مزہ اُس گریہ وزاری میں تھا دوسری چیز میں نہیں ہے میں نے (راوی) کہا کہ حضرت اُن کا نام نہ لینے میں کیا اسرار ہے فرمایا کیا ضرورت ہے مجھے (راوی) بعض احباب نے تبلایا کہ یہ واقعہ مولانا رشید احمد صاحب کا ہے۔

(۳۴۲) فرمایا کہ عجب معاملہ ہے لوگ مجھے کچھ کا کچھ خیال کرتے ہیں وہی خیال اُن کا رہبر ہو جاتا ہے ہادی و مضل حق تعالیٰ ہے ہمارا ایک بہانہ کر رکھا ہے۔ رامپور کے ایک رئیس محمد رضا خاں و مفتی عبدالقادر یہاں حج کو آئے اور بیان کیا کہ ہم نے قصد حج و زیارت روضۂ مطہرہ کا کیا بہت سے لوگ رامپور کے تیار ہوئے مگر زبانی حجاج کے معلوم ہوا کہ

حجاز میں قحط سخت ہے لوٹ بہت ہوتی ہے یہ سُنکر سب نے قصد ملتوی کر دیا محمد رضا نے کہا کہ جب ارادہ فسخ ہوگیا تو میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور مجھسے ارشاد فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ وباقی باللہ سے کہدو کہ رامپور کا قافلہ روانہ کر دیں اور آپ وہاں اسی ہئیت سے جیسا میں اس وقت دیکھتا ہوں موجود ہیں اور ہاتھ میں ایک باریک عصا جو آپ کے اس عصا سے مشابہ ہے لئے ہوئے لوگوں کو گھروں سے نکال رہے ہیں دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا تب ہم ادھر کو روانہ ہوئے اور بخیر وعافیت حاضر خدمت ہوئے مفتی صاحب نے بھی ایسا ہی بیان کیا پھر دونوں صاحب داخل سلسلہ ہوئے فرمایا کہ وہاں لوگ کیا کیا دیکھ رہے ہیں اور یہاں خبر بھی نہیں ہے میرا نام امداد اللہ ہے شاید امداد اللہ ہے شاید امداد الٰہی نے میرے لباس میں اظہار کر کے اُن کی اعانت کی ہو۔

(۳۴۳) اثنائے درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ مولوی امانت علی صاحب امروہی بہت ہی مرد صالح تھے باوجود کمال وکبر سنی کے میری زائد از حد خاطر فرماتے تھے۔ تین مرتبہ میری ملاقات کو تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی صاحب نے آخر عمر میں سماع ترک کر دیا تھا فرمایا اُس کا باعث یہ فقیر ہی تھا فرمایا کہ ایک دفعہ میں عبدالقدوس کے عرس میں البتہ آیا تھا ختم عرس کے دن میں اور مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہ شریف میں ایک دوست کے مکان میں مقیم ہوئے اُس کی صبح کو بعد نماز اشراق مولوی امانت علی صاحب تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی امانت علی صاحب کہیں جارہے ہیں میں نے کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ آج اُن کی و دیگر مشائخ کی زیارت سے مشرف ہونگا خیر پھر دیکھا جائیگا اتنے میں مولوی صاحب نے آواز دی کہ کیا فلاں شخص کا یہی مکان ہے لوگوں نے کہا ہاں یہی ہے میں مکان کے بالاخانہ پر تھا مولوی صاحب نے مجکو دریافت کیا کہ کہاں ہیں میں آواز سنکر نیچے اتر آیا اور اُن سے ملا

استنے میں حضرت صاحبزادہ صاحب مسند نشین درگاہ حضرت عبد القدوس صاحب مجھے ملنے آمئے اور فرمایا کہ آج تمام مشائخ کی رخصت کا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی آج شریک دعوت ہوں میں نے کہا کہ ہماری تو چار پانچ روز کی دعوت ہوگئی ہے صاحب مکان سے آپ دریافت کرلیں آخر انہوں نے اجازت لے لی۔ کھانے کے وقت سب مشائخ صاحبزادہ صاحب کے یہاں حاضر ہوئے کھانے میں کچھ دیر تھی صاحبزادہ صاحب نے کھڑے ہوکر دست بستہ حاضرین سے کہا کہ میری ایک عرض ہے اگر آپ حضرات اجازت دیں سب لوگوں نے کہا فرمائیے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب باوجود چشتی ہونے کے محفل عرس میں کیوں شریک نہیں ہوتے ہیں صرف یہ کہئے کہ وہ محفل شیروں کی ہے مجھا ضعیف وناتوان وہاں حاضری کی مجال نہیں رکھتا خاموش ہو رہا مولوی ضامن علی صاحب جلال آبادی بولے کہ حاجی صاحب آپ کو اس بات کا جواب دینا ہوگا مولوی محمد الغفور صاحب وغیرہ نے چاہا کہ جواب عالمانہ دیں میں نے اُن کو منع کیا کہ یہ محفل بحث وجدال کی نہیں ہے مولوی ظہیر الدین کرانوی کہ مرد صالح تھے کہنے لگے کہ حاجی صاحب یہ محفل تو سنت پیروں کی ہے اس سے کیوں احتراز ہے۔ مولوی امانت علی صاحب مراقب بیٹھے تھے سر اُٹھاکر کہنے لگے کہ مولوی ظہیر الدین صاحب آپ بھی اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں حق بجانب حاجی صاحب ہے سنت پیروں کے موافق یہ محفل کہاں ہے جن شرائط سے مشائخ نے جائز رکھا وہ شرائط کہاں ہیں اب میں بھی آج سے ایسی محفل میں نہ شریک ہونگا مدت سے میرا ارادہ تھا کہ محفل سماع ترک کردں آج بدولت حاجی صاحب کے اس کا وقت آگیا (**حاشیہ**) قولہ ایک دفعہ میں حضرت عبد القدوس کے عرس میں انبٹہ آیا تھا **قول** مراد زمانہ عرس ہے کیونکہ ان کا مزار انبٹہ میں نہیں ۱۲

(۳۴۳) فرمایا کہ ایکبار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی قبر شریف پر تین روز

تک مقیم رہا حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکلکر بلند ہوا
اور حضرت پیر و مرشد کے جائے اقامت (لوہاری) پر جاکر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں
عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے مزار مقدس پر جاکر غروب ہو گیا پھر فرمایا کہ حضرت
پیر و مرشد تو زندہ تھے اور اول عنوان فرمایا پھر حضرت قطب صاحب نے مجھسے فرمایا کہ
تمہارا مقصود دلی تمکو تمہارے پیر و مرشد سے ملیگا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اُس
ستون کے نکلکر جانے اور حضرت قطب صاحب کے اُن کلمات کے کہنے سے چند مسائل
حل ہوئے اور فرمایا کہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی فرمایا کہ ایک بار مشائخ رامپور
جن میں شاہ رکن عالم بھی تھے میرے وطن تھانہ بھون میری ملاقات کو تشریف لائے اور میرے
احباب کی کیفیت دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ شاہ رکن عالم فرمانے لگے کہ آپ کے بعض احباب
تو آپ کو مشائخ قدما پر ترجیح دیتے اور کہتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت شبلی و جنید بھی
موجود ہوں تو ہم اپنے شیخ کو چھوڑکر اُن کی طرف ہرگز رجوع نہ کریں میں نے کہا کہ یہ ثمرۂ عقیدت
و محبت ہے ورنہ یہاں تو کچھ کمال و ہنر نہیں ہے (**حاشیہ**) قولہ پیر پرستی یہاں
سے بخوبی واضح ہوئی **اقول** مراد وحدت مطلب ہے یعنی پیر کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑے
کامل کی طرف بھی توجہ نہ کرنا چاہیئے جیسے کہ قطب صاحب کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ تمہارا
مقصود تمکو تمہارے مرشد سے ملیگا آیندہ ملفوظ بھی اسی کی تائید میں ہے ۱۲

(۳۴۵) نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا کہ اُس کو مجھسے عقیدت محبت تھی جب مدینہ منورہ کو
قافلہ جاتا تھا اول وہ میرے احباب کو لیتا تھا بعدہٗ دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا
اور صاحب ورد و نیک تھا ایک مرتبہ مجکو مدینہ طیبہ لئے جاتا تھا اُس نے ایک حدی شروع
کی کہ جس سے مجکو حقیقت حدی کی معلوم ہوئی اور مجکو خوب مست کر دیا اور خود بھی مست
ہوگیا۔ نفاع کے باہم بدویوں میں ایکبار لڑائی ہوئی اسی کے پاؤں میں گولی لگ کر اندر
رہ گئی باوجود دوا علاج کے کئی مہینے تک اچھا نہ ہوا۔ میرے پاس دعا کو کہلا بھیجا تو رے

دن بعد وہ آیا اور میرا بہت اعزاز واکرام کرنے لگا کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پابوسی میں نے اُس سے اُس کی بیماری کا حال پوچھا جواب دیا کہ جب مجکو حالت یاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کرہ بابا اور گولی کو باہر پھینکدیا صبح کو گولی خود بخود نکل گئی میں نے (راوی) عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحبہ سے نقل کرتی ہیں کہ ایکبار میرے بھتیجے حج کو آتے تھے آگبوٹ تباہی میں آگیا - حالت مایوسی میں انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو تھامے دئے ہوتے تباہی سے نکال رہے ہیں صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کرکے صحیح وسالم کنارے پر لگ گیا فرمایا کہ مجکو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے (ہنگام واپسی از عرب یہ معلوم کرکے کہ بحر سند میں بہت جوش ہے مجکو آگبوٹ میں اکثر انتشار ہوتا تھا مگر اُسی حالت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگبوٹ کے داہنے بائیں حضرت صاحب قبلہ اور حضرت شیخی مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی مدظلہ چلے آرہے ہیں اور آگبوٹ کو سنبھالے ہوتے ہیں - الحمد للہ ۵ صفر ۱۳۱۴ھ کو بخیر وعافیت کراچی بندر پہونچ گئے اور کسی دن غثیان تک نہیں ہوا - ایسے ہی اور اکثر واقعات وحالات حضرت صاحب کے ہیں جو خود زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائے اور یوں بھی ظاہر ہوئے لیکن اُن کو لکھ کر اب کتاب کو طول دینا ہے لہذا اپنی طرف سے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کیجاتی ہے ۱۲ وحشی) فرمایا کہ آج ہمارے گھر میں ذکر تھا کہ ہمارے وطن میں ایک گھر میں افلاس تھا انھوں نے آپ سے تعویذ مانگا آپ نے اُن کو تعویذ عنایت کیا اُس کی برکت سے چند روز میں اُن کی حالت مبدل بہ غنا ہوگئی اُن سے کسی دوسرے گھر والوں نے شکایت کی ان لوگوں نے اپنا تعویذ دیکر کہا کہ اسکو چند روز اپنے یہاں رکھو اُن کو بھی خدا نے فراغت دی اسی طرح وہ تعویذ کئی جگہ گیا فرمایا کہ مجکو اس کی خبر بھی نہیں ہے اُن کا اعتقاد یہ کام کر دیتا ہے ورنہ مجھ میں تو کچھ

کمال نہیں ہے (حاشیہ) قولہ دوسروں کے لباس میں آکر خود مشکل آسان
کردیتا ہے اقول یہ تعبیر مجازی ہے خود آنے سے مراد خود کی نصرت و اعانت کا آنا۔
کما فی قولہ تعالیٰ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام ۱۲

(۶۴۳) مولوی منظور احمد صاحب کا خط مدینۂ طیبہ سے آیا تھا اُس میں اُنھوں نے
اپنی علالت کا حال لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے موت سے بالکل گھبراہٹ نہیں ہے بلکہ
موت کی ہر وقت تمنا و آرزو ہے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیشک ولی ہیں ولی کی
نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موت کو دوست رکھے اور اُس کا شائق رہے جیسا کہ قرآن
شریف میں ہے ان زعمتم انکم اولیاء اللہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین اس کا خلاصہ
یہ ہے کہ دعوی ولایت باری عزاسمہ بدون تمنائے موت صحیح نہیں۔ ایکبار مولوی منظور احمد
حضرت کی خدمت میں قدمبوسی کو حاضر ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ جس نے زندہ ولی روئے
زمین پر نہ دیکھا ہو اور دیکھنا منظور ہو تو مولوی منظور احمد کو دیکھ لے یہ بیشک ولی اللہ ہیں۔
(۶۴۴) فرمایا کہ نماز اشراق کے اول دوگانہ میں آیۃ الکرسی و امن الرسول الی
آخر السورۃ اور دوسرے دوگانہ میں اللہ نور السموات والارض آخر رکوع تک
اور ھو الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب آخر سورۃ تک اور تیسرے میں قل یاایھا
الکافرون و قل ھو اللہ احد پڑھتا ہوں اور صلاۃ الاوابین کے اول دوگانہ میں
سورۂ واقعہ اور دوسرے میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور
تیسرے میں قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کا ورد کرتا ہوں
اور نماز تہجد کی آٹھ رکعت میں آج کل بسبب کاہلی کے سورۂ یٰس اور دو رکعت میں
الم نشرح اور الم تر کیف اور دو میں سورۂ اخلاص تین تین بار اور اصل نماز تہجد میں یہ ہے
کہ کثرت سے قرآن شریف کی تلاوت کرے۔ فرمایا کہ واسطے غنائے قلب کے سورۂ واقعہ
و سورۂ مزمل و سورۂ فاتحہ کا ورد رکھا کرو۔ فرمایا کہ ہم دوسروں کو وہی ورد وغیرہ بتلاتے ہیں

جو خود کرتے ہیں لہذا اکثر لوگوں کا شکریہ آتا ہے جس کام کو آدمی خود نہیں کرتا اُس کے بتلانے میں چنداں فائدہ نہیں ہوتا حافظ محمد یوسف ولد حافظ محمد ضامن صاحب نے ایک عریضہ ارسال کیا تھا اُس میں اپنی پریشانی و فقر و فاقہ کا حال لکھا تھا آپ نے فرمایا کہ (راوی) اس کا جواب لکھدو اور لکھو کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب و سورۂ مزمل گیارہ بار ہر روز خواہ بعد نماز عشا کے ایک ہی جلسہ میں گیارہ دفعہ خواہ بعد ہر نماز فرض کے دو دفعہ اور بعد عشا کے تین دفعہ ورد رکھا جاوے اور ہر روز یا اللہ یا مغنی گیارہ سو مرتبہ چار ضرب سے یعنی اول داہنے پھر بائیں طرف اُس کے بعد سامنے پھر دل میں اُس کے ضرب لگائی جاوے یہ تینوں ورد واسطے دفع فقر و فاقہ کے کافی و شافی ہیں اگر تمام کئے جاویں تو بہتر وافضل ہے ورنہ ایک ایک بھی کفایت کرتا ہے مگر دوام شرط ہے اور تیسرا ورد بالخصوص مفید ہے ۔ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شیخ الائمہ سید اجمل نام تھے اُن کا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم مجھسے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتا دیا میرے بہت شکر گذار ہوئے اور چند قصائد میری شان میں بزبان عربی کہے ہیں (راوی) نے عرض کیا کہ یہی وظائف تھے یا اور ۔ فرمایا یہ بھی تھے اور دوسرے بھی ۔ ۱۹ محرم ۱۳۱۲ھ

(۳۴۸) فرمایا کہ اکثر عرب لوگ میری طرف رجوع ہوئے عبدالرحمن سراج وغیرہ مرید بھی ہوئے مگر میں نے اس میں اپنا نقصان دیکھ کر خود منع کر دیا ۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ

(۳۴۹) امام مہدی آخر الزماں کا ذکر تھا فرمایا کہ اکثر لوگ مہدویت کا دعوی کرتے ہیں اور پہلے زمانہ میں بھی کیا ہے بعض لوگ تو بالکل جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض مجبور و معذور ہوتے ہیں سیر اسماء میں یہ غلطی واقع ہوتی ہے خاندان چشتیہ میں سیر اسماء سے ممانعت کیجاتی ہے بلکہ شیخ کامل اپنے مرید کو سیر اسماء سے نکال دیتا ہے اس خاندان میں صرف تین سیریں ہیں سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و سیر من اللہ اور دوسرے خاندانوں میں سیر اسماء کے مراقبے تعلیم کئے جاتے ہیں ۔ سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع ہوتی ہے

چونکہ سالک پر سیر اسم ہادی میں تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہیں سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدئ آخرالزماں میں ہی ہوں۔ فرمایا کہ ظہور امام مہدی آخرالزماں کے ہم سب لوگ شائق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اول اول اُن کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر تین سو تیرہ اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے اللہ سے ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہئے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب فرمایا کہ ایک شامی جنکا نام غالباً سید احمد تھا یہاں مکہ مکرمہ میں بہ انتظار امام مہدی آخرالزماں کہ اُن کے مرشد نے اُن کو قرب زمانۂ امام مہدی کی خبر دی تھی مقیم تھے اور اب اُن کے پیر بھائی سید محمد اسی غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور مجھسے اکثر اوقات ملتے ہیں اور امام مہدی کے ظہور کے آثار واخبار سناتے ہیں۔ سید احمد نے مجھسے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں انصرنی انصرک اور مجھسے ارشاد کرتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی کے پاس ایک تلوار ہندی ہے تم اُن سے تلوار ہندی لیکر امام مہدی علیہ السلام کے معین وناصر ہو جب اُنھوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں حاجی عبدالحق کہ ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں اُن کو بڑا اعزاز واکرام تھا اُن کے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں اُنھوں نے دو دیا ایک تلوار عمدہ ہمکو ہدیۃً دی تھی میں نے بموجب خواب سید احمد کے بذریعہ مولوی منور علی صاحب تلوار دینا چاہا۔ بلکہ مولوی صاحب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کے لئے لے گئے مگر چونکہ اُس زمانہ میں کچھ شور وشر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہوا لہذا وہ تلوار اُن کو نہیں دی گئی۔ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں بہت سے بزرگ ہیں کہ اُن کو دعویٰ ہے کہ ہم مہدی آخرالزماں ہوں گے اور بعض ظہور امام کے منتظر ہیں منجملہ منتظرین کے سید علی

بغدادی ہیں وہ اکثر ہمارے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اُن کی کشف و کرامت اہل مکہ میں مشہور ہے اُن کے حساب سے امام مہدی کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں اُنھوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور اُن سے مصافحہ بھی کیا ہے اُس وقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی سید علی صاحب کہتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ انتظار امام مہدی علیہ السلام مقیم ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

۲۴ صفر ۱۳۰۱ھ (۳۵۰) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فرمایا کہ علمائے ظاہر وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ ذی روح انسان جب کسی شئے عجیب کا ملاحظہ کرتا ہے تو بیاختہ اُس کی زبان سے سبحان اللہ جاری ہوتا ہے تو گویا اُس شئے نے سبحان اللہ کہا جیسے سبب بنائے بیت کو بانی اور آلہ قطع کو قاطع کہتے ہیں یہ اُن کی بے سمجھی کی دلیل ہے تمام اشیاء تسبیح حقیقی کہتے ہیں نہ تسبیح مجازی البتہ اُس تسبیح حقیقی کے سننے کو ان کانوں ظاہری کے سوا باطنی کان درکار ہیں وہ کان اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کو عنایت فرمائے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں حجر و شجر کی تسابیح کے مسموع ہونے کا اکثر بیان وارد ہے ایک مرتبہ جنگل کی سیر میں ایک ہمارے یار نے فرمایا کہ مجھے ان حرکات سبزہ زار سے آواز لا الہ الا اللہ مسموع ہوتی ہے (حاشیہ) قولہ یہ اُن کی بے سمجھی کی دلیل ہے اقول یعنی جن کی تفسیر کی بناء انکار ہو تسبیح حقیقی کا باقی جو اُس کے منکر نہ ہوں مگر کسی وجہ سے آیت کی تفسیر میں اس وجہ کو ترجیح دیں اُن کی بے سمجھی کا حکم کرنا مقصود نہیں ۱۲

(۳۵۱) فرمایا کہ عذاب اخروی اس عالم میں بھی بعض اشخاص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جلال آباد میں (جو ہمارے قصبہ کے قریب ایک بستی ہے) ایک رئیس نے بطمع دنیوی ہنود کو اپنی زمین بتخانہ بنانے کو دیدی جب اُن کا وقت اخیر آیا حکیم غلام حسن اُن کے معالج نبض دیکھ رہے تھے مریض نے پکار کے کہا کہ حکیم جیو مجھے اس پنجرۂ آہنی آتشیں سے بچاؤ مجھکو اس پنجرے میں ڈالے دیتے ہیں لوگ متعجب تھے اور کچھ تدارک نہیں کر سکتے تھے آخر

اسی فریاد وزاری میں روح اُس کی پرواز کر گئی۔

(۳۵۲) فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ صفت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت حق کو آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے (حاشیہ) قولہ آپ کی شکل وہیئت میں دیکھا ہے اقول منام وغیرہ میں ایسی تجلی مثالی میں ممتنع نہیں ۱۲

(۳۵۳) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فوائد خدمت شیخ کا بیان فرمایا کہ حضرت شاہ بھیکھ صاحب نے بہت ہی اپنے پیر کی خدمت کی ہے تمام گھر کا کاروبار اُن کے ذمہ تھا حضرت شاہ ابو المعالی اُن کے پیر کے یہاں بوجہ کثرت اولاد فقر وفاقہ بہت رہتا تھا اکثر لوگ سہارنپور کے شاہ ابو المعالی کے مرید تھے جب وہ لوگ حضرت کی دعوت کر کے اُن کو سہارنپور لیجاتے تو شاہ بھیکھ اپنے پیر سے چھپا کر میزبان سے کہتے کہ دعوت میں تم کو دس آدمیوں کا کھانا تیار کروانا ہوگا یہ مناسب نہیں ہے کہ حضرت کی دعوت کیجائے اور لڑکے آپ کے بھوکے پڑے رہیں بعد نماز عشاء وفراغ طعام حضرت کے لڑکوں کے واسطے کھانا لیکر حضرت شاہ بھیکھ گھر پر یعنی قصبہ بہیٹھ میں جو سہارنپور سے دس کوس ہے پہونچاتے اور پھر سہارنپور واپس جاتے تھے تب پیر کو تہجد کے واسطے جگاتے تھے جبتک حضرت ابو المعالی سہارنپور میں رہتے روزانہ یہی واقعہ ہوتا حضرت جب مکان پر آتے تو عذر کرتے کہ ہم نے تو کئی دن تک خوب پیٹ بھر کھایا مگر افسوس تم لوگ بدستور بھوکے پیاسے رہے بچے عرض کرتے کہ نہیں اباجی ہمارے بھائی بھیکھ میاں ہمکو روز کھانا دیجاتے تھے حضرت یہ سنکر بہت خوش ہوتے شاہ بھیکھ نے پندرہ بیس برس تک ایسی خدمت پیر کی کی تھی مگر بظاہر اُن کو کچھ فائدہ حاصل نہ تھا البتہ خدمت پیر ورضامندی باطن میں اُن کا مطلب پورا کر رہی تھی۔

(۳۵۴) میں نے (راوی نے) عرض کیا کہ مولانا روم نے اولیائے کرام کی بہت صفت بیان کی ہے میرے خیال ناقص میں اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا تمام عمر علوم رسمی میں مشغول رہے آخر عمر میں بدولت مولانا شمس تبریز کے دفعۃً علوم باطنیہ سے لبریز ہوگئے۔

اور چونکہ اپنے محسن کا ذکر کرنا مناسب ہے اس وجہ سے بار بار اولیاء کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ مولانا روم مادرزاد ولی تھے ایک بار عالم طفلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے لڑکوں نے کہا کہ آؤ آج اس مکان سے دوسرے مکان پر جست لگائیں آپ نے فرمایا کہ یہ کھیل تو بندروں کتوں اور بلیوں کا ہے انسان کو چاہئے کہ زمین سے آسماں پر جست لگائے۔ یہ کہکر غائب ہوئے لڑکوں میں شور و غل پیدا ہوا اور اُن کے والدین کو بھی اضطراب ہوا تھوڑی دیر بعد آپ ظاہر ہوئے اور بیان کیا کہ جیسے ہی میں نے وہ کلمہ کہا مجھے دو فرشتے چہارم آسمان پر لیگئے مجھے وہاں کے عجائب و غرائب دیکھنے سے گریہ طاری ہوا میری یہ حالت دیکھکر پھر زمین پر چھوڑ گئے۔ فرمایا کہ مولانا روم کے والد اپنے وطن بلخ سے بقصد حج و زیارت مدینۂ طیبہ مع مولانا کے روانہ ہوئے نیشاپور میں مولانا فریدالدین عطار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا عطار نے اُن سے پوچھا کہ کہاں کا عزم ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ حرمین شریفین کا عطار نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کے سینۂ بے کینہ میں دریائے معرفت جوش زن ہے اس کی بہت حفاظت رکھو اور اس سفر میں اس کو ہمراہ نلیجاؤ اور اپنی تصنیف الہٰی نامہ مولانا روم کو دیکر فرمایا کہ اس کو دیکھا کرو تمہارے دیکھنے سے اسکو شرف ہوگا مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے ملک روم میں شہر قونیہ میں اقامت اختیار کی بخیال تبرک مولانا الہٰی نامہ کو ورد میں رکھتے تھے اُسی طرز پر مثنوی تصنیف فرمائی اور مولانا عطار کی تعریف میں ؎ ہفت شہر عشق را عطار الخ کہا فرمایا کہ جو نعمت مولانا روم کو حاصل تھی اگر تمام عمر کی جانفشانی سے بھی حاصل ہو اُسکا شکریہ قیامت تک ادا ہونا دشوار ہے پھر اگر مولانا روم نے اپنی مثنوی میں بار بار مشائخ عظام کا تذکرہ کیا تو کیا عجب ہے۔ فرمایا کہ مولانا روم کہیں تشریف لئے جاتے تھے اور جماعت طلبہ ہمرکاب تھی مولانا شمس تبریز نے آپکی سواری کی باگ پکڑ کے پوچھا کہ حضرت بایزید بسطامی تو ما اعظم شانی کا دم بھرتے ہیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ما عرفناک حق معرفتک کا ورد فرماتے ہیں پس افضل کون ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حوصلہ عالی رکھتے تھے لہذا باوجود کمال معرفت کے ما عرفناک حق معرفتک

فرماتے تھے اور حضرت بایزید بسطامی بباعث پست حوصلگی و نقصان ہمت کے نعرہ ما اعظم شانی کا مارتے تھے پس افضل وہی ہے کہ ہمت عالی و حوصلہ بلند رکھتا ہے یہ سنکر حضرت شمس تبریز نے شادان و فرحاں ہو کر ایک چیخ ماری اُس چیخ نے مولانا روم کا مطلب پورا کر دیا اور مولانا شمس تبریز کا عاشق بنا دیا اُس کے بعد حضرت شمس تبریز غائب ہو گئے مولانا کو آپ کے عشق کا غلبہ ہو چکا تھا لہٰذا بہت پریشان ہو کر آپ کے متلاشی ہوئے۔ چونکہ حضرت شمس تبریز طریقۂ ملامتیہ رکھتے تھے اس وجہ سے گانیوالوں کے ساتھ رہا کرتے تھے مولانا روم کو ایک جگہ پتہ ملا کہ مولانا شمس تبریز ایک جگہ نے بجا رہے ہیں یہ سنکر وہاں پہونچے اور حضرت سے لپٹ گئے حضرت شمس صاحب اُسوقت اپنے گانے بجانے میں مست تھے جب ہوش آیا تو دیکھا کہ مولانا روم حاضر ہیں اُسی وقت اُن کے کان میں نے رکھکر بجا دیا اور خود پھر غائب ہو گئے مولانا روم نے اول مثنوی میں اُسی نے کا حال بیان کیا ہے ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند و ز جدائی ہا شکایت می کند

شارحین نے کئی طرح سے اس کا مطلب بیان فرمایا ہے (**حاشیہ**) **قولہ** مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے **اقول** غالباً اُن پر فرض نہ ہو گا ۱۲ **قولہ** ما عرفناک حق معرفتک **اقول** لا احصی ثناء علیک سے یہ مضمون حاصل ہوتا ہے ۱۲ **قولہ** کان میں نے رکھ کر بجا دیا **اقول** یا تو اُسوقت مغلوبیت میں غیر مکلف تھے یا اُن کی تحقیق میں اسکا قبح بغیرہ ہو گا جو علت قبح نہ ہونے سے مرتفع ہو گیا کما فی طبل الغزاۃ وطبل السحر ۱۲ **قولہ** اُسی نے کا حال بیان کیا ہے **اقول** یعنی بعض شارحین کے قول پر جسکا قرینہ آیندہ کی عبارت ہے ۱۲

(**۳۵۵**) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری جب حافظ عبد الکریم تاجر میرٹھ کے ملازم تھے یہاں مع حافظ عبد الکریم کے زیارت حرمین شریفین کو آئے میں نے کہا کہ مولانا مملوک علی صاحب نے میرا سبق گلستاں آپ کی سپرد کیا تھا اسوجہ سے آپ میرے اُستاد ہیں مگر میں ایک بات عرض کروں گا اگر ناگوار نہو اُنھوں نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں جو فرمائیے بسر و چشم منظور ہے میں نے کہا کہ آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ حافظ عبد الکریم

وغیرہ آپ کو کام کا حکم دیں بلکہ اُن کو آپ کا محکوم ہونا چاہئے لیکن نوکری میں بجز محکومی چارہ نہیں اب آپ اپنے مکان پر درس احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا کا فرمایا کریں تاکہ خلق کو فیض ہو مولانا صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ آپ حرم محترم میں میرے لئے دعا کریں چنانچہ یہاں سے جاکر ترک تعلق کر کے درس حدیث کا شغل اختیار کیا اور صدہا طلبا کو محدث بنا دیا اور حافظ عبدالکریم نے میرے سامنے بہت کچھ معذرت کی کہ مولانا کو ہم لوگ اپنا مخدوم جانتے ہیں میں نے کہا سچ ہے مگر نوکر درحقیقت خادم ہی ہوتا ہے چاہیے اُس کا آقا اپنا مخدوم بھی تصور فرمائے اور لفظ خادمی کا زبان پر نہ لائے۔

(۳۵۶) فرمایا کہ مولانا مولوی احمد علی صاحب نے دربارۂ مولوی محمد قاسم صاحب فرمایا کہ انھوں نے علم کی بالکل بیقدری کر دی آپ نے اُن کو ایسا پست بنا دیا کہ گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس پستی نے علم کو خوب بڑھایا مولانا روم فرماتے ہیں ؏ ہر کجا پستی است آب آنجا رود۔

(۳۵۷) مولوی بہاءالدین صاحب طائف سے چلہ کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے
۲۹ صفر سنہ ۱۳۰۲ھ اور بذریعہ فقیر حقیر (راوی) عرض کیا کہ میں ہر روز قریب دو لاکھ اسم ذات کا ورد رکھتا تھا مگر چنداں ثمرہ مرتب نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی کچھ رنجش ہے ورنہ ضرور معتدبہ فائدہ ہوتا۔ فرمایا کہ میں اللہ اللہ کہنے والوں سے کیسے ناراض ہوتا اگر ہماری عنایت نہ ہوتی قریب دو لاکھ کے اسم ذات کا ورد کیسے کرتے گھبرا کر چھوڑ دیتے مثنوی کا قصہ تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک شخص کو شیطان نے بہکایا کہ تم جو یا اللہ کہتے ہو کبھی اللہ کی طرف سے لبیک کی آواز بھی سنی معلوم ہوتا ہے کہ ذکر تمہارا مقبول نہیں ہے۔ اُس نے ذکر الہٰی چھوڑ دیا حضرت حق نے بواسطہ حضرت خضر علیہ السلام کے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم نے ہمارا ذکر کیوں ترک کر دیا۔ اُس نے وہی جواب دیا کہ اُس طرف سے لبیک کی آواز نہیں آتی حضرت حق نے فرمایا کہ تمہارا ذکر کرنا بھی ہماری لبیک ہے اگر ہم تم کو توفیق ذکر نہ دیتے تم کیونکر ہمارا ذکر کرتے

(۳۵۸) بالاخانہ سے لفافہ لاکر مجھے (راوی کو حضرت نے) دیا اور فرمایا کہ پڑھو میں نے
عرض کیا کہ عبدالفتاح بن سید مصطفےٰ نے شہر لاذقیہ سے دو شجرے ایک نقشبندیہ آفاقیہ نصیریہ
امدادیہ کا اور دوسرا چشتیہ صابریہ امدادیہ کا عربی میں نظم کرکے بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے ۱۲ صفر ۱۳۱۲ھ
ہاتف غیب نے ندا دی ہے کہ لبیک لبیک باجابۃ المامول اور اس قدر مجھے فتوح و فیوض
ان ناموں کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئے حضرت
نے فرمایا کہ عبدالفتاح کی مجھ سے بیعت عثمانی ہے اُنہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے بذریعہ خطوط
بیعت و اجازت جمیع سلاسل کی حاصل کی ہے خصوصاً چشتیہ صابریہ و نقشبندیہ نصیریہ کی
خدا کی شان اُن کو اس قدر فیض و برکت حاصل ہے کہ حاضرین کو غبطہ ہوتا ہے ان کے والد
بھی مجھ سے بیعت کرکے اجازت جمیع سلاسل کی اور ضیاء القلوب وغیرہ لے گئے ہیں پھر
میں نے (راوی) عرض کیا کہ اُنھوں نے لکھا ہے کہ ان شجروں کو آپ طبع کرا دیں اور
خدام کو اجازت ورد کی دیجئے اور کچھ شجرے مطبوعہ مجھے بھیجدیجئے تاکہ میں اس طرف شائع
کروں فرمایا کہ اگر کوئی ہمارا احوال لکھے تو وہ اس کو بھی چھپوا سکتا ہے اور بایں عنوان
شائع کر سکتا ہے کہ خدا نے حضرت مخدوم علی احمد صابر کو یہ عروج عنایت فرمایا ہے کہ
اُن کا سلسلہ اکثر بلاد میں بالخصوص بلاد عرب و حرمین شریفین و شام و روم مغرب میں
شائع ہوا ہے اور اُس کی تائید میں ان شجروں کو پیش کرے۔

(۳۵۹) فرمایا کہ جب میں ہجرت کرکے مکہ مکرمہ آیا تو یہاں منجملہ علمائے کرام کے شیخ
جمال بہت بڑے محدث و شیخ تھے بعد ملاقات و تعارف کے میری بہت ہی توقیر و تعظیم
کرتے تھے میں اُن دنوں حنفی مصلے کے پیچھے بیٹھتا تھا۔ شیخ جمال صاحب بعد نماز صبح اکثر
طواف کرتے تھے اور چونکہ حنفی تھے دوگانہ طواف ہر طواف کے بعد نہیں پڑھتے تھے بلکہ
جمع کرکے بعد طلوع آفتاب پڑھتے تھے جب اپنے مکان کو جانے لگتے میری طرف آکر
سکرا کے ملتے اور اپنے مکان کو لوٹ جاتے میں اُن کے راستہ میں نہیں ہوتا تھا

بلکہ قصداً میرے پاس آتے تھے ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ آپ اس قدر میرے حال پر عنایت فرماتے ہیں اور عرب لوگ سندیوں کو بہت کراہت سے یاد کرتے ہیں فرمایا کہ یہ قول سفہاء کا ہے ہمارے نزدیک جس قدر قدر و منزلت اہل ہند کی ہے دوسرے ملک والوں کی نہیں ہے ہند کے علماء بھی جید اور فقراء بھی بے مثل اور اہل حرفہ بھی لاثانی اور طبیب بھی بے نظیر۔ مشائخ مکہ میں شیخ فاسی اور احمد دہان و ابراہیم رشیدی وغیرہ تھے جمیع مشائخ و علماء اس فقیر کی خاطر و تعظیم کرتے تھے اور شیخ احمد دہان کو تو سندیوں سے بہت ہی عقیدت تھی یہاں تک کہ اپنی اولاد کو تاکید کرتے تھے کہ علوم و فنون اہل سند سے حاصل کرو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے مولوی رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ میں فراغ حاصل کیا ہے فرمایا کہ عبداللہ سراج (حنفی جگہ پر شیخ جمال درس دیتے تھے اور شیخ جمال اُن کے شاگرد تھے) حنفی مصلہ کی جگہ پر کہ خالی تھی اور حنبلی مصلہ قریب چاہ زمزم کے تھا درس دیتے تھے اور شاہ محمد اسحٰق صاحب اُن کے درس میں ایک ستون سے لگ کر کھڑے رہتے تھے بعد فراغ درس کے عبداللہ سراج صاحب شاہ صاحب کی طرف تشریف لاتے تھے شاہ صاحب آگے بڑھ کر ملتے تھے عبداللہ سراج آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ ہند کے بڑے عالم ہیں اور بڑی تعریفیں کرتے تھے۔ فرمایا کہ ایکبار شاہ محمد اسحٰق صاحب سے میں نے یا مولوی رحمت اللہ صاحب نے پوچھا کہ عبداللہ سراج صاحب بڑے عالم ہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب آپ نے جواب دیا کہ دینیات میں تو عبداللہ سراج صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب سے بڑھے ہوں گے ہاں دوسرے علوم میں شاہ صاحب بیشک زائد ہیں دوسرے فنون کا اس ملک میں رواج و چرچا کم ہے ان لوگوں کو دیگر فنون کی طرف میلان نہیں پھر یہ لوگ اس میں کیسے کمال حاصل کر سکتے ہیں۔

(۳۶۰) میں (راوی) نے عرض کیا کہ اگر شیخ کسی کو وظیفہ تبلا دے تو دوسرے سامعین کو بھی اجازت ہے؟ فرمایا کہ اگر شائق ہیں تو کیا مضائقہ۔

(۳۶۱) میں نے (راوی) حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت پیر و مرشد کا اول ہاتھ کس نے پکڑا ہے اس سے یہ مطلب تھا کہ پہلے کون شخص مرید ہوا نہ یہ کہ آپ پہلے کس سے مرید ہوئے آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اول بیعت میری طریقۂ نقشبندیہ میں حضرت نصیر الدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اور باطن میں بلا واسطہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ حضور ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سید احمد صاحب شہید کا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں ہے اور میں بھی اُسی مکان میں بوجہ ادب کے دور کھڑا ہوں حضرت سید صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کے حضور کے ہاتھ میں دیدیا خدا نے مجکو کچھ اور بھی دکھایا ہے اگر ظاہر کروں تم لوگ کچھ کا کچھ کھو گے (پھر وہ کیفیت مجھسے خفیہ بیان فرمائی) فرمایا کہ بیعت باطنی پہلے ہے اور ظاہری اُسی روز ہے یا ایک دو روز بعد۔ فرمایا کہ پیر و مرشد حضرت نصیر الدین اکثر اوقات تلاوت کلام مجید فرماتے تھے اور بہت روتے تھے چہرۂ مبارک پر کثرت گریہ سے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔ فرمایا کہ میں حضرت نصیر الدین صاحب کی خدمت میں بہت کم رہا میرے والد ماجد بیمار ہو گئے تھے دہلی سے اپنی تیمارداری کے لئے طلب کیا میں حضرت سے رخصت لینے گیا حضرت مجھے رخصت کرنے مدرسہ حضرت شاہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سے جو میرے مکان قیام سے کچھ دور تھا میرے ہمراہ تشریف لائے ہر چند میں نے عذر کیا مسموع نہ فرمایا جب حضرت واپس جانے لگے میں بپاس ادب حضرت کے ہمراہ مدرسہ تک گیا پھر جب میں واپس آنے لگا حضرت میرے مکان تک رخصت کرنے تشریف لائے پھر جب مراجعت فرمائی میں بدستور مدرسہ تک گیا جب تیسری دفعہ میں مدرسہ سے چلنے لگا اور حضرت نے پھر قصد تشریف آوری کیا مجبور ہو کر میں حضرت کے قدموں پر گر پڑا حضرت نے مجھے سینۂ مبارک سے لگا کر بہت دعا دی اور طریقۂ نقشبندیہ کی اجازت عطا فرمائی میرے والد ماجد کئی مہینے مریض رہے بہت علاج ہوئے کچھ مفید نہ ہوا اور دنیا سے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون اسی وجہ سے میں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں

دوبارہ حاضر نہ ہوسکا اور اسی درمیان میں حضرت بغرض جہاد افغانستان کو چلے گئے میرا ارادہ تھا کہ میں بھی حاضر حضور ہونگا مگر اس مابین میں شہر غزنی سے حضرت کی رحلت فرمانے کی خبر آئی انا للہ وانا الیہ راجعون میں اُن کی خدمت شریف میں بہت قلیل مدت حاضر رہا کچھ لطائف جاری ہوگئے تھے (**حاشیہ**) قولہ آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اول بیعت میری طریقۂ نقشبندیہ میں حضرت نصیر الدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اقول چونکہ سوال کی عبارت مبہم تھی حضرت رح دوسرا مطلب سمجھے جسکی وجہ میرے ذوق میں یہ ہے کہ حضرت پر تواضع بحد غالب تھی تو پیر بننے کا احتمال آپ کے ذہن سے بعید رہا مرید ہونیکا احتمال قریب ہوگیا ۱۲

(۳۶۲) فرمایا کہ میں چوبیس ہزار مرتبہ کہ درجۂ اوسط ہے ہر روز اسم ذات پڑھتا تھا اور نفی واثبات حبس دم میں ڈھائی سو تک کیا ہے۔

حضرات ناظرین! حضرت صاحب کے مناقب واوصاف وحالات جیسے کچھ ہیں محتاج بیان نہیں بلکہ کالشمس اظہر ہیں ہر خادم کو کچھ نہ کچھ فیض ربانی باطنی وظاہری ضرور حاصل ہوا ہے اگر تھوڑا تھوڑا بیان کیا جاوے دفتر عظیم ہوجاوے۔ مختصراً اسی قدر واسطے بہرہ اندوزی سعادت کے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ واقع ہے کافی ووافی ہے اور زیادہ حوصلہ کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ لہذا عنان قلم کو روک کر یہ مضمون عالی ختم کیا جاتا ہے واٰخر دعونا ان الحمد رب العلمین ٥

تنبیہ

یہ وہ ملفوظات تھے جو یکجا مجتمع ہیں باقی متفرق ملفوظات نہایت کثرت سے ہیں جنہیں بہت سے ثقات کے السنہ پر دائر ہیں اور بہت سے احقر کے تالیفات میں جابجا مذکور ہیں جنکے جمع کرنے کا ایک زمانہ میں بعض احباب نے سلسلہ شروع بھی کر دیا تھا مگر اتفاق سے وغیرہ

مکمل رہا لیکن جتنا کچھ جمع ہو گیا تھا اُسی کو نقل کرنا غنیمت معلوم ہوا چنانچہ ذیل میں بعنوان علوم امدادیہ مع اُس کے خطبہ کے جو منجانب جامع کے ہے نقل کیا جاتا ہے۔

علوم امدادیہ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

بعد حمد و صلوٰۃ بندۂ ناچیز محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی عرض پرداز ہے کہ احقر نے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مواعظ میں سے امثال و حکایات منتخب کر کے ایک مستقل کتاب بنا دی تھی نام اُس کا امثال عبرت رکھا تھا اُس میں بعض حکایات حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کی بھی تھیں جنہیں اعلیٰ درجہ کے علوم تھے جی چاہا کہ یہ حکایات الگ ہی جمع ہو جاویں تو اچھا ہے کہ مستفیدین کے لئے بطور تبرک اور یادگار چھوٹا سا رسالہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ ہدیۂ ناظرین ہے خدائے تعالیٰ نافع و مقبول فرما دیں۔ نام اس کا حضرت قدس سرہ کے نام نامی پر علوم امدادیہ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ امثال عبرت کی ترتیب متعدد ابواب پر مشتمل کتاب العلم و کتاب العبادات و کتاب العادات وغیرہ کی گئی تھی اس واسطے وہی ترتیب اس میں بھی قائم رکھی گئی۔ اور چونکہ امثال عبرت خود ہی ناتمام ہے کیونکہ اُس کا انتخاب حضرت والا کی تصانیف میں سے کیا گیا ہے اور تصانیف کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے (اللہم زد فزد) اس واسطے یہ رسالہ (علوم امدادیہ) بھی ناتمام ہے اسکو حصہ اول قرار دیا جاتا ہے اگر منظور خدا ہوا تو دیگر حصص بھی مرتب ہو جاوینگے ناظرین دعا فرمائیں ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ۔

(تنبیہ از اشرف علی) اس رسالہ میں کچھ ملفوظات حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہیں اور مقصود بالنقل وہی ہیں اور کچھ مقولات احقر کے ہیں جزئیت رسالہ کے سبب اُن کو بھی باقی رکھا گیا مگر امتیاز کے لئے حضرت کے ارشادات پر سلسلہ سابقہ کی ترتیب نمبر لگا دئے گئے ہیں اور احقر کے معروضات پر ابجد کے حروف لکھدئے گئے اور مرکب پر دونوں علامتیں لکھدیں ایک ایک جزو کے اعتبار سے نیز بعض قلیل ملفوظات حضرت قدس سرہ کے مکرر بھی آگئے ہیں مگر چونکہ وہ کسی نہ کسی فائدۂ زائدہ پر مشتمل تھے اس لئے اُن کو بحکم غیر مکرر قرار دیکر نمبروں کا شمار کم نہیں کیا گیا فقط آخر شعبان ۱۳۴۴ھ

کتابُ العلم

(۳۶۳) حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا یہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو؂

گفت آں اللہ تو لبیک ماست   ویں نیاز و سوز و درد پیک ماست

ف پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اُس پر قبول و رضا مرحمت فرمائیں گے (آثار المحبۃ وعظ پنجم جلد پنجم دعوات عبدیت)

(۳۶۴) ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ نور اللہ مرقدہٗ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرما رہے تھے کہ جسطرح راحت و آرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اُسی وقت ایک شخص آیا اُس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لئے دعا فرمائیے اُس وقت میرے قلب میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت اس کے لئے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اُس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی اور یہ شیخ کامل کے لئے ضروری

ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ اے اللہ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہو سکتے اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرما دیجئے (ضرورۃ الاعتناء بالدین وعظ اول جلد (۳) دعوات عبدیت)

(۳۶۵) حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ بحق غالب تھی آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کرتے ہیں مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی سہ

خلیل آسا در ملک یقیں زن نوائے لا احب الافلیں زن

اور یہ حالت تھی سہ

ہمہ شہر پر زخوباں منم وخیال ما ہے چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگا ہے

پس معاً ہی فرماتے ہیں کہ آجکل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے (وعظ النور)

(۳۶۶) حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا ہے بصورت لطف جیسے کفار پر ہے (اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو ہرگز یہ تمنا نہ ہونا چاہیئے کہ ہم بھی بڑے عہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں ہے فتن ہے جسکا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے یہ فی الحقیقت قہر ہے جس کی صورت لطف کی ہے) اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورت قہر جیسے مقبولین کی مصائب اسی طرح اہل ایمان کی جو شکستگی اور پستی کی حالت ہے یہ لطف ہے گو صورت قہر ہے (پس اس شکستگی کو دل وجان سے اختیار کرنا چاہیئے مولانا فرماتے ہیں سہ

ناخوش تو خوش بود بر جان من دل فدائے یار دل رنجان من

یعنی جو آپ کی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لئے پسندیدہ ہے میرا دل

میرے یار دل رنجان پر فدا ہے دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دل کو رنج ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہی ناخوش سے بھی معلوم ہوا کہ مصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج دہ ہے لیکن چونکہ نسبت آپ کی طرف ہے اس لئے وہ مجکو خوش معلوم ہوتی ہے عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اُس کو رنج ہوتا ہے لیکن وہ اُس سے راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نہ کرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہو گئے دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جاویں تو اُن کو کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک اور آنکھوں سے پانی بہت بہتا جا رہا ہے اور مزہ بھی آرہا ہے پس لذت اور کلفت دونوں جمع ہو سکتی ہیں تو وہ یار گو دل رنجان ہیں مگر وہ اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل انپر فدا ہے۔ الحاصل کلفت دنیا میں ہو یا آخرت میں وہ مسلمانوں کے لئے رحمت ہے (امثال عبرت ص۱۱۱)

(۳۶۷) میں نے حضرت حاجی صاحب رحمہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول الحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گذرا اتفاقاً اُس پر نظر پڑگئی اُن بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اُس نگاہ کا اُس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اُسکے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھکر اُس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے پھر ہنسکر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بنگیا۔ **ف** بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجیب برکت ہوتی ہے ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانے لگا اُس کا نام اُنہوں نے کلوا رکھا تھا ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن تک نہیں آیا بزرگ رقیق القلب ہوتے ہی ہیں اُس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا دریافت فرمایا کہ کلوا کئی دن سے نہیں آیا اُنہوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کیا تھا لیکن مریدین و معتقدین اُس کی تحقیقات اور تلاش کے درپے ہو گئے دیکھا کہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے ان لوگوں نے آکر یہی کہدیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے جب وہ کتا آیا تو اُن بزرگ نے اُس سے کہا کہ کیوں میاں

تم بڑے نالائق ہو ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر بھی کتیا کے پیچھے پھرتے ہو یہ سنکر وہ کتا فوراً وہاں سے چلا گیا تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ ایک موری میں سر دئے ہوئے مرا ہوا پڑا ہے۔ دیکھئے جنکے فیوض جانوروں پر بھی ہوں اُن سے انسان کیسے محروم رہسکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے ہاں دھن ہونی چاہیئے چاہے تھوڑی ہی ہو اصحاب کہف کی برکت سے اُن کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں اُسکا ذکر فرمایا جسکو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائیگا۔ جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہوئی تو ہمپر کیوں نہ ہوگی (حسن العزیز ملفوظ ۲۵۷)

(۳۶۸) ہمارے حضرت حاجی صاحب رح نے دنیا و آخرت کی خوب مثال بیان فرمائی۔ فرمایا کہ دنیا و آخرت مثل شخص اور اُس کے ظل کے ہیں کوئی سایہ کو پکڑنا چاہے ہاتھ نہیں آسکتا اس کی یہی صورت ہے کہ اُس شخص کو پکڑ لو کہ جس کا یہ سایہ ہے پھر دیکھو اگر تم اُس سایہ کو دھکے بھی دو تب بھی نجائیگا اور یوں تو ساری عمر برباد کر دوگے کبھی ہاتھ نہ آئے گا اور اسی ظلیت سے ناشی ہے وہ واقعہ کہ سیدنا حضرت غوث الاعظم رح نیز اور لطیف المزاج بزرگ جو لطیف ولذیذ کھانے کھایا کرتے تھے اور نہایت نفیس لباس پہنا کرتے تھے مگر اُس کا اہتمام نہ تھا خود جو حق تعالیٰ دے تو انکار بھی نہ تھا ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست کیونکہ وہ حضرات کمبل یعنی کمبل اوڑھنے والے نہ تھے وہ کمل تھے یہ بات بھی کمال کے خلاف نہ تھی تو نکتہ حضرت نے اس میں یہ فرمایا کہ نعمائے دنیا ظل ہیں نعمائے اُخریٰ کا اور نعمائے اُخریٰ کے متعلق ارشاد ہے وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون اُن حضرات کو نعمائے دنیا میں عکس نظر آتا تھا نعمائے آخرت کا اور وہ لطف آتا تھا جو نعمائے آخرت میں ہوگا اُن لذتوں کو حاصل کرنیکے لئے یہاں کی لذت اختیار کرتے تھے۔ **ف** ہمارے فقہا بھی مثل صوفیہ کے حکما ہیں بلکہ حقیقت میں یہی دو گروہ حکما ہیں ایک صوفیہ دوسرے فقہا مگر توصوفیہ نے بھی اس کو سمجھا کہ وہاں کی لذتوں کا نمونہ ہے اور فقہا نے بھی اس کو

سمجھا چنانچہ صاحبؒ ہدایہ جنکی عادت ہے کہ ہر مسئلہ کی ایک دلیل نقلی بیان فرماتے ہیں اور ایک عقلی جہاں یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں کہ حریر چار انگل تو جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ چار انگل اس طور پر کہ سنجاف یا بیل یا عمامہ یا ٹوپی یا اور کسی کپڑے میں لگائے تو کچھ ہرج نہیں اول اس کی دلیل نقلی ارشاد فرمائی اُس کے بعد حکمت عقلیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ نمونہ ہے لباس اہل جنت کا کیونکہ لباسھم فیھا حریر تاکہ تھوڑا دیکھکر وہ یاد آوے اور اُس کے حاصل کرنے کی رغبت ہو (روح الافطار وعظ چہارم ہفت اختر)

(۳۶۹) ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رح سے سوال کیا کہ صلوٰۃ بے ذوق سے کیا فائدہ وہ نماز جس میں خشوع و خضوع نہ ہو وہ کس کام کی وہ تو محض بدن ہی توڑنا ہے فرمایا یاد رکھو جبدن اس کا سوال ہوگا اُسوقت اس بدن توڑنے کی قدر معلوم ہوگی۔ (ملفوظات ہفت اختر ملفوظ ۱۱۸)

(۳۷۰) ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رح کی جانب یہ منسوب کیا کہ جبرئیل علیہ السلام خود آئینہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس آئینہ میں حضور نے اپنے کو دیکھا تو آپ خود اپنے سے مستفیض ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام سے آپ کیا فیض لیتے چونکہ بدون آئینہ کے اپنی صورت نظر نہیں آتی اس لئے اس واسطہ جبرئیلیہ کی ضرورت ہوئی **ف** حضرت کا کلام مجمل ہوگا راوی نے تفصیل میں غلطی کی مقصود انکار استفاضہ عن جبرئیل نہ تھا ورنہ نصوص کا انکار یا تاویل بلا دلیل کرنا پڑیگی مقصود اس استفاضہ کی حقیقۃ الحقیقۃ بیان فرمانا تھا یعنی جبرئیل علیہ السلام کا یہ افاضہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اُن کے آنجناب ہی سے استفاضہ روحانیہ کے سبب تھا کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تمام مخلوقات اور اُن کے کمالات حضور کی بدولت ہیں جیسے حضرت عمرؓ کا حضور نے بعض اوقات مشورہ قبول کیا اور وہ مشورہ حضرت عمرؓ ہی کا تھا لیکن اُن کا یہ مشورہ دینا خود حضور ہی کے فیض و برکات کا نتیجہ تھا اور اسی وقت اس کی ایک مثال سمجھ میں آئی کہ مصلی کو اگر خارج عن الصلوٰۃ لقمہ

دے اگر مصلی کو اُس کے لقمہ سے تنبیہ ہو جائے اور یاد آجائے تب تو نماز درست ہوگی اور اگر محض اُس کی اقتداءً اتباع کرے اور اُسے یاد نہ آوے تب نماز صحیح نہ ہوگی تو یہاں حالانکہ اتباع غیر مصلی کی رائے کا کیا لیکن لا من حیث انہ رایہ بل من حیث انہ موافق لرائے نفسہ اسی طرح فیض جبرئیل علیہ السلام سے لیا لیکن لا من حیث انہ فیضہ بل من حیث انہ فیض فیضہ صلی اللہ علیہ وسلم (ملفوظات ہفت اختر ملفوظ ۷۶)

(۳۷۱) ہمارے حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ میرے خلفاء مجاز دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ میں نے بلا درخواست اُن خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی درحقیقت خلفاء ہیں ایک وہ کہ کسی نے خود درخواست کی کہ حضرت میں اللہ کا نام تبلادیا کروں حضرت نے بوجہ کمال کرم اجازت دیدی اور یہ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کا نام تبلانے کو کیوں منع کروں اور بعض کی ایسی ہی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ اجازت) اُس قسم اول کے درجہ کی نہیں ہے (مقالات حکمت دعوات عبدیت جلد ۲ صفحہ ۵ سطر ۱۱)

(۳۷۲) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ قدس سرہ بعض مسائل میں جناب مولانا شیخ محمد صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لائے تھے اُن ہی ایام میں ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے حضرت رح اول اول علماء کو بیعت نہ فرماتے تھے پھر خواب میں دیکھا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ فرماتے ہیں کہ اُن کے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے مہمان علماء ہیں اور اُن کی مہمانی ہمارے ذمہ ہے اس سے ہمارے مرشد علیہ الرحمتہ سمجھے کہ میری جماعت کے لوگ علماء زیادہ ہوں گے چنانچہ مولانا رشید احمد صاحبؒ بیعت سے مشرف ہوئے ایک چلہ ذکر میں مشغول رہے اُسی لباس میں جو پہنکر تشریف لائے تھے وہی پہنے رہے کپڑے نہایت میلے ہو گئے تھے دوسرا جوڑا ہمراہ نہ تھا کہ بدلتے بعد گذرنے چلّے کے رخصت حاصل کی جب روانہ ہونے لگے تو ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو داخل

سلسلہ کرلینا حضرتِ مولاناؒ عذر کرتے رہے مگر حضرت نے باصرار یہی حکم فرمایا جب مولاناؒ گنگوہ تشریف لائے تو ایک بیوی غالباً ام کلثوم نامی نے بیعت کی درخواست کی مولاناؒ نے انکار فرمایا کہ مجھ میں اس کی قابلیت نہیں اتفاق سے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب کا گنگوہ جانا ہوا اُن مسماۃ نے شکایت عرض کی کہ جناب مولانا رشید احمد صاحبؒ بیعت سے محروم کرتے ہیں داخل سلسلہ نہیں کرتے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بیعت کیوں نہیں کرتے مولانا نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قابلیت کہاں ہے مرشدنا حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں حکم کرتا ہوں کہ آپ داخل سلسلہ کریں اور بیعت لیں۔ قابلیت کا معلوم کرنا میرا کام ہے نہ کہ آپ کا جب پیر نے حکم دیدیا تو مرید کو عمل کرنا چاہئے قابلیت کا معلوم کرنا مرید کا کام نہیں بس میرا معلوم کرلینا کافی ہے مولانا نے عرض کیا کہ اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کرلیجئے حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بات ہے ممکن ہے کہ اس کو تم سے عقیدہ ہو مجھ سے نہ ہو تم ہی کرو چنانچہ مولانا نے داخل سلسلہ کیا **ف** اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ کس درجہ کے خلیفہ مجاز تھے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ۔ اولاً درخواست بیعت کی میں نے زمانہ طالبعلمی میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ قدس اللہ سرہ ہی سے کی اُس وقت آپ دیوبند میں تشریف لائے ہوئے تھے تو میری درخواست پر فرمایا کہ اس وقت یہ خطرہ شیطانی ہے بعد تحصیل علم بیعت کرنا مناسب ہے اور حضرت مولانا قدس اللہ سرہٗ کا گذر مدرسہ عالیہ دیوبند میں ایسی جانب سے ہوا کہ وہاں انیٹیں تھیں میں جو مصافحہ کے لئے چلا تو پھسلگیا مولانا قدس اللہ سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑلیا واقعی دستگیری کی فال نیک تھی بعض طلبہ کو جو مجھ سے تحصیل علوم میں کم تھے کسی مصلحت سے بیعت فرمالیا مجکو اس کا بڑا خیال ہوا کہ مجھے کیوں محروم رکھا۔ اُس زمانہ میں مولانا حج کے لئے تشریف لئے جاتے تھے میں نے اعلیحضرت حاجی صاحبؒ قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں لکھا کہ مولانا سے آپ فرما دیجئے کہ وہ مجھے بیعت کرلیں وہ عریضہ بھی غالباً مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ ہی کو دیا۔ سادگی مزاج

ہیں ایسی تھی کہ مولانا ہی کی تو شکایت اور مولانا ہی کو عریضہ دیا جب مولانا قدس اللہ سرہ واپس تشریف لائے سفر حج سے تو اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کا والانامہ لائے اُس عریضہ کے جواب میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپس میں ہوئی ہوں گی اور کیا عجب کہ مولانا ہی نے پڑھکر سنایا ہو اور شکایت کا مضمون دیکھا ہو۔ خیر اعلیحضرت حاجی صاحبؒ نے جواب میں تحریر فرمایا اور وہ خط مولانا ہی کے قلم کا لکھا ہوا تھا کہ میں نے تم کو خود بیعت کرلیا یہ بھی حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ درخواست مولنا سے کی تھی اور حضرت حاجی صاحبؒ نے بلا درخواست توجہ فرما کر داخل سلسلہ فرمایا یہ کس قدر خوشی اور مسرت کی بات ہے حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے یہ قصہ ہوا میری بیعت کا اور میں گو مولنا قدس سرہ سے بیعت نہیں ہوا مگر ہمیشہ اپنا شیخ ہی سمجھتا رہا (مقالات حکمت جلد دوم دعوات عبدیت صـ۵ سطر ۱۷)

(۳۷۳) حضرت کے ایک عزیز نے جو اپنے ہی حضرات میں سے ایک بزرگ سے بیعت ہیں حضرت حاجی صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تم کو نسبت باطنی تو حاصل ہی ہے اگر اخلاق کی درستی چاہتے ہو تو اپنے ماموں کے پاس جاؤ (حسن العزیز صـ۱۲۱)

کتاب العبادات

(۳۷۴) حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا آخر جب بہت دیر ہوئی تو میں اُٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرت فرمانے لگے کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں **ف** حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور حد جواز تک جس قسم کی باتیں صحابہؓ فرماتے حضور اُن کے ساتھ شریک رہتے مگر عوام الناس کیا سمجھے ہ

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

(امثال عبرت صہ)

کتاب العادات

(۳۷۵) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرت رحہ نے فرمایا کہ اُس نے تو پس پشت ہی کہا لیکن تم اُس سے زیادہ بیحیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو (امثال عبرت صہ)

(۳۷۶) حضرت حاجی صاحبؒ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے (امثال عبرت صہ۱۹)

(۳۷۷) حضرت حاجی صاحبؒ امرا کی بہت خاطر داری کرتے تھے اور وجہ اس کی یہ فرماتے تھے نعم الامیر علی باب الفقیر یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے پس جو کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اُس میں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہوگئی یعنی نعم کی پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہیے لہٰذا بداخلاقی کی اجازت نہیں (امثال عبرت صہ۳۶)

(۳۷۸) ہمارے حضرت حاجی صاحب رحہ قدس سرہ اللہ اکبر رحمت مجسمہ تھے کیسا ہی کوئی بدحال ہو جسپر ہم کفر کا فتوی لگا دیں وہ اُس کے فعل کی بھی تاویل فرماتے تھے حضرت کا مذاق وطبیعت ہی اس قسم کی تھی اور بسبب اس کا غلبۂ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو (امثال عبرت صہ۷)

(۳۷۹) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اگر کوئی خادم اس قسم کی (یعنی ذکر کے نافع نہ ہونے کی) شکایت کرتا تو فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی تمنا کرتے ہو اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ف (مصرعہ) بلا بودے اگر ایں ہم نبودے۔ کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلہ کھینچا اور روزانہ سوالاکھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں ثمرہ نہیں ملا۔ فرمایا کہ اگر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوالاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی (امثال عبرت صـ۸۵)

(۳۸۰) حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی معتقد نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ ایک بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں داخل ہونا نصیب نہیں ہوا آپ نے خواص سے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے اور اس کے لئے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے بیماری بھی ایک طریق ہے تو بندہ کا کیا منصب ہے، کہ اپنے لئے خود ایک طریق معین کرے ف یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

(امثال عبرت صـ۸۸)

(۳۸۱) حضرت رحؒ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لئے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم تو حضرات بزرگان دین کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے (یعنی عمل کرتے ہیں دعویٰ نہیں کرتے) اور حضرت رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شئے لاوے تو ضرور کھانا چاہیئے اُس سے نور پیدا ہوتا ہے (حسن العزیز صـ۱۱۸)

کتاب الاخلاق

(۳۸۲) ہمارے حضرت حاجی صاحب رح پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلاتا ہے (امثال عبرت صـ۲۲)

(۳۸۳) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی کسی نے تکفیر کی حضرت نے سنکر برا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عند اللہ اگر مومن ہوں تو مجکو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدا نخواستہ) کافر ہوں تو برا ماننے کی کیا بات ہے (امثال عبرت صـ۶)

(۳۸۴) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بخل اور جبن بھی مطلقاً بُری خصلتیں نہیں کبھی اچھی بھی ہیں جبکہ اچھے مصرف میں صرف کریں مثلاً ایک سائل آیا کہ مجکو سو روپیہ دیدیجئے شادی میں ناچ کراؤنگا سو یہاں بخل ہی بہتر ہے اسی طرح غصہ پہلے مسلمانوں پر آیا کرتا تھا بعد اصلاح کے اپنے نفس پر اور شیطان پر اور اعداء اللہ پر غصہ آنے لگا پس محل بدل گیا اور تزکیہ کے بعد اخلاق بدلتے نہیں بلکہ اخلاق طبعیہ بحالہا باقی رہتے ہیں صرف اُس کا محل بدلجاتا ہے (امثال عبرت صـ۱۰۵)

(۳۸۵) میں نے اپنے پیر و مرشد سے سنا ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے تو وجہ یہی ہے کہ اس کی ایک رکعت میں بوجہ معرفت کے خلوص زیادہ ہوگا (امثال عبرت صـ۱۴۴)

(۳۸۶) حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ تو عاشق احسانی ہیں صفات کے ساتھ نہیں محبت کہاں ف افسوس انسان کے ساتھ تو ہمیں یوں ہی محبت و عشق ہو جاتا ہے اور خدا کے ساتھ محض اُس کے انعام احسان کی وجہ سے محبت ہو

(امثال عبرت صـ۱۲۲ ا)

(۳۸۷) سہ

گر مرادت را مذاق شکرست بے مرادی نے مراد دلبرست

اور عاشق کو جو بے مراد کہدیا ہمارے حضرت اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کو کہتے ہیں کیونکہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہونچے اُس کے آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے ہاں جسکے محبوب کا جمال متناہی ہو اُس کی طرف دیں ختم ہوسکتی ہیں اور جہاں غیر متناہی ہو وہاں نہ حسن ختم نہ طلب ختم ف بلکہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے جس کو شیخ فرماتے ہیں

دل آرام در بر دل آرام جوے لب از تشنگی خشک بر طرف جوئے

نگویم کہ بر آب قادر نیند کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

کتاب المتفرقات

(۳۸۸) حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک حکایت مولانا گنگوہی رحمۃ سے سُنی ہے کہ سہارنپور میں ایک مکان تھا اُس میں جن کا سخت اثر تھا جس سے وہ مکان متروک کردیا گیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک مکان نے حضرت کو اُسی مکان میں ٹھیرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اُٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جسکی وجہ سے یہ مکان متروک ہوگیا ہے یعنی جن ہوں میں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا شائق تھا اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی حضرت نے فرمایا

ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توبہ کرو حضرت نے اُس کو توبہ کرائی پھر فرمایا کہ دیکھو سامنے حضرت حافظ صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں اُن سے بھی ملے ہو اُس نے کہا نہ حضور اُن سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں اُن سے ڈر لگتا ہے تو صاحبو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شئے ہے کہ جن و انس سب مطیع ہوجاتے ہیں۔ (اور یہ لزوم عادی ہے کسی حکمت سے تخلف بھی ممکن ہے) ختم شد رسالہ علوم امدادیہ۔

مکتوبات شریفہ

خدام کے پاس منتشر طور پر کثرت سے موجود ہیں اگر کوئی ہمت کرنے کسی قدر کوشش سے جمع ہو سکتے ہیں کچھ مکتوبات مکاتیب رشیدیہ میں اور کچھ مکتوبات امدادیہ ملقب بہ صد فوائد میں شائع ہوگئے ہیں اور مکتوبات میں حضرت قدس اللہ سرہ کے مولفات بھی ہیں جن میں سے بعض مشہور مولفات کی فہرست درج کیجاتی ہے۔ غذائے روح۔ جہاد اکبر مثنوی تحفۃ العشاق۔ ضیاء القلوب فارسی۔ دردنامہ غمناک۔ گلزار معرفت۔ رسالہ وحدۃ الوجود۔ ارشاد مرشد۔

شانِ مشیخت

حال حضرت مولانا گنگوہی رح کا ایک والانامہ ایک مخلص کے نام لکھا گیا ہے جس میں مولانا نے اپنے سفر حجاز کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔ مع ہذا ایک عنایت نامہ حضرت مرشد کا مورخہ ۲۲ رجب آیا بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی اُس میں ایک فقرہ مخدومنا سلمہ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہوگئی اور طبع کاہل کو تائید ہوئی لکھتے ہیں "معلوم می شود کہ قصد ایں صوب است عزیز من ایں سفر بہتر است مگر فقیر غم خوردہ می ترسد کہ ام تکلیف سفر کہ

عظیم است تن ناتوان آں عزیز را رسد وصدمۂ آں بر جان ناتوان احقر افتد فقط (مکاتیب رشیدیہ صلا) **ف** یہ اعلیٰ درجہ کی شان مشیخت ہے کہ اپنے عزیزوں پر اس درجہ شفقت فرمائیجاوے

حال امام ربانی حضرت مرشدنا ومولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ انھیں فرشتہ خصلت خوش نصیب جماعت میں ہیں جن کی باطنی تعلیم کا زمانہ بہت ہی قلیل تھا چنانچہ (تذکرۃ الرشید) حصہ اول میں بیان ہوچکا ہے کہ آپ اپنے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسویں دن جب آپ وطن کو روانہ ہوئے تو مرشد العرب والعجم نے کامیابی کا پروانہ آپ کو عطا فرما دیا اور بیعت لینے کی اجازت دیدی تھی اس چلہ میں آپ کا امتحان لیا گیا اور کسوٹی پر کس کر آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا کہ اُس میں کبر ونخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہیں رہا۔ ایکبار آپ خود فرماتے تھے کہ تھانہ بھون میں مجھکو رہتے ہوئے چند روز گذرے تو میری غیرت نے اعلیحضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارا نہیں کیا آخر میں نے یہ سوچکر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھیرو۔ میں خاموش ہوگیا قیام کا قصد تو کرلیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہئے تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان تشریف لیجانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہوکر فرمانے لگے "میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو" دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا اعلیٰ حضرت نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھسے علیحدہ ہی اپنی طرف رکھا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھسے دور رکھا ہوا دیکھکر اعلیٰ حضرت سے فرمایا "بھائی رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے" اعلیحضرت نے بیاختہ جواب دیا "اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں

چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھدیتا" اس فقرہ پر اعلیٰحضرت نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمدللہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا (تذکرۃ الرشید صـ جلد ۲) **ف** یہ ہے تربیت اخلاق کی۔ اور تصرف کی قوت اس سے ظاہر ہے کہ چالیس روز میں واصل بنا دیا۔

حال حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایکبار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھئے تو حضرت مولانا قدس سرہ نے جواب میں یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح و ذم یکساں ہے جس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے (تذکرۃ الرشید صـ۲۳ جلد ۲) **ف** تفقد احوال خدام لوازم مشیخت صحیحہ سے ہے۔

حال ہمارے حضرت حاجی صاحب کی بھوجائی نے ایک مرتبہ حضرت سے کہا کہ آپ کے یہاں اتنے آدمی آتے ہیں کچھ ہمیں بھی تو بتلایئے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تم سے کچھ نہیں ہونیکا آخر جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جتنی روٹی کھاتی ہو اس میں سے آدھی روٹی چھوڑ دو ان بیچاری نے ایک دو وقت تو ایسا کیا آخر کہنے لگیں کہ آدھی روٹی تو نہیں چھوڑی جاتی ہاں روزہ کہو تو رکھ لوں؟ حضرت نے فرمایا کہ جب آدھی ہی نہیں چھوڑی جاتی تو ساری کیونکر چھوٹیگی (تذکرۃ الرشید صـ۲۸۴) **ف** یہ ہیں لطیف طریقے امتحان طالب کے جنکو بجز مشائخ محققین کے کوئی استعمال نہیں کرسکتا۔

حال ایکبار (حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے) ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے نسبت صلاتی کی تعلیم تھی اور ان سے مولانا یعقوب صاحب کو پہونچی مکہ معظمہ میں اس کے سیکھنے کے لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب مولانا یعقوب رحمۃ

کی خدمت میں تشریف لے گئے اور میں اُسوقت حاضر نہ تھا اس لئے حضرت کے شامل نہ گیا اس کے بعد جب میں حضرت سے ملا تو میں نے اُس کی حقیقت بیان کر دی حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تمہیں مولانا یعقوب صاحب کے پاس جانے کی حاجت نہیں (تذکرۃ الرشید ص۲۸۵) **ف** یہ ہے حقیقت شناسی وشان حکیمانہ کہ ہر طالب کے ساتھ اُس کی استعداد کی موافق معاملہ کیا جاوے جس کا کہیں نشان بھی نہیں الا نادراً۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہدینا کہ گو آپکے مخالف لوگ یہاں آکر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں مگر آپ اطمینان رکھیں یہاں اُن کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہوتی ہے وہ بھی باقی رہنی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدلجاویگا حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان واپس آکر اعلیٰ حضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہونچا دیا حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہیں اس ارشاد سے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے قلب میں جو گنجائش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے (تذکرۃ الرشید ص۳۲) **ف** طالبین کے ہر معاملہ پر نظر رہنا یہ کوئی معمولی بات نہیں کوئی کر کے دیکھے۔

حال حضرت نے آخر میں ضیاء القلوب کی چند سطران دونوں صاحبان (یعنی حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ) کی تعریف میں لکھی ہیں نہایت درست ہیں یوں حضرت نے اپنی کسر نفسی کو کام فرمایا ہے مگر اظہار مرتبہ ان دونوں صاحبان کا اُسے منظور ہے اور خود احقر سے ارشاد فرمایا تھا اول حج میں جب حاضر خدمت ہوا تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب میں اور مجھ میں کچھ فرق نہیں لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب کو فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے

نہیں ہوتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص۱۳) **ف** اپنے تربیت یافتوں کے مدارج پر تنبیہ اور تنبیہ بجز ناقد کامل کے دوسرے کا کام نہیں۔

حال ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہوگیا آپ دعا کیجئے کہ ملجاوے حضرت اُسوقت مثنوی معنوی دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اُس کو کھولکر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو برسر صفحہ یہ شعر نکلا ؎

گر بر د حالت عدو ہیر فنے ۔۔۔۔۔ دشمنے را بر دہ باشد دشمنے

ف سائل کے مذاق کا اتباع نہ کرنا بلکہ اُس وقت جو اُس کی حالت کے مناسب ہو وہی معاملہ کرنا خاص شان ہے مشیخت کی۔

حال حضرت گنگوہی) ارشاد فرمانے لگے میں نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے لئے عرض کیا تھا مگر منظور نہیں فرمایا (تذکرۃ الرشید ص۲۹) **ف** ایسا عذر وہ شیخ کرسکتا ہے جو طالب کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھے۔

حال ایک شخص (وطن میں) حضرت حاجی صاحب رحمہ کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضائع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب کو تاب نہ رہی اور اُس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو تو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ تو لحاظ چاہیئے (امثال عبرت ص۸۸) **ف** اس قدر شفقت اعلیٰ درجہ کی شان مشیخت ہے اور حضرت حافظ صاحب کی تیزی بضرورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست وسختی کے نہیں ہوتی۔

کرامت

حال ایک مرتبہ آپکو اُسی زمانہ طالب علمی میں مولانا قاسم العلوم اور چند دیگر احباب کے

ساتھ تھانہ بھون جانیکا اتفاق ہوا اور سارے مجمع نے مسجد میں قیام کیا اتفاق سے آپ کا جوتہ بدلا گیا اور کوئی صاحب اپنا جوتہ چھوڑ کر آپ کی نعلین پہن گئے عشا کا وقت تھا آپ اور آپ کے احباب جوتہ ہی کی تلاش میں تھے کہ اعلیحضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور فرمایا "بدلا ہوا جوتہ ہمیں دکھاؤ"، چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی خود اُس جوتہ کو اُٹھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس لے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے چراغ کے سامنے دیکھکر فرمایا "یہ تو حبیب حسن کا ہے"، حبیب حسن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ساتھیوں میں ایک لڑکا تھا لیکن اس درجہ اجنبی تھا کہ اعلیٰ حضرت کو اُس سے مطلق کبھی تعارف نہ ہوا تھا یہ اعلیحضرت کی پہلی کرامت تھی جسکو مولانا نے اول مرتبہ دیکھا اور عقیدت کے ساتھ دل کی کشش کا باعث ہوا گویا ساٹھ سال تک تعمیر ہونے والے عالیشان محل کی اُسوقت بنیاد رکھی گئی اور عمر بھر کی بیع وشرا کا اس رات میں سودا شروع ہوا (تذکرۃ الرشید صہ۴۲ جلدا)

حال حضرت امام ربانی سے ایک مرتبہ کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ اعلیحضرت نے تو آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ "اطمینان رکھو میں عرب روانہ ہوتے وقت تم سے مل کر جاؤنگا مگر آپ گرفتاری وحوالات میں رہے آپ کی رہائی سے قبل ہی اعلیٰ حضرت نے بیت اللہ کی جانب ہجرت فرمائی"، گویا سائل کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات کے خوشکن الفاظ محض تسلی کے لئے تھے جسکا وقوع نہیں ہوا۔ حضرت نے بہت ہی ہلکی آواز سے فرمایا "اعلیٰ حضرت وعدہ خلاف نہ تھے" چنانچہ دوسرے طرق سے معلوم ہوا کہ باوجود سنگین پہرہ کے اعلیحضرت نے جیلخانہ کے اندر قدم رکھا اور کئی گھنٹہ باتیں کر کے شب ہی میں واپس ہوئے اور عرب کو روانہ ہوئے۔ مولوی ولایت حسین صاحب کی روایت ہے کہ حکیم صاحب جو اعلیحضرت کے مرید انبالہ کے رہنے والے بندہ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے کہ جس زمانہ میں مولانا گنگوہی جیلخانہ میں تھے اعلیحضرت حاجی صاحب ایکدن فرمانے لگے کہ میاں کچھ سُنا کیا مولوی رشید احمد کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت کچھ پتہ نہیں

ابھی تک تو کوئی خبر آئی نہیں فرمایا ہاں حکم ہو گیا چلو یہ فرما کر اُٹھ کھڑے ہوئے حکیم صاحب کا بیان تھا کہ برسات کا زمانہ تھا مغرب کے بعد اعلیٰ حضرت اور میں اور غالباً مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی غرض تین آدمی چلے شہر سے نکلکر تھوڑی دور جا کر اعلیٰحضرت زمین کی گھاس کے قدرتی سبز مخملی فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ دیر سکوت فرما کر گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا بس چلو مولوی رشید احمد کو کوئی شخص پھانسی نہیں دے سکتا خدائے تعالیٰ کو اُن سے ابھی بہت کچھ کام لینا ہے۔ چنانچہ چند روز بعد اُس کا ظہور ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذٰلک (تذکرۃ الرشید ص ۸۵)

حال ایک دن امداد پیر کا ذکر مذکور تھا حضرت نے فرمایا رامپور میں ایک شخص نے ادھر اُدھر سے چندہ کے طور پر جمع کر کے مسجد بنائی تھی مسجد تو بن گئی لیکن کنواں سارپر نہ بیٹھتا تھا اور برابر لجل نکلتی آتی تھی اس شخص کو بڑا فکر تھا کہ روپیہ تو رہا نہیں اور کنواں درست ہوتا نہیں یا اللہ کیا کروں ایک روز یہی سوچ کرتے کرتے رو پڑے اور روتے روتے غنودگی سی آگئی تو دیکھا کہ حضرت تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تسلی رکھ ایک شخص آکر تیرا کام کر دیگا پھر اُن کو تشفی سی ہو گئی اگلے روز ایک شخص لمبا جھڑنگا کسی گاؤں کا آیا اُس نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی کنواں بن رہا ہے اس میں کچھ خرابی ہے اُنھوں نے اُس کو کنواں دکھلایا اور مزدوری کے لئے کہا اُس نے کچھ معمولی سی محنت کہی اور جلد سرکنڈے موج وغیرہ منگا کر بنڈے بنوائے اور خود کنویں میں اُتر کر دو تین جھام لگائے اور بنڈے کام میں لایا اور جلد نکل آیا لوگ کہتے تھے کہ وہ کنواں بالکل سارپر جا بیٹھا اور اچھا خاصہ ہو گیا (تذکرۃ الرشید ص ۲۰۹)

حال ایکبار ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے حضرت پنجلاسہ واقع پنجاب میں مقیم تھے اور باغیان غدر کی تفتیش و دارو گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل میں مقیم ہیں کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو قریب نیم شب دروازہ اصطبل پر آموجود ہوا اور کواڑ کھلوانے چاہے بڑے بھائی نے جو مالک مکان تھے انگریز سے کہا کہ آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی انگریز نے گھوڑا دیکھنے کا بہانہ کر کے کہا کہ کواڑ کھولو چنانچہ کواڑ کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا

ہوا تھا اور سب سامان لپٹنے کا درست تھا لیکن حضرت نہ تھے ادھر اُدھر دیکھا کہیں پتہ نہیں مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے اُس نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی کا ہے خوف کے مارے پیشاب خطا ہو گیا لیکن انگریز نے اور کچھ نہیں پوچھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس ہو گیا غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے سے تشریف لے گئے (تذکرۃ الرشید ۲۸۲) **ف** اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسوقت بھی وہاں ہی تشریف رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ابصار سے پوشیدہ فرما دیا ہو کما فسر بعضھم قولہ تعالیٰ وجعلنا بینک وبین الذین لا یومنون بالاخرۃ حجابا مستورا الایہ۔

حال ازانجا کہ حضرت ایشاں ما قلبی وروحی فداہ کو بغایت مرتبہ تمکین حاصل ہے اور سجادۂ شریعت پر علی الدوام مستقیم اتباع سنت سنیہ اخلاق رضیہ اُن کا ہے اور اجتناب از بدعات ضالہ عادت کریمہ آپ کی ہے مجبوراً کشف پر کفش مارتے ہیں اور ہرگز کرامت اور خرق عادت سے لذت نہیں لیتے تو پھر رغبت وخواہش ظاہر کرنے کا کیا ذکر۔ الا اس میں مجبوری کہ بلا قصد واختیار سرزد ہو جاوے کہ فاعل حقیقی اور ہے اور اُس میں اختیار نہیں پس ثابت ہوا کہ خرق عادات وکرامات حضرت ایشاں بہت ہیں ازانجملہ دو چار بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) ہنگام قیام رباط اسمٰعیل سیٹھ اُس کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رخ توجہ بحضور باریتعالیٰ کیا اسی بارے میں بلا کسی کی تحریک کے ایک حکمنامہ تاکید ریاست حیدر آباد سے وہاں کے وکلاء کے نام پہونچا کہ منجملہ دو مکانات ریاست کے جو مکان وجگہ آپ پسند فرمائیں اُس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کر دیجائے۔ چنانچہ وکلاء ریاست نے بڑی التجا سے یہ کیفیت حضوری میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی حوالہ ملازمان عالی کر دی۔ ابھی تھوڑا زمانہ گذرا تھا کہ ایک مخلص نے ایک مکان مستقل حارۃ الباب میں خرید کر کے حضرت ایشاں کے نذر کیا۔

(۲) قبل ترمیم نہر زبیدہ خاتون جیسی کچھ قلت پانی کی مکہ مکرمہ میں تھی ظاہر ہے یہاں تک کہ ایام

حج میں ایک مشک ایک روپیہ دو روپیہ سے کم کو نہ آتی تھی اس میں بھی بہت سخت دقت اُٹھانا پڑتی تھی اور غیر ایام حج میں انتہائے درجہ ایک روپیہ میں دو مشک آتی تھیں بالخصوص محلہ حارۃ الباب میں آب شیریں حکم چشمہ حیات رکھتا تھا۔ جب حضرت نے اس محلہ میں قیام فرمایا اور دقت پانی کی ملاحظہ فرمائی حضور حق سبحانہ وتعالیٰ میں دعا فرمائی چند دن نہ گذرے تھے کہ مجلس شوریٰ ترمیم نہر زبیدہ منعقد ہوئی اور اول جس شخص نے اُس مجلس میں چندہ داخل فرمایا ذات والائے حضرت ایشاں تھی خلاصہ یہ کہ کام جاری ہو کر ہر کوچہ میں اور دروازۂ حضرت پر چشمہ پانی کا جاری ہوگیا۔

(۴۲) اُسی زمانہ میں ایک مہندس نے آپ کے قرب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اُس میں ایک غرفہ رکھا جس سے حضرت کے دولتخانہ کی بے پردگی ہوتی تھی اور انواع واقسام کے ظلم وجبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمۂ الخیر تبلیغ فرمایا لیکن اُس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے بجواب اُس کے حضرت ایشاں نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ تیغ برہنۂ اہل چشت نے اُس پر گذر کیا اور باوجود اعزاز بلیغ واعتبار عظیم بلا وجہ ظاہری اپنے منصب وعہدے سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایسی ذلت وخواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھاوے بیشک سچ کہا ہے کہ خواجگان چشت علیہم الرحمۃ نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لٹکا رکھی ہے اور کسی پر اُسکا وار نہیں کیا جاتا مگر جو کوئی اُس سے لگ اور چھیڑ کر نکلتا ہے اپنی کرنی کو بھرتا ہے ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات　　با دردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

کرامات وخرق عادات حضرت ایشاں کے تو بہت ہیں لیکن چونکہ نفس نفیس ایسے اذکا

سے خوش نہیں ہوتا لاچار اتنے کو تبرکاً لکھ کر بس کیا تاکہ اس ذکر کی برکت سے یہ رسالہ بالکلیہ خالی نہ رہے (شمائم امدادیہ ص۴۲)

اس کے بعد رسالہ کرامات امدادیہ مع ضمیمہ جو کہ طبع ثانی میں ملحق ہوا ہے۔ وکمالات امدادیہ ملاحظہ فرمایا جاوے اول میں کرامات حسیہ ہیں ثانی میں کرامات معنویہ

الحاق ان روایات کے بعد کچھ اور واقعات بعض ثقات سے معلوم ہوئے جو ذیل میں منقول ہیں۔

واقعات بروایت منشی محمد عمر صاحب ساکن چائل ضلع الہ آباد

تمہید حضرت کے مواعظ و نیز دیگر تصنیفات و ملفوظات میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے افعال و اقوال کا حوالہ اکثر دیکھا کرتا ہوں حضرت موصوف کے چند حالات جو حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ سے میرے کانوں میں پڑے ہیں ہدیۃً انہیں حضور میں پیش کرتا ہوں۔

حال (۱) حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں پہونچنے کے بعد مجھے شیخ کی تلاش ہوئی اُسوقت مختلف خاندان کے مشائخ وہاں موجود تھے میں متردد تھا کہ کس سے بیعت کروں رات کو حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ کی زیارت ہوئی اُنھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

باغ مراچہ حاجت سرو وصنوبر است　　شمشاد سایہ پرورما از کہ کمتر است

بس تسکین ہوگئی اور صبح کو جاکر حضرت کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوگیا۔

(۲) حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بہت سے درویشوں کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا مگر جوں جوں لوگوں سے ملتا گیا حضرت حاجی صاحب کی وقعت روز بروز بڑھتی گئی۔

(۳) فرمایا کہ ایک دن میں حضرت حاجی صاحب کے در دولت پر حاضر ہوا معلوم ہوا کہ

اسوقت حضور بالاخانہ پر تشریف فرما ہیں اور لیٹے ہوئے ہیں میں نے ادب کی وجہ سے اُسوقت اطلاع کرانا مناسب نہ جانا اور اُسی جگہ بیٹھا رہا اتنے میں چار آدمی اور آگئے حضرت کے متعلق مجھسے دریافت کیا میں نے جو صورت تھی بتادی۔ اُن لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ حضرت حاجی صاحب کی طرف مراقبہ کرکے بیٹھیں اُن کو اطلاع ہو جائیگی تو خود ہی تشریف لادیں گے وہ لوگ مراقب ہو کر بیٹھے دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بالاخانہ سے تشریف لارہے ہیں جب آکر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور کو اسوقت بڑی تکلیف ہوئی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت مجھے تکان زیادہ تھا اس وجہ سے ذرا لیٹ گیا تھا مگر لوگوں نے نہ لیٹنے دیا

(۴) حضرت مولانا کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ چاہے مسجد میں تشریف لیجاتے یا کسی مجمع میں جوتہ کو کبھی نہ اُٹھا کر رکھتے جہاں اُتارتے اُسی جگہ چھوڑ دیتے اگر کوئی ساتھ ہوتا تو اُٹھالیتا ورنہ اسی جگہ پڑا رہتا اور اکثر تو یہی اتفاق ہوتا تھا کہ غائب ہو جاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ہنگام قیام مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اندر گیا اور وہاں وظائف میں مشغول ہو گیا جوتہ باہر پڑا رہا اُس کے بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لائے میں نے حضرت کو آتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت نے میرا جوتہ اُٹھا کر ایک گوشہ میں رکھدیا جب میں فارغ ہو کر باہر آیا تو اپنا جوتہ تلاش کرنے لگا حضرت نے آواز دی کہ میاں نصاحب میں نے تمہارا جوتہ وہاں اُٹھا کر رکھدیا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے مدت العمر کبھی کسی بات پر اتنی غیرت نہیں آئی تمام بدن میں پسینہ آگیا اور یہ خیال ہوا کہ کاش زمین شق ہو جاتی اور میں اُس میں سما جاتا۔

(۵) حاجی حسین احمد صاحب مرحوم جو حج میں حضرت مولانا کے ساتھ تھے وہ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا ایک غلام تھا وہ ہمیشہ چوری کیا کرتا تھا نقد مال اسباب جو کچھ پاتا تھا لیکر بھاگ جاتا تھا جب وہ مال ختم ہو جاتا اور بھوکوں مرنے لگتا تھا تب پھر حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا آخر مرتبہ میرے سامنے وہ عید کے قریب یہی حرکت کرکے بھاگ گیا عید کے دن حضرت حاجی صاحب پریشان تھے، اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ معلوم نہیں

آج وہ کس حالت میں ہوگا۔عید کے کپڑے اُسے میسر ہوئے ہوں گے یا نہیں۔

(۶) ایک مرتبہ الہ آباد میں ایک شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنہوں نے حضور کی شکایت شروع کی کہ بڑے متشدد آدمی ہیں۔سماع فاتحہ وغیرہ ساری چیزوں کو حرام بتلاتے ہیں اُن کا تو خیال یہی تھا کہ حضرت مولانا اس سے خوش ہوں گے اور میرے قول کی تائید کریں گے مگر حضرت نے اُن سے فرمایا کہ خبردار اُنہیں کچھ مت کہو اُن کا جو قول ہے للّٰہیت سے اور اس وقت روئے زمین پر اگر کہیں خلوص ہے تو جماعت امدادیہ میں **ف** اس میں حضرت کی کرامت معنوی یہ ہے کہ حضرت کے متبعین دولت خلوص سے مالا مال ہیں۔

واقعات بروایت حاجی سید نورالحسن صاحب ساکن رنہیڑی

حال (۱) میں مکہ مکرمہ میں بعارضہ تپ بحرش و اسہال علیل ہوا اور آمد اسہال کی یہاں تک کثرت ہوئی کہ چارپائی کاٹ دی گئی بارے کچھ صورت افاقہ ہوئی اور یوم جمعہ تھا کہ میں نے اپنے ماموں حاجی نجم الدین مرحوم سے خواہش کی کہ آج مجکو حرم شریف میں نماز کے واسطے لے چلو چنانچہ ماموں صاحب مجکو حرم شریف میں لے گئے۔اُس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب قبلہ جمعہ کے روز حرم شریف میں نماز کے واسطے تشریف لایا کرتے تھے بعد نماز جمعہ حرم شریف میں ایک خلوۃ گوشہ شمال و غرب میں حضرت تشریف فرما تھے میں بھی وہاں حاضر ہوا تمام حضار بیٹھے ہوئے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھنے لگا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آگے کو آجاؤ میں کچھ سرک کر آگے کو ہوا پھر یہی ارشاد فرمایا کہ آگے کو آجاؤ چنانچہ اسی طرح چند بار ارشاد ہوا اور میں آگے ہوتا رہا حتی کہ حضرت جس قالین پر رونق افروز تھے اُس پر میرے گھٹنے پہونچ گئے اس کے بعد مجکو بیخودی ہو گئی اور میرے ہر بن مو سے ذکر اللہ جاری ہو گیا جس کا مجکو اچھی طرح احساس ہوا کچھ دیر کے بعد صورت افاقہ ہو گئی تو میں بدون کسی سہارے کے بیٹھا رہا اس کے بعد چاء کا دور شروع ہوا حضرت نے اپنی پیالی میں کچھ بسکٹ چھوٹے چھوٹے

جو شیریں تھے ڈالکر ایک چمچہ نوش فرماکر پیالی مجھے عطا فرمائی میں نے کھالی اسی طرح دوسری پیالی مرحمت فرمائی اُس کو بھی کھا گیا یہ یاد نہیں رہا کہ کتنی پیالی حضرت نے مجھے اسی طرح پلائیں اس کے بعد میں ایسا تندرست ہو گیا کہ خود وہاں سے مکان پر چلا آیا اور آستانہ پر روزانہ حاضری ہونے لگی ۔

واقعہ دوسرے سفر حج کا

(۱) ہندوستان میں بمقام قصبہ خورجہ ایک خاں صاحب مرحوم خورجوی نے بسبیل تذکرہ مجھسے فیصلہ ہفت مسئلہ کی نسبت کہا کہ یہ رسالہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ کسی اور نے لکھکر حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے اس روایت پر قلب میں ایک شبہ اور وسوسہ پیدا ہو گیا تھا چنانچہ اس سفر میں ایک نسخہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا اس نیت سے ساتھ لیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حرف بحرف سُنا کر اس کی تصدیق کر وںگا کہ یہ سب حضرت کا ہی لکھا ہوا ہے یا اس میں کچھ تحریف ہو گئی چنانچہ آگبوٹ میں مولوی محمد سابق تھنوی سے میں نے اس کا تذکرہ کیا کہ میرا ایسا ارادہ ہے مولوی صاحب بھی میرے ہمخیال ہوئے جب مکہ معظمہ پہونچے تو میں اور مولوی محمد سابق حضرت اقدس کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور رسالہ میرے پاس تھا جو وقت قدمبوس ہوئے تو حضرت قبلہ نے اول ہی مولوی سابق صاحب کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میاں محمد سابق ہندوستان میں لوگوں میں عجیب عجیب طرح کے نزاعات واقع ہو رہے ہیں سنا ہے کہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اوپر بھی اکثر لوگ اشتباہ کرتے ہیں کہ وہ فقیر کا لکھا ہوا نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ خواہ کسی کا لکھا ہوا ہو حق بات کو سمجھیں اور وہ رسالہ فقیر ہی نے لکھا ہے اُس کا اول مسئلہ یہ ہے اور دوسرا یہ ہے علیٰ ہذا القیاس ساتوں مسئلوں کو بالتفصیل چند الفاظ میں ایسا بیان فرما گئے کہ مجھے حرفاً حرفاً سکو سنانے یا تصدیق کی حاجت باقی نہ رہی اور خاموش سنکر جب وہاں سے واپس ہوا تو

مولوی محمد سابق سے کہا کہ لیجئے کیسا اطمینان منجانب اللہ ہو گیا کہ سوال کی بھی ضرورت نہ رہی فالحمد للہ

ف فیصلہ ہفت مسئلہ کی یہ تو حسی تحقیق تھی کہ اُس کا وجود کس طرح ہوا باقی اس سے زیادہ ضروری شرعی تحقیق رسالہ تنبیہات وصیت کے آخر میں ملاحظہ فرمالی جاوے۔

(۲) چونکہ مجھکو مثنوی شریف کے دیکھنے کا شوق ہے اور حضرت کے یہاں اس کا درس ہوتا تھا اس لئے اپنا نسخہ مثنوی شریف ساتھ لے گیا تھا کہ درس میں بیٹھا کرونگا چنانچہ درس کے وقت حاضر ہوتا رہا اور اپنا نسخہ لیجاتا مولوی محب الدین صاحب یا مولوی شفیع الدین صاحب پڑھا کرتے اور حضرت اُس کی شرح فرمایا کرتے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ قاری نے ایک شعر پڑھا اور میرے قلب میں من کل الوجوہ اُس کی شرح آگئی اور یہ تصور کیا کہ یہ تو بہت ہی سہل ہے چنانچہ اُسی شرح کو حضرت نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔ جب نسخہ لے کر جائے اقامت پر پہونچا اور مثنوی شریف کھول کر دیکھا تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا سخت حیرت ہوتی تھی کہ یہ تو کل میرے ذہن میں قبل از تشریح حضرت صاحب آگئے تھے اب کیا ہوا جب حاضر درس ہوتا تو انشراح قلب کی وہی حالت پاتا۔ اُس وقت یقین ہوا کہ یہ محض تصرف شیخ ہے۔

(۳) میاں امیر احمد رامپوری کا واقعہ میرے سامنے کا ہے۔ امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں اور حضرت فرماتے تھے کہ ہاں جاؤ مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا اسواسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزایاب ہوں گا اس واسطے باوجود حضرت کے فرما دینے کے اُن کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور بار بار دریافت کرتے تھے۔

ایک روز حضرت نے چین بجبیں ہو کر فرمایا کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے میاں جاؤ تب میں نے اُن سے کہا کہ اب تم شک شبہ چھوڑو اور حضرت نے خود ارشاد فرمادیا ہے خدا کا نام لیکر چلو اللہ تعالی بہتر کریگا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ ہندوستان آئے اور چند روز دہلی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیجدئے گئے اور بالآخر تمام

مقدمات سے بری ہوکر اپنے گھر بخیریت تمام پہونچ گئے۔

حال (حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد نے جو حضرت قدس سرہ سے قرابت بھی رکھتے تھے) جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں کچھ کماتا تو ہمارا یہ افلاس دور ہو جاتا خدا جانے کیا کر دیا کہ یہ نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے حضرت اُسوقت تو سنکر چپ ہو رہے پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونیوالا ہے کہ وہ پچاس سو والے سب اس کی خادمی کریں گے اور ایسی شہرت ہوگی کہ اسی کا نام ہر طرف پکارا جائیگا اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا کچھ دیگا کہ اُن نوکروں سے یہ اچھا رہے گا جناب بھائی اسد علی صاحب کی ہی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور مولوی صاحب سے بہت خوش اُنہوں نے انتقال کیا اور تصدیق اس پیشین گوئی کی اپنی آنکھ سے دیکھ گئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص۱۲)

حال ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے اُنہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤں فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ دوسرا ایک اور آیا اُس نے بھی مشورہ لیا اُس کو فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ۔ سو جس کو ینبوع کے راستہ سے جانیکے لئے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی راستہ ہی کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اُس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا اور اُن سے الگ تکلیف پہونچی اور جسکو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا حضرت سے اسکی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اُس کو اُس راستہ کا مشورہ دیا اور اُس کو دوسرے راستہ کا اس میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اُس کو بتایا اور جب دوسرا آیا میرے دل میں اُس وقت یہی آیا جو اُس کو مشورہ دیا سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے (ذم ہوی وعظ دہم دعوات عبدیت ص۱۶۴)

حال ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آگئے کھانا کم تھا حضرت نے

اپنا رومال بھیجدیا کہ اس کو ڈھانکدو۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھالیا اور رکھا ہوا بچ گیا حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ کو خبر ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہئے اب تو قحط کیوں پڑے گا حضرت شرمندہ ہوگئے اور فرمایا کہ واقعی خطا ہوگئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا (امثال عبرت ص۱۸۲) **ف** اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کمال ایسے خوارق کو کمال نہیں سمجھتے اسی وجہ سے حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ نے اسپر نکیر فرمایا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے اس سے معذرت فرمائی۔

کشف وتصرّف

حال پیرجی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مجھسے ایک صوفی مشرب شخص نے ایک مرتبہ کہا کہ شاہ قیس رحمۃ اللہ علیہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں یوں ہی مزار بناکر مشہور کردیا گیا ہے ایک صالح صورت کی زبان سے یہ سنکر مجھے بھی شک پیدا ہوگیا اور نیت کی کہ حضرت سے تحقیق کرونگا چند روز کے بعد جب گنگوہ آیا تو اس قصہ کا بھی خیال آیا تصدیق کی نیت سے میں حضرت کے پاس جاکر بیٹھا چاہتا تھا کہ بات کروں مگر ہیبت کی وجہ سے بول نہ سکا تھوڑی دیر میں حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیچلاسہ میں ٹھیرے ہوئے تھے راؤ سراج الدین خاں نبیرۂ راؤ عبداللہ خاں ایک دن گنگوہ آئے میں نے حضرت کی زیارت کے لئے نیچلاسہ کا قصد کردیا جب ساڈھورہ پہونچا تو شہر کے اندر نہیں گیا بالا ہی بالا شاہ قیس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر نیچلاسہ روانہ ہوگیا وہاں پہونچکر حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھسے کہا تھا کہ حضرت قیس رحمۃ خانقاہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں حضرت مرشدنا نے فرمایا تم سے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قیس رحمۃ اللہ علیہ اُسی جگہ تشریف رکھتے ہیں اور جب میں ساڈھورہ حاضر ہوا تھا تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی تھی کیونکہ شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت

ہوں اسی طرح حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حال پر شاہ قیس رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عنایت فرمائی ہے کیونکہ شاہ رحم علی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہیں (تذکرۃ الرشید صـ۲۳۵)

حال مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار کرنال اور پانی پت دونوں جگہ کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا اصل قبر پانی پت میں ہے بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت میں بہت بیمار ہوئے تو کرنال کے معتقدین لانے کو گئے وہاں حضرت کا انتقال بھی ہو چکا تھا پانی پت والوں نے **نعش** جانے نہ دی تب یہ لوگ شرم مٹانے کو ایک خالی نعش کی صورت بنا کر لے چلے اور کرنال میں آکر پردہ کر کے دفن کر دیا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب کو وحشت طاری ہوئی تین روز تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب رہے مگر کچھ پتہ نہ چلا تھا آخر حضرت میانجی نور محمد صاحب رح کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیا بیٹھے ہو پھر قبر کھود کر دکھلا دیا کہ کچھ نہیں ہے (تذکرۃ الرشید صـ۲۳)

حال اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع فرما دیا یہ بھی فرمایا کہ جب میں قیدخانہ میں تھا تو میری تین سال کے لئے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضامن ہوئے لیکن انگریز سخت مزاج تھا اُس نے یہ کہکر کہ تینوں گنگوہ کے باشندے نہیں ہیں ضمانت نامنظور کر دی ماموں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو نہ چھڑالوں گا گنگوہ نہ آؤں گا چنانچہ وہ ساعی تھے اسی اثناء میں ہمارے حضرت گنگوہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا حضرت نے فرمایا کہ اُسکے چھوٹنے میں ابھی دیر ہے ہم اُس سے مل آئے ہیں اُنہیں ایام میں کہ میں قیدخانہ میں تھا خواب میں آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں پھر حضرت یہاں سے تشریف لے گئے اور میں ایک ماہ بعد چھوٹ آیا (تذکرۃ الرشید صـ۲۶۹)

حال ایام غدر میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبۂ کیتھل میں بھی کچھ دنوں مقیم رہے میں بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک بزرگ حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے سکھ لوگ اُن کے معتقد زیادہ تھے چنانچہ اُن کے ہمراہ سکھ بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گرو کی حالت دیکھکر حضرت حاجی صاحب کا ادب کیا کرتے تھے (تذکرۃ الرشید صہ ۲۳ جلد ۲)

اهتمام شریعت

حال جن لوگوں کے پاس خرچ کم رہگیا تھا یا وطن پہونچنے کی ضرورت تھی وہ رخصت ہوکر جہاز میں سوار ہو لئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مع اپنے خاص رفقاء کے یہاں سے جانے کا نام نہ لیا۔ ایک ماہ گزرنے پر آپ کے اکثر ہمراہیوں کے پاس زاد راہ قریب الختم پہونچ گیا اور باہم خفیہ مشورے ہونے لگے کہ کس طرح حضرت سے چلنے کی درخواست منظور کرائیں مگر رعب ولحاظ کے باعث کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی اور ہمت بھی ہوتی تو منظوری دشوار تھی غالباً یہی جواب ملتا کہ "جس کو عجلت ہو وہ چلا جائے" اس لئے ایک مرتبہ ضرورتمند اصحاب نے اعلیحضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ساری حالت عرض کی اور چاہا کہ حضرت کو حکماً ہندوستان جانے کو فرمادیں کہ ہمیں معیت کی نعمت سے محرومی نہ ہو چنانچہ اعلیحضرت نے درخواست منظور فرمائی اور حضرت امام ربانی سے فرمایا کہ مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو مگر ہمراہیان کے پاس خرچ کم رہگیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے اس لئے مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس ہوں اعلیحضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمالیا اور تہیہ سفر شروع کردیا اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا عین اسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آجانے کی وحشتناک خبر مکہ میں پہونچی مگر اس طرح کہ

تصدیق وتحقیق کی کوئی صورت نہ پائی ہرچند کہ اس خبر نے طبعی رنج وغم اور تحقیق کی طلب وفکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا لیکن اعلیحضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ سلسلۂ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہ ہوسکیگی جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہیگا (تذکرۃ الرشید ط۳۲) **ف** باوجود مفارقت کی ناگواری کے حضرت گنگوہی رح کیلئے ہندوستان کی مراجعت تجویز فرمانا اور خود اُس کی مصلحت بیان فرمانا کہ آپ کی ذات سے اہل ہند کو نفع ہے دلیل واضح کہ حضرت قدس سرہ کو مصالح شرعیہ کا کسقدر اہتمام تھا مشائخ میں اسوقت یہ امر کبریت احمر ہے۔

حال مولوی صاحب نکاح نہ کرتے تھے اور جناب بھائی اسد علی صاحب حضرت کے والد کو ادھر تو ترک نوکری اور اختیار درویشی کا رنج تھا ادھر یہ فکر ہوئی کہ دیوبند رشتہ کیا تھا آخر جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے فرمانے سے نکاح پر راضی ہوئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص۱۱) **ف** جذبات باطنیہ پر سنن نبویہ کی تقدیم کس درجہ اہتمام شریعت کا نشان دیتی ہے۔

اخلاق و احوال

حال حضرت قدس سرہ ایک مکتوب شریف میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ یہاں سے کسی نے آپ کی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیجدینے کو لکھا ہے اس لئے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا اشارہ وتحریک اس بارے میں نفرمادیں کیونکہ فقیر یا بگور صبح وشام ہے ایسی حالتمیں کسیکو تکلیف اس دور دراز سفر کی دینی مناسب نہیں ہے اس کے قبل مولوی منور علی نے محبت سے فقیر کے راحت وآرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اس بارے میں مولوی عزیز الرحمن ومولوی عبد اللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن فقیر کو اس کی خبر ہوئی تو دونوں صاحبان کو اس بارے میں کچھ اپنی طرف سے تحریک واشارہ

کرنے کی ممانعت لکھدی گئی ہے اس بارے میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کی خلاف مرضی سمجھنا چاہئے ہاں البتہ یہ پر سال سے یا اس کے ماقبل سے سنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کے تہیہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنیوالی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صورت میں آپ اُن کے زادراہ وغیرہ کا سامان فرماکر فقیر کو خبر دیں (مکاتیب رشیدیہ صا)

حال ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قبل اس کے بھی خط روانہ کرچکا ہوں۔ مطلب ضروری یہ ہے کہ فقیر کی وہ مثنوی تحفہ جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ ودرس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اُس پر کچھ مطالب وفوائد درج کئے تھے اس دفعہ اُس مثنوی کو مولوی عبداللہ صاحب انبہٹوی بوسیلۂ عزیزم ابو احمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے۔ اُن کی تلون مزاجی وعدم استقامت اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اس کا انجام اُن کے حوصلہ وحالت سے باہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پانچ چھ مہینے سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئی کو جو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لاحاصل شغل کی وجہ سے سخت تشویش وزیر باری میں ڈال رکھا ہے۔ وہ تنہا اپنی تجارت کے کام میں مشغول ہیں اس میں مشغول ہونے سے اُن کی تجارت کا سخت حرج ونقصان ہے اس لئے فقیر نے سیٹھ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوی کا طبع ہونا قطعاً موقوف کرکے فقیر کی دونوں مثنوی آپ کی خدمت میں مقام گنگوہ پہونچادیں۔ لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب ومولوی ابو احمد صاحب مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمر الدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگواکر رکھ لیں اس بارے میں توقف نہ فرمادیں وخط بنام مولوی عبداللہ صاحب ومولوی ابو احمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں

خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں (مہر) از مکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ سنہ ۱۳۱۱ ہجری (مکاتیب رشیدیہ صہ ۹)

حال ایک تیسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں اگر بی بی خیر النساء صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنے والی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ آسکتی ہوں تو آپ اُن کے خرچ راہ کا بندوبست فرما دیں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے آپ کی خدمت میں ادسکو روانہ کردونگا (مکاتیب رشیدیہ صہ ۲) **ف** ان تینوں مکتوبات میں کسی پر کسی قسم کا مالی یا بدنی یا نفسانی بار نہ ڈالنا مصرح ہے گو وہ شخص اپنا معتقد و جاں نثار ہی کیوں نہ ہو۔ اب تو مشائخ مریدوں کی جان و مال کو بلکہ اُن کے اہل و عیال کو بھی اپنی ملک بلکہ ملک سے بڑھکر سمجھتے ہیں کہ اپنی ملک میں تصرف کرتے ہوئے تو کچھ دل بھی دکھتا ہے یہاں اتنا بھی نہیں۔

حال ایک خط حضرت گنگوہی رح کو تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کیوجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں و تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے و تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے (مکاتیب رشیدیہ صہ ۴) **ف** کچھ حد ہے اس تواضع کی۔

حال ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقیر کی مثنوی شریف جو بعض حواشی و فوائد سے اپنی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی عبد اللہ صاحب بواسطہ مولوی ابو احمد صاحب باستبداد و اصرار اسکو بغرض طبع لے گئے تھے اور مشہور کر دیا ہے کہ فقیر نے خواہش اُس کے طبع کی کی ہے۔ فقیر حیران ہے کہ اول تو وہ حواشی و فوائد کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے تیسر طرہ یہ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ دس ماہ سے کچھ اُس کی ایک جزو بھی درست نہ کی فقیر نے اُن کو خط ممانعت کے کئی بار تحریر کرائے وہ ابھی تک اس کام سے باز نہ آئے آپکو متصدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی فقیر و قلمی ہر دو نسخہ مولوی عبد اللہ صاحب و مولوی ابو احمد صاحب سے طلب کرالیں اور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

ویسا ہوگا۔ یہ تحریر فقیر کی دکھاکر مثنوی شریف منگوالی جاوے (مکاتیب رشیدیہ ص۵)

ف اپنے کلام کو مفید نہ سمجھنا۔ اپنے مخلص خدام کی رائے کے اتباع کا عزم رکھنا جیسا اس قول میں ارشاد ہے کہ جیسی رائے آپ کی ہوگی انتہا درجہ کی تواضع ہے اور کسی کی تکلیف کو گوارا نہ فرمانا مثل اوپر کے مکتوبات کے اس سے بھی ظاہر ہے۔

حال اعلیٰحضرت حاجی صاحب کو اپنے لاڈلے اور چاہیتے پیارے ہندی قافلہ کے جدہ سے روانہ ہونے کی اطلاع مل چکی تھی باوجود ضعف و نقاہت کے سنت استقبال اور جوش محبت میں شہر سے باہر ملنے کی خواہش پوری کئے بغیر نہ رہ سکے خدا جانے کس وقت کے منتظر کھڑے اور راستہ کی جانب آنے والے قافلہ کا انتظار فرما رہے تھے جو وقت قافلہ باب مکہ پر پہونچا تو سب نے دیکھا کہ اعلیٰحضرت ٹپکے سے کمر باندھے ہوئے فصیل کے پاس کھڑے تھے۔ شیخ کے شیدا اور مرشد کے جاں نثار خدام اُسی وقت سواری سے نیچے اُتر پڑے اور بغلگیر ہو ہو کر خوب دل کھول کر ملے مولانا حکیم محمد حسن صاحب چونکہ کچھ پہلے پہونچ لئے تھے اس لئے پاس کھڑے ایک ایک کا نام و نشان اور پتہ بتاتے جاتے تھے اس لئے کہ شب کا وقت تھا اور قافلہ میں بہتیرے آدمی ایسے بھی تھے جن سے اعلیٰحضرت کو ملنے کا بہت کم اتفاق ہوا یا ملے ہوئے زمانہ مدید گذر چکا تھا اعلیٰحضرت میں سراپا خلق کی مسافر نوازی تھی کہ قافلہ کے ایک ایک متنفس سے اجنبی ہو یا واقفکار بغلگیر ہوئے اور جب تک وہی علیحدہ نہ ہوگیا اعلیٰحضرت نے اپنے سینہ علم و معرفت کے گنجینہ سے علیحدہ نہیں کیا۔ تو حضرات سے بغلگیر ہونا اور مسکرا مسکرا کر مزاج پرسی کوئی معمولی بات نہ تھی خصوصاً اس پیرانہ سالی و ضعف جسمانی کے وقت الغرض اعلیٰحضرت سارے قافلہ کو اپنی رباط میں لائے اور وہیں ٹھیرایا۔ یہ مکان اعلیٰحضرت کو اُسی سال ملا تھا بلکہ ابھی تک آپ نے اُس میں سکونت منتقل نہ فرمائی تھی اس لئے زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ اس مقدس جماعت کا اوّل اس مکان میں قیام ہو۔ صبح کو سارے مجمع کی دعوت بھی اعلیٰحضرت ہی کے دستر خوان پر ہوئی ہر چند کہ امام ربانی قدس سرہ نے عرض

کیا بھی کہ آدمی بہت ہیں مگر اعلیحضرت نے یہ فرماکر "کہ میری خوشی اسی میں ہے کہ سب احباب میرے یہاں کھاویں" مجبور فرما دیا (تذکرۃ الرشید صـ۲۳ـ۲) **ف** شفقت و تواضع و تحمل جس درجہ کے اس واقعہ سے ظاہر ہے حاجت بیان نہیں۔

حال ایکبار (حضرت گنگوہی رح) ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے میری لڑکی کی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اُس کے ہاتھ میں پانچ روپیہ شیرینی کے دئے میری لڑکی نے وہ روپیہ لے کر حضرت کے قدموں میں رکھدئے پھر دئے اُس نے ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے بھسلایا کہ تو تو میری بیٹی ہے لے لے مگر اُس نے مانا ہی نہیں حضرت نے فرمایا کہ آخر تو فقیر کی بٹی فقیر ہی ہے اس کے بعد یہ دعا فرمائی "ایں دختر صاحب نصیب است وہیچ عسرتے در دنیا نہ بیند زاہد وصالح خواہد شد" اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا الحمد للہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں ہے (تذکرۃ الرشید صـ۲ـ۲) **ف** بچوں پر شفقت تو عام بزرگوں کی عادت ہے مگر روپیہ بھی دینا اور ایسے زمانہ میں کہ اُس وقت کے پانچ کسی طرح بھی اس وقت کے بیس پچیس روپیہ سے کم نہ تھے یہ مال سے بے تعلقی کی اعلیٰ دلیل ہے اب تو اکثر مشائخ لینا ہی جانتے ہیں پانچ پیسے بھی ہاتھ سے ڈالنا مشکل ہے۔

حال بابت مسافر خانہ کے جو قریب پانچ سو اشرفی کے جمع تھیں مولوی بدرالاسلام کے سپرد کئے گئے ہیں باغوائے محض مخالفین کے حکام نے ضبط کرلیں فقیر تو پہلے ہی ایسے معاملات سے دست بردار تھا حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک یہ معاملہ آن پڑا پھر بھی فقیر نے اُس کی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ اُن کا روپیہ تھا اُن کے سالے احمد گاما کے حوالہ کیا گیا مسافر خانہ کے ساتھ بھی علاقہ نہ رکھا اُس کا ناظر مولوی بدرالاسلام صاحب کو کر دیا گیا یہ سب منجانب اللہ ہے فقیر دونوں حال میں خوش ہے ایسے امورات کے سننے سے بھی دل کو پریشانی بعض اوقات ہوجاتی ہے لہذا ایسے امور کے تذکرہ سے یہاں احباب

کو منع کر دیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہوا کرے (مکاتیب رشیدیہ ص۹) **ف** تعلقات غیر ضروریہ سے گو کسی تاویل سے وہ دینیہ میں داخل ہو سکیں دست کشی کھلی دلیل ہے خلو عن غیر اللہ کی۔

حال پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوروی نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کیمیا مرکبات سے بنتی ہے یا قدرتی جمادات سے آپ نے فرمایا کیمیا مرکبات سے بنتی ہے مگر تم اسکو ہرگز نہ سیکھنا ایک شخص نے مجھکو کیمیا کا نسخہ بتایا تھا میں نے کبھی اُس نسخہ کے بنانے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور نہ وہ نسخہ اب میرے یاد رہا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے میں نے اُس مہوس سے کہا کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں جو آیا ہوں تو اللہ کی تلاش کے لئے آیا ہوں کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا (تذکرۃ الرشید ص۲۴۵)

ف دونوں باپ بیٹے کا استغنار عن الدنیا اس شعر کا بے تکلف مصداق ہے ؎

وزیرے چنیں شہریارے چناں جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

شہادت مبصّرین برکمال

کسی مقبول بندہ کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل بروے نص انتم شہداء اللہ فی الارض یہ شہادت ہے۔

حال (حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ نے ایک خط میں ایک مخلص کو ارشاد فرمایا) تم تو دوسرے درجہ میں الحق کہ خود مرشدنا سے بھی مجکو جی سے اعتقاد و محبت نہیں (کیونکہ مولانا اس سے زیادہ کے پیاسے تھے) ایکبار خدمت میں حضرت کی بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں اور یہ اسواسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کر دوں اور حقیقۃ الحال کو عرض کر دوں

سواب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہورہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے اُس کے ہی ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی دوسرے درجہ میں ہے (مکاتیب رشیدیہ ص۵۵) **ف** ایک امام وقت کا کسی کی شان میں یہ الفاظ کہنا کہ جسکی پاپوش کی بدولت الخ کیا کچھ کم درجہ کی شہادت ہے۔

حال (حضرت گنگوہی رح کا ایک مخلص کو ارشاد) مجکو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہ اس طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا قصد بر آمد ہووے گا انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں (مکاتیب رشیدیہ ص۵۵) **ف** حضرت قدس سرہ کی توجہ کو مفتاح کامیابی فرمانا شہادت کمال کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔

حال ہاں اپنے مرشد کی نسبت میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے (مکاتیب رشیدیہ ص۶۳) **ف** یہ بھی حضرت گنگوہی کی شہادت ہے۔

حال اعلیٰحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی زیارت جو حضرت مولانا کو حاصل ہوئی اُس کا تذکرہ خود امام ربانی نے بارہا فرمایا کہ جب میں اور مولوی محمد قاسم صاحب دہلی میں اُستاد (حضرت مولانا مملوک العلی صاحب) سے پڑھتے تھے ہمارا ارادہ سلم شروع کرنے کا ہوا لیکن مولانا کو فرصت نہ تھی اس لئے انکار فرماتے تھے بالآخر میں نے عرض کیا کہ حضرت ہفتہ میں دو بار صرف پیر اور جمعرات یا جمعہ کو پڑھا دیا کیجئے خیر یہ منظور ہوگیا اور ہفتہ میں دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور اُن کو دیکھکر حضرت مولوی صاحب مع تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ لو بھائی حاجی صاحب آگئے حاجی صاحب آگئے اور حضرت مولانا نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا (تذکرۃ الرشید ص۴۱ جلد۱) **ف** حضرت مولانا مملوک العلی صاحب جس پایہ کے عالم تھے اُن کے سلسلہ میں بڑے بڑے علماء کے ہونے سے ظاہر ہے اُن کا اعتقاد اور تعظیم فرمانا کچھ معمولی بات نہیں خصوص ایسی حالت میں کہ

حضرت قدس سرہ کی عمر بھی کم اور شہرت بھی زیادہ نہ ہوئی تھی اور درسیات کی بھی تکمیل نہ فرمائی تھی جن کو علماء خاطر میں بھی نہیں لاتے ۔

حال آپ کے مناقب میں صرف یہ امر لاکھوں مناقب کے قائم مقام کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جب آپ کو مجاز فرمایا تو وہ دستار خلافت جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمائی اور اب تک آپ نے بحفاظت رکھ چھوڑی تھی مولانا کو عطا فرمائی (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۵۶ جلد ۲) **ف** حضرت قدس سرہ کے ملبوس کو اتنا بابرکت سمجھنا شہادت عظمیٰ ہے ۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہیں جب بندہ نے حج کا ارادہ کیا تو باوجود حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت و رخصت حاصل کر آنے کے عین روانگی کے دن بذریعہ تحریر میں نے حضرت کو اطلاع دی کہ بندہ آج روانہ ہوتا ہے آپ کے پاس سے جو تحریر آئی اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مجھے بھی یاد رکھنا اور اس کے بعد یہ شعر مسطور تھا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ۔۔۔ بیاد آر محبان بادہ پیما را

(تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۶۵) **ف** حضرت قدس سرہ کی توجہ کے طلب کا اہتمام مدعا کی دلیل ظاہر ہے

حال اعلیٰحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا جس وقت آپ اُس کو نکالتے تو اول دست مبارک میں لیکر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر لیکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے اُس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجکو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا جو شخص لیکر آیا تھا اُس سے کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہننا سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۶۰) **ف** اس کی دلالت بھی مثل واقعات بالا کے ظاہر ہے ۔

حال آپ کے مرشد برحق اعلیٰحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل مختلف فیہا میں

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ جو کچھ بھی تخالف تھا وہ منجانب اللہ اُس آزمائش کا معیار تھا جس سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ شیخ طریقت کے عمل اور سنت نبویہ کے اتباع میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور بصیرت و محافظت حفظ مراتب اسی درجہ میں آکر اس درجہ دشوار پڑا تھا جس کے اشکال رفع کرنے میں قطب وقت کا امتحان ہوا۔ اعلیحضرت حاجی صاحب عیاذاً باللہ مبتدع نہ تھے نہ ذرہ برابر بدعات کی جانب میلان تھا چنانچہ اہل بصیرت کے نزدیک حضرت کے کمالات علمیہ وفیضان قدسیہ اس پر دال ہیں اور عوام کے لئے براہین پر جو تقریظ اعلیحضرت نے تحریر فرمائی ہے وہ اس دعوے کی دلیل صریح ہے مگر بقول شخصے تا بنا شد چیزکے مردم نگوید چیزہا۔ اعلی حضرت کو وہ تشدد پسند نہ تھا جس کو امام ربانی نے اصلاح خلق واحیاء سنت کے لئے دانتوں سے مضبوط پکڑ رکھا تھا۔ تصوف کا یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ صاحب نسبت ہونے کے بعد منتہی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ایسا ضروری نہیں جیسا کہ مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ سلف صالحین کی سوانح اس قسم کے واقعات اور بعض بعض مسائل میں مرید کا پیر کے فعل کو قابل اتباع نہ سمجھنے کی حکایات سے بھری پڑی ہیں اولیاء اللہ کا تو کیا ذکر صحابۂ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں اہل بصیرت کو اس کا پتہ چلتا ہے مگر چونکہ یہ وقت اس بحث کا نہیں اس لئے اس کو چھوڑتا ہوں مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مسلمہ کی بناء پر اعلیحضرت کی طرف سے اہلیت واستعداد تام کا پروانہ لئے پیچھے صاحب نسبت مجاز طریقت بنکر اعلیحضرت کے اس خیال سے امام ربانی کا موافقت نہ فرمانا شریعت میں تو کیا طریقت میں بھی کسی الزام کا باعث نہیں ہو سکتا مگر باایں ہمہ اس اختلاف سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا حفظ مراتب کے کمال معنوی میں امتحان پورا ہو گیا کہ آپ نے اعلیحضرت کو شیخ اور طریقۂ نبویہ کا راہبر سمجھا تھا خود نبی یا رسول نہیں سمجھا تھا واسطہ اور ذوالواسطہ کا فرق انسان کے لئے کھلی ہوئی بات ہے مگر یہاں اس امتیاز کا قائم رکھنا بہتیروں سے نہیں ہو سکا ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اختلاف امتی رحمۃ حق ہے

جانبین کے متمسک، اور خیال ورائے کی وجہ للہیت اور اخلاص تھی ادھر درجہ محبوبیت میں غلو تھا اور خلق پر بایں طور شفقت ونرمی محمود سمجھی گئی تھی تو ادھر محبیت میں استغراق تھا اور ارشاد واصلاح خلق کا یہ طریقہ تفقہ کے ساتھ اتباع سنت سمجھا گیا تھا جو کچھ بھی ہو بدنفس معاندین کے لئے اس بحث میں پڑنا سبب ضلال ہوگیا اور جس نے جو چاہا کہا مگر خدا شاہد ہے بات یہ تھی کہ لاریب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو قدوۃ العلماء اور جامع شریعت والطریقت نائب رسول بنکر اس طریق کا اختیار فرمانا جو بظاہر شیخ کے قول وعمل سے ظاہر ہو رہا تھا وہ زبردست لغزش تھی جو آپ کو اس مرتبۂ عالیہ تک پہونچنے کے لئے وہ مضبوط دیوار بنکر روکنے والی تھی

بے ادب را اندریں رہ بار نیست　　جائے او بردار رشد در دار نیست
از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم گشت از فضل رب

آپ کی استقامت کا در فرید اس بال سے زیادہ باریک راستہ میں بھی آفتاب نصف النہار کی طرح ایسا چمکا کہ عالم نے دیکھ لیا اور منصب ارشاد ونیابت کا بے بہا تاج اس تحفظ مراتب ومحافظہ حدود کے درجہ میں بھی آپ کے فرق اقدس پر ایسا جلوہ نما رہا کہ گوشہ ہائے دنیا اس سے آگاہ ہوگئے لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ اپنی اپنی نسبت اور خداداد عطیہ ونعمت کے ثمرات ہیں روحانی باپ بیٹوں کے خیال اور رائے کا فرق بس یہ تھا جو عرض ہوا گر بایں ہمہ ادھر شفقت ورافت میں امام ربانی کی طرف سے مطلق فرق نہ آیا تھا اور ادھر عقیدت وادب میں اعلحضرت مرشد العرب والعجم کی جانب سے جبہ برابر تفاوت پیدا نہوا تھا اگر یہاں سے خط جانے میں توقف ہوتا اور خیریت معلوم ہونے میں چند روز کی دیر ہو جاتی تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیتاب ہو جاتے اور بار بار خیریت طلب خط پر خط ارسال فرمایا کرتے تھے اور اگر اعلیحضرت کا کوئی والانامہ موسم حج کے علاوہ کسی کے ہاتھ آگیا تو امام ربانی خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے اور احباب کو بار بار مژدہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی عافیت مزاج بے موسم معلوم ہوگئی حضرت حاجی صاحب کا تعلق

شفقت و محبت مکاتیب رشیدیہ سے معلوم ہوگا جس میں بارہ خطوط اعلحضرت کے بنام حضرت امام ربانی درج کیے گئے ہیں تاہم اس جگہ اتنا عرض کردینا ضرور ہے کہ نزاع پسند اور خلاف دوست طبیعت والے اصحاب نے جی توڑ کر کوششیں کیں کہ دو مقدس دلوں میں کسی طرح شکر رنجی پیدا ہوجائے مگر یہ دل وہ دل نہ تھے کہ ان کج رفتاروں کے قابو میں آجاتے اور متاثر ہوکر نامراد حرماں نصیبوں کی مراد پوری کرتے۔ اُدھر یہ لگایا جاتا تھا کہ مولانا گنگوہی مولود کرنے والوں کو کافر و مشرک بتاتے ہیں جن میں آپ بھی شامل ہیں اور اِدھر یوں کہا جاتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب نے آپ کی بیعت اور اپنے سے بے تعلق و جدا فرما دیا تفرقہ انداز تمام اپنی سعی میں کوتاہی نہ کرتے تھے مگر طرفین کا وہ قلبی علاقہ جو حق تعالیٰ شانہ کا جوڑا ہوا تھا کسی کے توڑے نہ ٹوٹا پر نہ ٹوٹا۔ بدگونیاں جب حد سے گذریں اور متوحش افواہیں چارطرف پھیلیں تو حضرت امام ربانی نے عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ ان باتوں کی اصل کیا ہے اعلیٰ حضرت کی طرف سے جو طویل والا نامہ جواباً آیا تھا اُس کو ملخصاً ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی۔ متع اللہ بطول حیاتہ و دام اعدائہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مکتوب برکت اسلوب مورخہ چہارم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب ورود مسرور لایا ممنون و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو باین عنایت و محبت مکروہات دارین سے محفوظ رکھکر کونین میں درجات عالیات قرب و رضا عطا فرمائے مولانا آپ کی تحریر باعث انشراح قلب و موجب جمعیت خاطر فقیر ہے اسلئے آرزو ہے کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت و حالات ظاہر و باطن وغیرہ سے مسرور و تہیج فرماتے رہو آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت و شگفتگی پیدا ہوئی ع

اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القا ہوا ہے

دیا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی و ادبار ہے خارج کرنا چہ معنی فقیر تو تم علماء صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں چلا وے و بارے وہ شخص مدبر ہے جو تم مقدس و مقتدائے زماں سے کچھ دل میں کینہ یا سوء ظن یا بدعقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔ فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و اقوال و افعال کو منبع حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے الخ۔ آخر میں تحریر فرماتے ہیں اسی لئے فقیر نے مسائل مختلف فیہا کے باب میں کوئی آپ کی تحریر دیکھی نہ پڑھی نہ اسکی تفتیش کی غرض کیا ہے کیونکہ فقیر تو آپ کے سب اقوال کو موافق شرع جانتا ہے اگرچہ بعض مسائل میں موافق نہیں اور اس اختلاف کو صحابہ کا اختلاف سمجھتا ہے اور آپ کے ہر قول کی تاویل و توجیہ میرے دل میں نہایت جمعیت بخش و تسلی دہ ہے۔

اس جانب اعلیٰحضرت کے ساتھ محبت کی جو حالت تھی اُس کو کیونکر ظاہر کیا جائے جبکہ ضبط و استقلال کا یہ عالم تھا کہ محبت رسول جس میں آپ کو استغراق تھا وہ بھی ایسی نہ کھل سکی کہ ہر دیکھنے والا آپ کو عاشق رسول سمجھے۔ آپ کی روحانی قوت اور عالی ظرف قلب کی وہ برداشت جس نے ثمرہ محبت کو اطاعت و امتثال میں محدود سمجھ کر آپ کی ساری عمر کو پاک شریعت مصطفویہ کی خدمت میں گذارا اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجز پابندی فرمائے محبوب کے اور کسی انداز کے ساتھ محبت و عشق کا ظہور نہ ہوا تاہم جو وقت اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر وحشت اثر ہندوستان میں پہونچی اور حضرت امام ربانی کے کانوں میں پڑی اُس وقت صدمہ سے جو حال آپ کا ہوا وہ پاس رہنے والوں نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ کو وہ استقلال تھے جگر گوشہ اولاد اور ثمرۃ الفواد قرۃ العیون کے متواتر صدمات پر آپ پر وہ اضمحلال ہرگز طاری نہیں ہوا جو مرشد العرب والعجم کی دنیادی مفارقت سے آپ پر

ہویدا ہوا کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے کسی سے بات چیت کرنا یا مجمع میں بیٹھنا آپ کو گوارا نہ ہوسکا آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوتے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے مگر مینا بہہ جاتے تھے سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلیحضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا شاید دنیا میں کسی کو ایسا صدمہ نہوا ہو۔ مہینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ شب کو چارپائی پر لیٹتے ہی خدام کو رخصت فرما دیتے اور خلوت میں پلنگ پڑے ہوئے گھنٹوں رویا کرتے تھے بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت میں جا پہونچے ہیں انھوں نے ایسی آواز سنی ہے جیسے دیگچی کو آگ پر رکھدیا جاتا ہے اور وہ جوش مارتی ہے۔ یہ آپ کا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ غم کو پی جاتے اور اسی حالت پر آجاتے تھے جو مطمئن اور صاحب راحت وسکون شخص کی ہونی چاہیئے ضرورت نہ تھی کہ آپ کے اس مخفی حال کا اظہار کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ نے بقیہ عمر میں خود ہی کبھی اسکا اظہار نہ چاہا ہو مگر ضرورت نے مجبور بنا کر یہ مضمون لکھوایا۔ رنج وغم کے متعلق آپ کی یہ حالت حالانکہ مہینوں رہی مگر جب اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے تو یہی فرمایا کرتے کہ مجھے حضرت کے ساتھ وہ محبت نہیں ہے جو دوسروں کو ہے۔ اسکا یہ مطلب تھا کہ آپ اس محبت کو بھی کافی اور قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اس حالت محمودہ میں بھی آپ اپنے کو دوسروں سے کم اور دوسروں کو اپنے سے زیادہ سمجھے ہوئے تھے اندر سے آپ کا جی چاہتا تھا کہ کاش اس سے بھی زیادہ تعلق ومحبت قلب کو عطا ہو۔ اعلیحضرت کی دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونا اور بیتاب ہوجانا جو کچھ بھی خلوت میں ہوتا تھا اُس کا تو خاص ہی لوگوں کو علم ہے مگر عام لوگوں نے اتنا مضمون ظاہر بھی دیکھا ہے کہ جب مجلس میں اعلیحضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نو وارد مہمان تعزیت کے کلمات کہتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور بیچین ہوجاتے تھے آپ کا جی چاہتا کہ چیخیں ماریں مگر ضبط کو کام میں لاتے اس کشاکشی سے آپ کے حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جس کا رفع ہونا گھنٹوں میں مشکل پڑجاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت دیکھکر واقفین وحاضرین نے اس تذکرہ سے اجتناب

کرلی اور جو نووارد یا اجنبی شخص آتا اُس کو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلیحضرت کے وصال پُر ملال کا ذکر نہ فرما دیں (مکاتیب رشیدیہ صـ۱۸۴) **ف** باوجود ایسے واقعات کے جنسے ایک ظاہر بیں عالم کے گو وہ علامہ ہی ہوتا حضرت قدس سرہ سے قطع تعلقات کے موجب ہونیکا احتمال ہو سکتا تھا ذرہ برابر تعلق میں کمی نہ ہونا جس اعتقاد و عشق کی خبر دیتا ہے وہ دلالت علی المدعا میں اقوی دلیل ہے۔

حال ایک دن مولوی امیر شاہ خاں صاحب نے حضرت (گنگوہی) قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُن کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اُس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب میں بڑی اچھی چیز ہے ان بیچاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر اُنہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا کہنے لگے کہ تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے اُس کی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں غرض تمام حلیہ بیان کر دیا اُس وقت وہ درویش بہت نادم ہوئے اور اقرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں ابتداء جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اُس کے دھیان میں رہنے سے اُس کی شبیہ میرے قلب میں آگئی اب جب کبھی طبیعت بیقرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اُسکو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔ مولوی امیر شاہ خاں صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرما دینگے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا سنکر خاموش ہو گئے جب کئی مرتبہ مولوی صاحب نے بات اُٹھائی تب حضرت نے ارشاد فرمایا "بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ اُن کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہونچتی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی

تعلق برسول رہا ہے اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت وسرنگوں رہے (تذکرۃ الرشید ص۱۹۶) **ف** کیا ایسا قوی تعلق بدون اعتقاد کامل بلکہ اکمل کے ہو سکتا ہے۔

حال مولوی شاہ صادق الیقین مرحوم نے حضرت گنگوہی کا یہ ملفوظ حضرت قدس سرہ کی نسبت نقل کیا ہے۔ حضرت صاحب ہرچہ می فرمایند درست می فرمایند (تذکرۃ الرشید ص۲۵۲)

ف وجہ دلالت ظاہر است۔

حال یہی حال جناب حاجی امداد اللہ صاحب سے تھا۔ تھانہ بھون میں آتے جاتے ملاقات کر آتے۔ یا وہاں مقام ہی ہوتا۔ سبحان اللہ کیا جلسہ تھا پیر محمد والی مسجد میں وہ گلزار تھا کہ شب و روز سوائے ذکر اور قال اللہ اور قال الرسول کچھ اور دھیان نہ تھا آخر شب میں ذکر جہر کا یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اُٹھتے اور توفیق ذکر اللہ کی پاتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص۱۰) **ف** یہ شہادت ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کی۔

حال حضرت گنگوہی رح کی عبارت امداد السلوک کے خطبہ میں۔ افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیۃ مظہر الفیوضات المرضیۃ معدن المعارف الالہیۃ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج اقرانہ قدوتہ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام من مدائحہ البالغۃ واعجزت الصیف النو شمائلہ الکرائم الساطعۃ یغبطہ الاولون والآخرون من شعارہ ویحیدہ الفاجرون والغافلون من دثارہ مرشدی معتمدی وسیلۃ یومی وغدی مولائی ومعتمی سیدی سندی الشیخ الحاج المشتہر بامداد اللہ الفاروقی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والہدایۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ والغوایۃ استعانہ نمودہ وباذیال فیضان وعاطفتش پناہ جستہ ورنہ صلاحیت ایں امر نمیداشت وبایں راہ پائے نمیتوانست افراشت (امداد السلوک ص۱)

ف یہ القاب کس اعتقاد کا نشان دے رہے ہیں۔

حال اشعار حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بحق مقتدائے عشقبازاں　　رئیس پیشوائے مقتدایاں
امامِ راستبازاں شیخِ عالم　　ولیٔ خاص صدیقِ معظم
شہِ والاگہر امدادا للہ　　کہ بہر عالم است امداد اللہ

(امداد السلوک ص۹۵) **ف** یہ مولانا نانوتوی کی شہادت ہے **ایقاظ** یہ حضرات ائمہ ثلاثہ اس درجہ کے ہیں کہ اگر حضرت قدس سرہ کے کمال کا اُن کے سوا کوئی بھی شاہد نہ ہوتا تو مضر نہ تھا چہ جائیکہ اور بہت کاملین ظاہری وباطنی کے اقوال ومعاملات بکثرت شہادت دے رہے ہیں چنانچہ گذشتہ دو سرخیوں سے ایک استفادہ علماء وقبول مشائخ اور دوسرے ہجرت مکہ معظمہ اور تیسرے ملفوظات کے حصہ سوم سے مختصراً یہ واضح ہوسکتا ہے۔

صورت وسیرت

حال سر مقدس کلاں وبزرگ ہے اور پیشانی کشادہ وبلند ہے اور انوارِ حقانی پیشانی مبارک سے واضح ولائح ہیں۔ ابرو وسیع وخمدار۔ چشمان مبارک کلاں ہیں اور ہمیشہ خمار ذوقیہ ربانیہ میں سرشار رہتی ہیں۔ رنگ شریف گندم گوں ہے نحیف الجسم معتدل القامت۔ گو نہ مائل بطوالت لیکن نہ اتنا کہ طویل کہنے کے قابل بلکہ جیسا کہ قامت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیا ہے خفیف العارضین طویل اصابع الیدین گویا حجازی ہیں فصیح البیان عذب الکلام کثیر المروت عظیم الاخلاق جب کسی سے بات کرتے ہیں بکمال بشاشت وخوشی تبسم فرماتے ہیں اور افضل ترین اخلاق حضرت ایشاں تخلق باخلاق قرآن ہے کما ورد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی وصف خلقہ صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اخلاق حسنہ کہ قرآن شریف میں اُن کی مدح ہے ذات مبارک میں

جمع ہیں اور جتنے اخلاق رذیلہ کہ قرآن شریف میں اُن کی برائی ہے بالطبع اُن سے متنفر۔ اتباع سنت سنیہ واجتناب بدعات قبیحہ عادات جلیلہ سے ہے اور استقامت بہ شریعت غرا وطریقت بیضا اخلاق لازمہ رضیہ سے ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ والکرامۃ تحصل بعد الاستقامۃ خمیر شریف آپ کا ہے ذات پاک صاحب اشارات علیہ وحقائق قدسیہ جامع انوار محمدیہ ومنازل عرشیہ ہے۔ دال علی اللہ السبحان وعلی سبیل الجنان وداعی الی العلم والعرفان ہے اور حامل لوا معارفان وضیاء قلوب ناقصان ومبین اسرار وکاشف ومظہر عوارف معارف مربی علم وحال صاحب ہمت ومقال ہے۔ طریقہ شریفہ آپ کا متضمن جذب ومجاہدہ وعنایت ہے۔ سکر آپ کا ادب کو پہونچاتا ہے۔ اور صحو مقامات حجاب ترقی کو پہونچاتا ہے۔ حقائق توحید سامی باشریعت دمساز ہیں و اسرار مجاہدات گرامی معرفت سے ہمراز۔ اولیاء عصر آپ کی ولایت پر اجماع رکھتے ہیں۔ اور علمائے زمان آپکے علو منزل کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے علوم اسماء وصفات سے آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور معارف خاص و خصوصیات علوم اعلی سے مقامات مرحمت فرمائے ہیں۔ اور مقام اکبر ومدد اکثر وعطائے انفع ونوال اوسع پر ممتاز فرمایا ہے (شمائم امدادیہ صہ ۳۵)

ذکر بعضے خلفاء اعلے حضرت قدس سرہٗ

حضرت کے فیوض وبرکات اقصائے عالم میں اور مختلف ممالک میں اسقدر دور پہونچے تھے کہ آپ کے خلفاء کا حصر واحصاء محال عادی ضرور ہے مگر صرف ہندوستان میں جن بعض کے اسماء مبارکہ اہل قلم نے اپنی یاد کے موافق ضبط کئے ہیں اُن کو نقل کرتا ہوں۔ بعد ازآں اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوے سبقت لے گئے بعد ازاں وارث علوم دین مستفیض بہ فیضان یقین حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی کہ کشف اسرار دقائق علوم الہیہ میں ایک آئینہ آیات الٰہی سے تھے۔ منتظم سلسلہ بیعت

ہوئے نور اللہ ضریحہ بعد اُن کے علامۂ عصر حضرت مولوی عبد الرحمن کاندہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وحضرت مولوی محمد حسن پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ وجامع علوم الٰہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسۂ دیوبند نور اللہ مضجعہ وحضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری وجناب ادیب اریب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر اجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری ادامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ وعالیجناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مراد آبادی وصاحب تالیفات کثیرہ حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں خاطر میسوری ومدرس بے نظیر ذکی وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن امروہوی الپٹیالوی مدرس اول مدرسۂ دار العلوم کانپور سلمہ والبقاہ وحضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم مغفور وحضرت الحاج المولوی محمد شفیع نورنگ آبادی بلند شہری وحضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی وحضرت جامع فضل وکمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری وحضرت فاضل متورع تقی الحاج مولانا محمد افضل ولایتی وحضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج مولانا السید محمد فدا حسین الرضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وغیرہم رزقہم اللہ سبحانہ حلاوۃ الایمان وختم اللہ لہم علی الایمان والعرفان داخل طریقۂ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلہ مسترشدین میں آئے (شمائم امدادیہ صہ۲۶)

احقر کہتا ہے کہ اس ہی جماعت میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی ہیں اور بعض حضرات کے نام خود حضرت رح نے ضیاء القلوب میں تناً وحاشیۃً تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں مولوی رشید احمد صاحب سلمہ ومولوی محمد قاسم سلمہ عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی وحافظ محمد یوسف تھانوی ومولوی کرامت علی صاحب ساکن ضلع انبالہ ومولوی محمد ابراہیم ساکن موضع اجراور راد اند کہ اوشاں نیز مجاز اند ونیز عزیزم حکیم ضیاء الدین کہ خلیفۂ خاص حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندہم مجاز اند۔ ان میں سے بعض حضرات کے مستقل سوانح بھی ہیں جیسے تذکرۃ الرشید وسوانح حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح۔

خاتمۂ مختصرہ

حال حضرت قبلہ کی کچھ عمر زائد نہ تھی کل چوراسی سال تین مہینے بیس روز کا سن شریف تھا مگر کچھ خلقۃً ضعیف نحیف اللحم تھے اُسپر مجاہدات و ریاضات وتقلیل طعام و منام پھر ہجوم خواص وعوام اور سب سے بڑھکر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے ان اسباب سے آخر میں اسقدر ضعف ہوگیا تھا کہ کروٹ تک بدلنا دشوار تھا کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہر وقت نشۂ لقاء میں سرشار تھا اسی میں اسہال شروع ہوگیا مگر نظافت ولطافت و استقلال و استقامت وشفقت بحال تربیت طالبان خدا میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ آخر ضعف زائد ہوتا گیا حتیٰ کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ روز چہار شنبہ وقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ اہل مکہ) میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر رح کے رکھے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون واقعی یہ ہے کہ ایسا شیخ کامل مکمل کسی نے کم دیکھا ہوگا۔ اللھم ارفع درجتہ فی اعلے علیین و اخلفہ فی عقبہ فی الغابرین اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ آمین یارب العالمین حقیر نے ایک مختصر مادہ تاریخیہ کہا ہے حیٌّ بخُلد دخل کہ قول اولیاء اللہ لا یموتون سے مستنبط ہے۔ حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رؤیا میں مشرف بزیارت ہوئے اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے اس پر ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جس میں حضرت رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں اور خطاب کرکے فرماتے ہیں شعر۔

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی ۔۔۔ نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

سبحان اللہ اس خواب میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علو مقام و قرب تام پر کئی وجہ سے دلالت ہے اول مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیہ۔ و رفعناہ مکانا علیا و حدیث کثبان مسک کے رفعت مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ دوم خیمہ میں ہونا جو حسب آیہ۔ حور مقصورات فی الخیام نعیم جنت سے ہے۔ سوم خیمہ کا سفید ہونا کہ۔ احب الالوان البیاض اونحوہ وارد ہے

ونیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے۔ چہارم تعلیم وتلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پنجم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رضؓ کو بدولت اس پستی و نیستی کے جو خاص مشرب و مذاق حضرت کا تھا جیسا اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں ملی ہیں اسی لئے اس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ششم مثنوی شریف کے مضامین میں (کہ حسب قول اہل حقیقت کے معنیً کلام حق ہے) آپ کی روح مطہر کا مستغرق و مشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی معنوی رحہ ہے اور حسب آیۃ مع الذین انعم اللہ علیھم الخ دلیل قرب الٰہی ہے۔ ہفتم حضرت رضی اللہ عنہ کی شفقت و توجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان و سکون پر جس سے ظہور مضمون۔ لاتخافوا ولا تحزنوا کا بخوبی ہوتا ہے اور اس سے افاضۂ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں ایسا ہی خواب رؤیا صالحہ کہلاتا ہے۔ جس کے باب میں ارشاد نبوی ہے۔ یراھا المسلم اوتری لہ والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔

حال متعلق وصال شریف۔ کمال

آمدہ خط مکہ معظمہ سے جو حضرت صاحب کے مرض وفات میں آیا تھا معلوم ہوا تھا کہ حضرت صاحب اُس حالت میں مستغرق رہتے تھے اور افاقہ میں کبھی اشعار عشقیہ پڑھتے جس سے سامعین کو بڑا سوز وگداز ہوتا ایک شعر بھی لکھا تھا اُس خط کی نقل ضائع ہوگئی ایک مصرع قریب قریب یہ تھا ع یہ منزل عشق کی ہے اسمیں آئے جس کا جی چاہے **ف** حضرت صاحب پر توحید اور عشق کا نہایت غلبہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس حالت استغراقی میں اور زیادہ انکشاف ہوگیا تھا توحید وعشق کے کمال ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (توجہ یعنی ۱۲)

کمال بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب نے مرض وفات میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بن ملّا نواب صاحب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے اُن کو بہت اُنس تھا یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہو اُنھوں نے کہا کہ مناسب نہیں آپ نے حسب عادت فرمایا اچھا جیسی مرضی ہو غرض جب جنازہ لے چلے ایک عرب بولا۔ اذکروا اللہ

سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کر دیا **ف** اس سے علاوہ ایک کرامت کے حضرت صاحب کا غایت حب ذکر اللہ صاف ثابت ہے اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میت اس کو ادراک کر کے متلذذ ہو سکتا ہے۔

اطلاع نمبر۱ احقر نے خطبہ کے اخیر میں جو ترتیب رسالہ کے قبل لکھ لیا تھا لکھا ہے کہ کچھ سینہ میں محفوظ ہے ارادہ تھا کہ ترتیب کے وقت یاد سے کچھ کچھ لکھوں گا مگر ہجوم مشاغل کے سبب ذہن نے مساعدت نہیں کی اس لئے اس سے معذور رہا اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو شاید دوسرا وقت فرصت کا اس کے لئے نکل آوے۔

اطلاع نمبر۲ اثناء ترتیب میں یہ بھی خیال تھا کہ ایک مختصر تذکرہ حضرت رحمہ کے خلفاء و اخوان طریقت و مشائخ قریبہ کا لکھ کر اس کا ضمیمہ بنا دیا جاوے مگر وقت کی تنگی سے اس وقت اس کا بھی انتظام نہیں ہو سکا اور اس تیار شدہ کے اشاعت میں اس کے لئے دیر کرنا اچھا نہ معلوم ہوا اس کے لئے بھی دوسرے وقت کا انتظار ہے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

تمہید مکتوبات آیندہ

خدا کا شکر ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری مسمی بہ "**امداد المشتاق**" ختم ہوگئی اب آگے حضرت رحمہ کے وہ مکتوبات جو جناب مولانا محمد وحید الدین صاحب رامپوری نے جمع فرمائے تھے اور وہ اب تک کہیں شائع بھی نہیں ہوئے درج کئے جاتے ہیں۔ چونکہ ان مکتوبات کے مخاطب اکثر وہ حضرات ہیں جو اپنے وقت کے شیخ بلکہ غوث و قطب تھے اس لئے ان مکتوبات کے مضامین بھی نہایت عالی اور مسائل سلوک سے مملو ہیں گویا ہر خط سلوک کا ایک مستقل درس ہے۔ اور چونکہ بعض مضامین ان میں ایسے عالی بھی تھے جو فہم عوام بلکہ فہم بعض خواص سے بھی عالی تھے اسلئے حضرت مولانا مولوی محمد **اشرف علی** صاحب دام ظلہم العالی نے ان مکتوبات پر توضیح کے لئے ضروری حواشی بھی تحریر فرما دئے ہیں اور اس لئے کہ ہر شخص ان مکتوبات کے مضامین عالیہ سے مستفید ہو سکے احقر نے اپنے مخدوم مکرم مولانا مولوی عبد الحی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے اُن کے ترجمہ کے لئے عرض کیا ممدوح نے اسکو نہایت خوشی سے قبول فرمایا اور پورے مکتوبات کا سلیس ترجمہ کر دیا اور حضرت مولانا تھانوی نے ان مکتوبات کا نام **مرقومات امدادیہ** اور اپنے حواشی کا نام **المعلومات الارشادیہ علی المرقومات الامدادیہ** تجویز فرمایا جیسا کہ حواشی کی تمہید سے معلوم ہوگا اب بنام خدا مکتوبات کو اسطرح شروع کیا جاتا ہے کہ ایک کالم میں اصل اور دوسرے کالم میں اُن کا ترجمہ

وباللہ التوفیق وہو خیر رفیق حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان سے منتفع فرمائے اور ان کے طفیل میں اس روسیاہ کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کے برکات سے مالا مال فرما دے ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔ والسلام

(احقر شبیر علی مدیر رسالہ النور)

(فوٹو آفسٹ پرنٹرس بلیماران دہلی)

ضمیمہ

اِمداد المُشتاق

(۳)

حضرت حاجی اِمداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے اساتذہؒ

۱۔ مولانا سیّد محمد قلندر محدّث جلال آبادی
۲۔ مولانا عبد الرزاق جھنجانوی
۳۔ مولانا ابو الحسن حسن کاندھلوی
۴۔ مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری

مُرتّبہ
نورُ الحسن راشد کاندھلوی

"شمائم امدادیہ" اور "امداد المشتاق" میں حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے چھ اساتذہ کا ذکر آیا ہے: مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ[1]، مولانا ابوالحسن کاندھلویؒ[2]، مولانا عبدالرزاق جھنجھانویؒ[3]، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ[4]، مولانا عبدالرحیم نانوتویؒ[5]، اور مولانا رحمت علی تھانویؒ[6]، عجیب اتفاق ہے کہ ان میں اوّل الذکر پانچ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے شاگرد ہیں۔ مولانا رحمت علی کے متعلق اس وقت تک کوئی معلومات نہیں ہیں۔ خیال ہے کہ جب کبھی اُن کے حالات دریافت ہوں گے تو یہ بھی حضرت مفتی الٰہی بخش کے شاگرد نکلیں گے۔ مولانا عبدالرحیم نانوتوی کے حالات بھی مفقود ہیں۔ بقیہ چاروں اساتذہ کے کم و بیش حالات ملتے ہیں۔ مولانا محمد قلندر محدث اور مولانا عبدالرزاق کے نسبتاً قلیل اور مولانا ابوالحسن اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے مفصّل حالات مل جاتے ہیں۔ اِن سب کی زندگی اور خدمات کا مختصر ساخاکہ آیندہ سطور میں آرہا ہے۔

---

[1] شمائم امدادیہ ص ۱۱-۱۴ (لکھنؤ ۱۳۱۴ھ) امداد المشتاق ص ۱۰-۱۲ (تھانہ بھون ۱۳۹۰ھ)

[2] شمائم امدادیہ ص ۱۰۰، امداد المشتاق ص ۷۹۔ [3] شمائم امدادیہ ص ۱۲-۱۰۰، امداد المشتاق ص ۱۱-۷۹۔

[4] شمائم امدادیہ ص ۲۱۷، امداد المشتاق ص ۱۹۵۔ [5] شمائم امدادیہ ص ۱۱، امداد المشتاق ص ۱۰

[6] شمائم امدادیہ ص ۱۰، امداد المشتاق ص ۹۔

حضرت مولانا سیّد محمد قلندر محدّث جلال آبادی

ایک زمانہ تھا کہ نجیب آباد (جو آج کل ضلع بجنور یوپی کا ایک قصبہ ہے) مجمعِ علوم اور مرکزِ علماء تھا۔ نواب نجیب الدولہ کی علم پروری اور قدردانی کی وجہ سے دُور دراز سے علماء اور شریف خاندانوں نے نجیب آباد کا رُخ کیا۔ اِنہی معزّز خانوادوں میں ایک گھرانا سادات کا بھی تھا جو نجیب الدّولہ کی وفات اور ضابطہ خاں کے غوث گڑھ کو مستقر بنالینے کے بعد غوث گڑھ منتقل ہوا۔ غوث گڑھ کی تباہی کے بعد یہ خاندان جلال آباد پہنچا اور وہیں کا ہو رہا۔ اسی خاندان کے ایک فردِ فرید حضرت مولانا محمد قلندر محدّث جلال آبادی ہیں۔

مولانا محمد قلندرؒ کی ولادت وطفولیت کی نسبت معلومات دستیاب نہیں۔ تعلیم شروع سے آخر تک خاتمِ مثنوی مولانا رومؒ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ[1] سے حاصل کی[2]۔ تمام علوم میں اپنے استاذ کا عکس اور مثنیٰ تھے، مولانا محمد قلندر کے یہاں ہر وقت درس

---

[1] حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش نشاط کاندھلوی مولانا محمد شیخ الاسلام ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹ء) میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، متوسطات سے منتہیانہ کتابوں تک حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے پڑھیں اور اکثر اسباق میں حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے رفیقِ درس رہے۔

[2] تذکرہ مفتی الٰہی بخش ص۹، مشمولا اختتام مثنوی (کانپور ۱۳۲۲ھ) نزہتہ الخواطر ص۷، حالات مشائخ کاندھلہ ص۸۔ کے مؤلفین اور ان کے بعد کے تمام تذکرہ نگار حضرت مفتی صاحب کے اساتذہ اور تربیت کنندگان میں مولانا محمد مدرس کاندھلوی کا بھی ذکر کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مولانا محمد (بن ابو الفضل بن قاضی عبداللہ) جو کثرتِ درس و

(باقی اگلے صفحہ پر)

وتدریس کا سلسلہ رہتا تھا خصوصاً مولانا کا سلسلۂ درس حدیث اس دور کا ممتاز ترین حلقۂ درس تھا، جس میں دُور دراز علاقوں کے طلباء بھی شریک رہتے تھے۔

مولانا محمد قلندر علم وفضل، سلوک ومعرفت اور اصلاح وتذکیر میں یکساں بلند پایہ رکھتے تھے اور کشف وکرامات میں شہرۂ آفاق تھے۔ مؤلف تذکرۂ رحمانیہ لکھتے ہیں :۔

"یہ بزرگ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کو نسبتِ حضوری حاصل تھی۔ خواب میں زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ اپنے علاقہ میں نہایت صاحبِ کشف وکرامات مانے جاتے تھے۔ علم وفضل کے ساتھ تقویٰ، نیکی اور پرہیزگاری میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے"۔[ل]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تدریس کی وجہ سے محمد مدرس مشہور تھے، تقریباً ساٹھ سال درس وتدریس کا بازار گرم رکھنے کے بعد ۱۰۹۲ھ میں (مفتی الٰہی بخش کی ولادت سے ستر سال قبل) انتقال فرما چکے تھے۔ (کاغذات اراضی وزنار مولانا محمد مدرس)

تعلیم کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشاد پر نواب نجیب الدولہ کے دربار سے بحیثیت قاضی وابستہ ہوئے۔ اور ضابطہ خاں کی وفات ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۵ء) تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر قیام رہا اور بہت بڑی تعداد میں طلبہ نے اُن سے فیض حاصل کیا۔ مولانا عبدالحیٔ حسنی نے لکھا ہے :۔ واخذ عنہ خلق لا یحصون بحد وعد۔ ان سے بے حد وبے شمار لوگوں نے تعلیم حاصل کی۔ الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند صـ۱۳۱ (دمشق ۱۳۷۷ھ)

ان بے شمار تلامذہ میں سے چند مشہور ترین شخصیات یہ ہیں :۔ مولانا مرزا حسن علی (صغیر) محدث لکھنوی، مولانا وجیہ الدین صدیقی سہارنپوری، مولانا عبدالرزاق جھنجانوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا مغیث الدین سہارنپوری، مولانا محمد حسن رامپوری، مولانا عبدالرحیم نانوتوی، مولانا مظفر حسین کاندھلوی۔

مختلف موضوعات پر تقریباً ساٹھ تالیفات یادگار ہیں، جن میں اہم اور مشہور ترین اختتام مثنوی مولانا روم ہے جو ۱۲۱۶ھ میں وجود میں آیا اور پہلی بار ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۶ء) میں شائع ہوا۔

مفتی صاحب شعر وسخن کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اردو، فارسی کلام کے خطی مجموعے محفوظ ہیں۔ مفتی الٰہی بخش نے ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۲۴۵ھ/۱۳ اکتوبر ۱۸۲۹ء کو کاندھلہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

[ع] تذکرہ مفتی الٰہی بخش (شامل اختتام مثنوی) صـ۸۵

حاشیہ صفحہ ہذا۔ [ل] تذکرہ رحمانیہ۔ تالیف مولانا عبدالحلیم انصاری، صـ۳۵ (پانی پت ۱۳۵۷ھ)

مولانا محمد قلندرؒ کا ایک خاص وصف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ حضوری ہے۔ مولانا محمد قلندرؒ ہر روز شب میں اور بیداری میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔

مولانا محمد قلندرؒ کی علمی و رُوحانی صلاحیتوں اور دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شرفِ حضوری کی وجہ سے اُس دَور کے علماء و مشائخ کی نظر میں خاص احترام اور بے حد وقعت تھی۔

مولانا محمد قلندرؒ نے طویل علالت کے بعد سنہ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا ابوالحسن حسنؔ نے بطریقِ تخرجہ تاریخ کہی:-

چو سیّد محمد قلندر مُوا	تو دل غم سے ٹکڑے مِرا ہو گیا
وہ تھا سیّدِ پاک مقبولِ حق	ہوا اُس کے غم میں ہر اِک مبتلا
حسنؔ جب گیا فکرِ تاریخ میں	تو ہاتف نے بس اس سوا اتنا کہا
"فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً" حسنؔ!	یہ تاریخ ہے اس کی نصِّ خدا

بشرطیکہ اعداد الفاظ نزع ۱۲۷
کرے لفظ آیت سے لکھ کر جدا [1]

آخر میں مولانا سیّد محمد قلندرؒ کے اُن چند تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی علمی و عرفانی خدمات کے گہرے نقوش ہماری ملی تاریخ میں اس طرح مرتسم ہیں کہ ان کا ذکر کیے بغیر ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی مذہبی اور رُوحانی تاریخ کا ہر جائزہ ناتمام و نامکمل رہے گا۔ یہ نامور تلامذہ ہیں، استاذ العلماء مولانا مملوک العلی نانوتوی، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی، مولانا شیخ محمد محدث تھانوی اور مولانا غوث علی شاہ قلندر پانی پتی۔

مولانا مملوک العلی نے مولانا محمد قلندرؒ سے کیا تعلیم حاصل کی اس کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ مولانا

---

[1] بیاض مولانا ابوالحسن ورق ۱۰۹ اب۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً کے کل عدد ۱۳۸۷ ہوتے ہیں، اگر لفظ نزع کے اعداد ۱۲۷ اس میں سے نکال دیے جائیں تو کل ۱۲۶۰ باقی رہ جاتے ہیں اور یہی مولانا قلندرؒ کا سنہ وفات ہے۔

عاشق الٰہی میرٹھی کی ایک عبارت سے مجمل اطلاع ملتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

"نیز سُنا ہے کہ آپ (مولانا مملوک العلی) نے معقول کا کچھ حصہ مولوی قلندر بخش سے بھی پڑھا ہے۔" [1]

راقم سطور کو مولانا احمد اللہ کیرانوی کی روایت پہنچی ہے، وہ اپنے استاذ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے نقل کرتے ہیں کہ مولانا مملوک العلی نے حدیث کی چند کتابیں مولانا محمد قلندر سے پڑھی تھیں۔

مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے چند اعلیٰ درسی کتابیں اور صحیح بخاری کا ایک تہائی حصہ مولانا محمد قلندر سے پڑھا۔ مؤلف تذکرۂ رحمانیہ لکھتے ہیں:۔

"صاحب سوانح (مولانا قاری عبدالرحمٰن) کو تحصیلِ علوم کا شوق آپ کے پاس لے گیا۔ حضرت ممدوح سے آپ نے ثلث صحیح بخاری اور بعض دیگر کتب دینیات پڑھیں۔" [2]

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے مشکوٰۃ کا چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندر سے پڑھا۔ ایک مجلس میں اِس تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"بعد ازاں بالہام غیبی و بجذبۂ لذتِ کلامِ نبوی مشکوٰۃ شریف کا ایک ربع قراءۃً عاشقِ زارِ رسولِ انور حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گزرانا۔" [3]

حضرت میانجیو نور محمد صاحب کی خدمت میں حضرت حاجی امداد اللہ کے حاضر ہونے، اور حضرت میانجیو صاحب سے پہلی ملاقات کا ذریعہ بھی مولانا محمد قلندر صاحب ہی تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے میانجیو نور محمد صاحب کی خدمت میں پہلی حاضری [4] کا ذکر

---

[1] تذکرۃ الرشید مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص۲۷ ج ۱ (طبع اول میرٹھ)۔

[2] تذکرہ رحمانیہ ص۳۶ [3] شمائم امدادیہ ص۱۱، امداد المشتاق ص۱۰۔

[4] راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت میانجیو نور محمد صاحب کی خدمت میں حضرت حاجی صاحب کی پہلی حاضری غالباً ۱۲۵۵ھ کے آخر میں ہوئی، اس کا قرینہ یہ ہے کہ ۱۲۵۶ھ تک حضرت حاجی صاحب کے پہلے شیخ حضرت مولانا نصیر الدین نقشبندی حیات تھے، ان کی زندگی میں کسی دوسرے شیخ سے رجوع ہونے (باقی اگلے صفحہ پر)

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"ایک دن حضرت استاذی مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت و عنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو، موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے، وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحب سے ملاقات کرو، شاید مقصودِ دلی کو پہنچو، اور اس حیث و بحث سے نجات پاؤ۔ جناب ایشان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سُنا متفکر ہوا، اور دل میں سوچنے لگا کہ کیا کروں، آخر بلا لحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی"[1]

مولانا شیخ محمد تھانوی موصوف نے معقولات کی کتابیں مولانا محمد قلندر سے پڑھیں، مولانا شیخ محمد تحریر فرماتے ہیں:-

"اما در فن معقول ہم ازیں خاندان عالیشان بذریعہ مولانا الحاج المدرس مولوی مملوک العلی نانوتوی مرحوم و مولانا الحاج محمد قلندر جلال آبادی مغفور"[2]

مولانا محمد عمر حیرت تھانوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نحو و صرف کی تمام کتابیں مولانا عبدالرحیم تھانوی اور مولانا محمد قلندر سے پڑھیں[3]

مولانا غوث علی شاہ قلندر پانی پتی نے مثنوی مولانا روم کا دفتر اوّل مکمل اور دوسرے دفتر کا کچھ حصہ مولانا محمد قلندر سے پڑھا۔[4]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کا سوال ہی نہیں تھا۔ کئی سال حضرت میانجیو صاحب کی تلاش و جستجو میں رہے (شمائم امدادیہ ص۱۴) اور رمضان ۱۲۵۹ھ میں حضرت میانجیو صاحب کا وصال ہو جاتا ہے۔ میانجیو کا وصال کے وقت یہ فرمانا "میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا، مشیّتِ باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی" (شمائم ص۱۴) اِس خیال کی تائید کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب میانجیو صاحب کی خدمت میں چند ہی ماہ رہے۔

حاشیہ صفحہ ہٰذا [1] شمائم امدادیہ ص۱۱ امداد المشتاق ص۱۔ [2] دلائل الاذکار فی اثبات المہر والاسرار ص۳۳ (دہلی ۱۲۷۰ھ) [3] نثر حالات محمدیہ ص۵ (عثمانی میرٹھ ۱۲۹۰ھ) [4] تذکرہ غوثیہ منسوب بہ مولانا گل حسن ص۲۴۳۔

حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجھانوی

حضرت مولانا عبدالرزاق (جو بقول حکیم عبدالرحمٰن حیرت، اشرف العلماء، امام الانقیاء، رئیس الصلحاء اور فخر الحکماء سے یاد کیے جاتے ہیں) شیخ امام بخش بن شیخ شمس الدین جھنجھانوی کے صاحبزادے اور حضرت مفتی الٰہی بخش کے نواسے اور عزیز ترین شاگرد تھے، درسیات اور طب کی تمام کتابیں حضرت مفتی صاحب سے پڑھیں، رسالہ تنظیم الادویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۳۳ھ میں طب کی کتابیں زیرِ تعلیم تھیں، مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

عبدالرزاق و مہدی و قاسم　　ہر کہ یادش کند شود طب داں

درسِ غزل یافتہ اتمام　　نفع یارب ازیں رساں بجہاں

نام تنظیم الادویہ کردم　　کہ شدہ نا مہا بنظم بیاں[۱]

حضرت مفتی الٰہی بخش اور مولانا ابوالحسن کاندھلوی سے مثنوی مولانا روم کا درس لیا، اور زندگی بھر اسی کا مشغلہ رہا، تمام مثنوی حفظ تھی اور بہت ذوق و شوق سے اس کا درس دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہر شخص مثنوی شریف پڑھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نقل فرماتے ہیں کہ:۔

"کوئی راستہ میں آتا جاتا ملتا تو اس سے بھی کہتے کہ آؤ مثنوی پڑھ لو"۔[۲]

مثنوی شریف کے درس میں جوش و مستی سے عجیب حال ہوتا تھا۔ پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں بیخود و سرشار ہو جاتے تھے، خود مولانا عبدالرزاق صاحب فرماتے تھے کہ:۔

ل۱ رسالہ تنظیم الادویہ (منظوم) از حضرت مفتی الٰہی بخش ص۳۲ (علی گڑھ ۱۸۹۵ء)

ل۲ حسن العزیز مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب ص۲۵۹/۱ (تھانہ بھون ۱۳۳۴ھ)

"جب مثنوی پڑھتا ہوں تو دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی۔ اتنا فیض تو کھلا ہوا ہے"[۵۱]

یہ تو استاد کی کیفیت تھی اور شاگردوں کا کیا حال ہوتا تھا اس کی سرگزشت حکیم عبدالرحمٰن حیرت بیان کرتے ہیں:-

"تعلیم مثنوی معنوی بہ طرز آگاہ درونان آب ضمیر ہم دادند، در اثنائے ایں تدریس آتش عشق ربّانی و جوش و خروش بادِ یزدانی و نائرہ محبت و فشور پاک در کانونِ سینہ بے کینہ ما چنان نہفتہ اند کہ اگر اند کے ازاں تشورش بہ دریائے بیاں آرم از تاب جگر گدازش ہمچو دیگ بر دیگدان بجوش آید، و اگر حرفے ازاں در دسینہ فگار آشکارا گویم قلوب درد منداں از گرمی اثرش بساں آتش جحیم در خروش آید"[۵۲]

اسی جوش و خروش سے تقریباً ساٹھ سال تک درس مثنوی کا سلسلہ جاری رہا اور بہ قول حکیم الامت مولانا تھانوی "کم سے کم سو مرتبہ تو پڑھائی ہو گی بلکہ زیادہ"[۵۳]

مولانا عبدالرزاق طب میں بھی یگانۂ روزگار اور اپنے ہمعصروں سے ممتاز تھے، نباضی و نبض شناسی میں بڑا نام پایا تھا۔ عبدالرحمٰن حیرت نے لکھا ہے کہ:-

"در فن پزشکی و مرض فہمی گوے سبقت از ہمہ ربودہ، و در دست او شفائے علیلان شافی مطلق نہادہ و بر دل پاکش غرفہ اسرار نہانی کشادہ بود"[۵۴]

طبابت اور مرض پہچاننے میں اپنے زمانے کے تمام اطبا سے ممتاز تھے۔ شافیِ مطلق نے ان کے ہاتھ میں مریضوں کے لئے شفا رکھی تھی، اور ان کے دل پر علم و معرفت کے اسرار کھول دیئے تھے۔

فنونِ سپہ گری بنوٹ وغیرہ میں بھی اُستادانہ مہارت رکھتے تھے۔ یہ فن نامور خطاط محمد امیر (میر پنجہ کش) سے حاصل کیا تھا اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو اس کی تعلیم دیتے

---

۵۱ حسن العزیز ص ۲۵۵/۱
۵۲ انشائے فیض رحمانی عبدالرحمٰن حیرت جھنجھانوی ص ۲۲ (لکھنؤ ۱۸۸۸ء)
۵۳ حسن العزیز ص ۲۵۵/۱
۵۴ سفینہ رحمانی، عبدالرحمٰن حیرت جھنجھانوی ص ۱۲ (لکھنؤ ۱۸۸۴ء)

تھے حضرت سید احمد شہید کی تحریکِ جہاد کے زمانہ میں مجاہدین کی تربیت کے لئے ایک مرکز قائم کیا تھا جس میں فنونِ سپہ گری کی مشق کرائی جاتی تھی۔ مولانا عبدالرزاق کو ان فنون میں کس درجہ کمال حاصل تھا اس کا اندازہ حکیم الامت مولانا تھانوی کے اِس ملفوظ سے ہوتا ہے، فرمایا:-

"مولانا عبدالرزاق نابینا تھے، لکڑی کے فن میں نہایت کامل تھے۔ ایک شخص خود اپنا مشاہدہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ہم چند آدمی حاضر ہوئے۔ ہماری درخواست پر فرمایا۔ اب تو میں اندھا ہو گیا، لیکن خیر! کچھ تمھاری سمجھ کے مطابق دکھلائے دیتا ہوں۔ ایک چارپائی پر رومال لے کر اُلٹے لیٹ گئے، چارپائی کے نیچے دانے ڈلوا دیے۔ ایک چڑیا آکر چُگنے لگی۔ فرمایا کہ بس اب یہ نکل نہیں سکتی؛ چنانچہ واقعی نکلنے نہیں دیا، رُومال سے قلعہ باندھ لیا۔" [۱]

مولانا عبدالرزاق ہمیشہ شب بیدار رہ کر عبادت و بندگی میں مشغول، اور گریۂ و مناجات میں مصروف رہتے تھے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ آخر عمر میں حضرت مولانا عبدالرزاق نابینا ہو گئے تھے، مگر ضعف و پیری اور معذوری کے باوجود ہمیشہ بغیر کسی رہنمائی اور مدد کے مسجد جاتے تھے، اس حال میں بھی کبھی تکبیرِ اولیٰ نوت نہیں ہوئی۔

مولانا عبدالرزاق نے تقریباً ساٹھ سال تک علم و حکمت کا درس دیا۔ اِس عرصہ میں دین و دیانت کی کتنی مشعلیں اُن کے دم سے روشن ہوئی ہوں گی، فقہ و معرفت کی کتنی مجالسیں ان کی نسبت سے قائم ہوئی ہوں گی، عرفانِ الٰہی کا کتنے لوگوں کو سبق ملا ہوگا، تلامذہ میں کیسی برگزیدہ اور ذی استعداد شخصیات رہی ہوں گی! افسوس ہے تاریخ و تذکرے اُن کے ذکر سے یکسر خاموش ہیں۔

تلامذہ کی کثیر تعداد کا اس سے اندازہ کیجئے کہ بقول حکیم الامت مولانا تھانوی،

---

[۱] حسن العزیز صفحہ ۲۵۵/۱

مثنوی مولانا روم کا درس سو مرتبہ سے زیادہ ہوا۔ اگر ہر دور میں کم از کم تین شاگرد بھی رہے ہوں تو تین سو تک تعداد پہنچتی ہے، مگر صرف تین شاگردوں کا ذکر ملتا ہے۔ اور وہ شاگرد یہ ہیں :-

حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی۔ حضرت حاجی صاحب نے تین مرتبہ پوری مثنوی شریف مولانا عبدالرزاق سے پڑھی، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :-

"میں نے مثنوی شریف تین بار حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجھانوی پر عرض کی"[۱]

حضرت حاجی صاحب کی اہلیہ محترمہ[۲] کو بھی مثنوی شریف سے بے حد مناسبت تھی، انھوں نے بھی مولانا عبدالرزاق سے مثنوی پڑھی تھی، حکیم الامت مولانا تھانوی ارشاد فرماتے تھے :-

"حضرت پیرانی صاحبہ نے بھی انھیں سے مثنوی شریف پڑھی تھی، ان کو مثنوی سے بہت مناسبت تھی۔ حضرت حاجی صاحب سے مثنوی پڑھنے میں علماء سوالات کرتے، حضرت پیرانی صاحبہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر سنا کرتی تھیں۔ بعض اوقات علماء کے سوالات سن کر اُن کو ایسا جوش ہوتا تھا کہ فرماتیں بس نہیں، پردے سے نکل کر تقریر کر دوں۔"[۳]

مولانا فتح محمد تھانوی (جلال آبادی) نے بھی مثنوی شریف مولانا عبدالرزاق سے پڑھی۔ مولانا فتح محمد صاحب کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو عصر کے بعد تھانہ بھون سے جھنجھانہ پیدل روانہ ہوتے۔ جمعہ کے دن تمام دن مثنوی شریف پڑھتے شام کو عصر کے بعد تھانہ بھون آجاتے۔ اِس مجاہدانہ تلمذ کی تفصیل حکیم الامت مولانا تھانوی بیان فرماتے ہیں، فرمایا :-

---

[۱] شمائم امدادیہ ص۲۱ [۲] غالباً دوسری اہلیہ محترمہ بی بی خیر آ مراد ہیں جو حضرت مفتی الٰہی بخش کی نواسی اور مولانا عبدالرزاق کی خالہ زاد تھیں۔ [۳] حسن العزیز ص۲۵۵۔

"مولانا فتح محمد نے کمال کیا۔ یہاں مدرس تھے جمعرات کو عصر پڑھ کر چلتے، مغرب اور عشاء کے درمیان جھنجھانہ پہنچ جاتے، صبح کی نماز پڑھ کر خدمت میں حاضر ہو جاتے، ایسے ہی پڑھنے والے ایسے ہی پڑھانے والے، جمعہ کی نماز تک پڑھتے، پھر بعد نماز کے عصر تک پڑھتے، بعد عصر کے وہاں سے چل کر یہاں آجاتے، اخیر میں مولانا عبدالرزاق صاحب نے ان سے کہا بہتر ہے جلد ختم کرلو، کچھ دن کی رخصت لے کر چلے آؤ، چنانچہ رخصت لے کر پہنچ گئے، مثنوی شریف ختم کر کے آئے ہی تھے کہ کچھ دن بعد (مولانا عبدالرزاق) کا انتقال ہو گیا۔" [1]

عبدالرحمٰن حیرت جھنجھانوی نے مولانا عبدالرزاق کے دامن میں پرورش پائی اور تمام مثنوی شریف کے اسباق مولانا عبدالرزاق سے حاصل کیے۔ [2]

مولانا عبدالرزاق نے ربیع الاول ۱۲۹۳ھ/اپریل ۱۸۷۵ء میں وفات پائی، کاندھلہ میں مفتی الٰہی بخش کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

[1] حسن العزیز ۱/۲۵۵ [2] انشائے فیض رحمانی ص۳۲۰، خمارۂ مشام افروز، عبدالرحمٰن حیرت صفحہ آخر۔

مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی

مولانا ابوالحسن خلف مفتی الٰہی بخش بن مولانا محمد عرف شیخ الاسلام کاندھلوی تقریباً سنہ ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) میں ولادت ہوئی۔[1] والد ماجد سے تعلیم حاصل کی، طب کی تمام کتابیں پڑھیں اور مثنوی مولانا روم کا درس لیا۔ مولانا محمد حسن رامپوری[2] اور مولانا حکیم محمد اشرف کاندھلوی[3] شریکِ درس رہے۔ تعلیم کس وقت شروع ہوئی اور کب تک جاری رہی، اس کی

---

[1] مولوی کریم الدین پانی پتی نے ۱۸۴۷ء میں مولانا ابوالحسن کی عمر تقریباً ساٹھ سال بیان کی ہے۔ اگر یہ تخمینہ صحیح ہے تو غالباً سنہ ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء) میں ولادت ہوئی ہوگی۔

[2] مولانا محمد حسن بن غلام مصطفیٰ انصاری رامپور ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ تعلیم حضرت مفتی الٰہی بخش سے حاصل کی، مفصل حالات دستیاب نہیں ہیں۔

حضرت سید احمد شہید سے عقیدت و محبت تھی، ان کی تحریک جہاد سے وابستہ ہوگئے تھے جضرت سید صاحب کے نہایت قریب اور معتمد افراد میں شمار تھا، پھولڑہ کی جنگ ذیقعدہ ۱۲۴۵ھ (سنہ ۱۸۳۰ء) میں شہید ہوئے۔

مولانا محمد حسن کی دو تالیفات ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہیں :۔

۱۔ رسالہ امکان و امتناع نظیر اور رسالہ اصول ستہ (فنِ حساب میں)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مولانا محمد حسن انصاری رامپوری جن کا تحفۃ الابرار جدول ثانی ص۱۹۵، تذکرۃ العابدین ص۵۳ اور انوار العاشقین ص۱۲۶ میں ذکر ہے، دوسری شخصیت ہیں، موخر الذکر نے ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۵۹ھ / ۱۰ دسمبر ۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔

[3] مولانا حکیم محمد اشرف کاندھلوی خلف مولانا امام الدین بن مولانا محمد عرف شیخ الاسلام تمام علوم متداولہ مفتی الٰہی بخش سے حاصل کیے۔ تفسیر، فقہ اور فلسفہ خاص موضوع تھے۔ مرض فہمی اور نبض شناسی میں شہرۂ آفاق تھے، طب کی کتابوں کا درس بھی دیتے تھے۔ عبد الرحمٰن حیرت نے لکھا ہے کہ طب میں ان کے شاگرد ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (سفینۂ رحمانی ص۸۱ لکھنؤ ۱۸۸۴ء)

مولانا حکیم اشرف حضرت سید احمد شہید سے تعلق رکھتے تھے، کچھ دن قافلۂ مجاہدین کے ساتھ رہے۔ مولانا شاہ عبد الحی بڑھانوی کے وصیت نامہ کی تحریر کے وقت جو حضرات موجود تھے، ان میں ایک نام "فضیلت پناہ کیاست دستگاہ حکیم محمد اشرف کاندھلوی" کا بھی ہے۔ (مکاتیب سید احمد شہید، ورق ۳۵۔ الف لاہور ۱۳۹۵ھ)

اخیر عمر میں حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی سے بیعت ہوگئے تھے۔

حکیم محمد اشرف شعر و سخن کا بھی ذوق رکھتے تھے، اردو فارسی میں کلام کا بڑا ذخیرہ تھا جو ضائع ہوگیا ہے۔ نظم کا مطبوعہ نمونہ "تفسیر سورہ یوسف" ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۲۴۸ھ میں شائع ہوا۔ (قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ لاہور ص۹۲۵) اس کے بعد سے اس وقت تک یہ کتاب برابر چھپتی رہی ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کوئی تفصیل نہیں ملتی، تاہم صحیح بخاری جمادی الاول ۱۲۲۸ھ / مئی ۱۸۱۳ء میں شروع ہوئی۔
حضرت مفتی الٰہی بخش نے ایک یادداشت میں تحریر فرمایا ہے :-

"چہار شنبہ یازدہم جمادی الاول ۱۲۲۸ھ	بدھ گیارہ جمادی الاول ۱۲۲۸ھ کو
ابوالحسن و محمد حسن شروع قرأت صحیح	ابوالحسن اور محمد حسن نے شروع سے
بخاری از اول نمودند۔ اللہ تعالیٰ زود تر	صحیح بخاری پڑھنی شروع کی اللہ تعالیٰ
باتمام رساند۔ آمین یارب العالمین۔"	جلد پورا کرائے۔ آمین !

تعلیم کے بعد سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوئے اور میرٹھ میں منصرم بندوبست مقرر ہوئے۔ ملازمت کے ایام میں چند اور مقامات پر بھی قیام رہا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد ملازمت ترک کر کے وطن آگئے اور گھر پر درس کا سلسلہ جاری کیا۔ صرفِ اکبر[1] سے صحیح بخاری تک ۱۶ فنون کی ۷۰ کتابیں نصاب میں شامل تھیں۔ طب کا نصاب اس کے علاوہ تھا۔ بعض کتابوں کے سال میں کئی دَور ہو جاتے تھے[2] جس سے طلباء کی کثرت اور درس کی مقبولیت کا علم ہوتا ہے۔ مثنوی مولانا روم کے درس کا بھی خاص اہتمام تھا

والد ماجد سے بیعت تھے۔ اور اُن سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی لیکن متعلقین کے اصرار کے باوجود کبھی کسی کو بیعت نہیں کیا۔ درس و تدریس سے فارغ وقت خلوت میں عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ ہر سال شعبان اور رمضان دو مہینے مسجد میں اعتکاف

(بقیہ صفحہ گزشتہ) طب میں حکیم محمد اشرف کی وسعتِ نظر کا شاہکار، فارسی میں ضخیم تصنیف "بحر العلاج" ہے قلمی نسخہ ہمدرد انسٹی ٹیوٹ لائبریری دہلی میں محفوظ ہے۔

مولانا محمد اشرف نے ۳ ربیع الثانی ۱۲۴۷ھ / اکتوبر ۱۸۳۱ء میں خانپور ضلع بلند شہر میں وفات پائی... نزہۃ الخواطر ۴۲۶/۱۷ (حیدرآباد ۱۳۷۰ھ) میں مولانا کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ بیان کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

---

[1] صرفِ اکبر قواعد صرف پر فارسی میں حضرت مفتی الٰہی بخش کی بہت جامع تالیف ہے۔ یہ کتاب مولانا ابوالحسن اور حکیم محمد اشرف کو صرفِ میر کے بعد پڑھانے کے لئے تالیف کی گئی اور ہمارے خاندان میں کئی نسلوں تک اس کے صرفِ میر کے بعد پڑھانے کا معمول رہا۔

[2] یہ تمام معلومات مولانا حسن کی مختلف تحریرات سے لی گئی ہیں مولانا کی تحریرات میں اس نصاب کی تفصیل بھی موجود ہے۔

کا معمول تھا۔ اس معمول کے آخر وقت تک پابند رہے۔

مولانا ابوالحسن خوب صورت، خوب سیرت، خوش اخلاق اور خوش مزاج بزرگ تھے، تذکرہ نگاروں نے ان کے حسنِ اخلاق اور خوش مزاجی کی تعریف کی ہے۔ مبتلا میرٹھی (جو مولانا سے ان کے میرٹھ میں قیام کے وقت سے واقف اور اُن کے دوست بھی تھے) مولانا کا ان الفاظ میں تعارف کراتے ہیں :۔

"ابوالحسن حسن، جوان خوبرو، و خوش خو، و رنگین طبع"[1]

میر محمد خاں سرورؔ[2]، اور کریم الدین پانی پتی[3] نے بھی مولانا کی خوش خلقی کا ذکر کیا ہے۔

مولانا ابوالحسن خوش فکر اور قادر الکلام شاعر تھے۔ ترجمہ منظوم مثنوی مولانا روم متعدد عارفانہ مثنویاں، چند قصیدے اور ایک رسالہ جہادیہ ان کی یادگار ہے۔ ہر چند کہ ادبی اور لسانی نقطۂ نظر سے مولانا حسن کا شمار صفِ اوّل کے شعرا اور اہلِ کلام میں نہیں ہے، مگر مولانا نے اپنی شاعرانہ صلاحیت سیدھے سادے کلام اور پُر تاثیر مثنویوں سے جو کام لیا، اور اس کے ذریعہ عشقِ الٰہی کی جو چنگاری روشن کی اس سے بے شمار اہلِ دل کے سینے منوّر ہوئے اور بہت سی سعید روحوں کو مَن کی دنیا کی طرف رہنمائی ہوئی، اس حیثیت سے ان کے کلام اور مثنویوں کی اہمیت بلند پایہ شعری مجموعوں اور ادبی نوشتوں سے بہت بلند ہے۔

مولانا ابوالحسن کے شاعرانہ کمالات کا نمونہ، اُن کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ مثنوی مولانا روم کے دفترِ اوّل کے منظوم ترجمہ "مجمع فیض العلوم" کی تکمیل ہے۔ یہ منظوم ترجمہ حضرت مفتی الٰہی بخش نے شروع فرمایا تھا، صرف ایک ہزار شعروں کا ترجمہ ہوا تھا کہ کام درمیان میں رہ گیا اور مصروفیات کی وجہ سے اس کی تکمیل کا موقع نہیں مل سکا، اسی میں حضرت مفتی صاحب

---

[1] طبقاتِ سخن مبتلا میرٹھی (فوٹو مملوکہ ایوانِ غالب لائبریری نئی دہلی)

[2] عمدۂ منتخبہ ص۲۱۵ ص۲۱۶ (دہلی ۱۹۶۱ء)

[3] طبقاتِ شعرائے ہند کریم الدین پانی پتی ص۴۳۳ (دہلی ۱۸۴۷ء)

کا انتقال ہوگیا۔

مفتی صاحب کے انتقال کے بعد احباب کے اصرار پر مولانا ابوالحسن نے "حکایت بادشاہ جہود دیگر کہ در ہلاک دین عیسیٰ علیہ السلام سعی نمود" سے ترجمہ شروع کیا اور پہلے دفتر کی تکمیل کی[۲] اور حق یہ ہے کہ ترجمہ کا حق ادا کر دیا، اصل کی تاثیر اور تمام سوزش و سرمستی ترجمہ میں منتقل ہوگئی ہے۔ اس ترجمہ کے متعلق کریم الدین کے اس قول میں کوئی مبالغہ نہیں "کہ ایسے ترجمے کم ہوتے ہیں[۳]" یہ ترجمہ ۲۱ رجمادی الثانی ۱۲۵۲ھ / اکتوبر ۱۸۳۶ء میں مکمل ہوا۔ اور گارساں دتاسی کے قول کے مطابق ۱۸۴۵ء میں کلکتہ سے شائع ہوا[۴]۔ دوسرا ایڈیشن ۱۲۸۱ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ سے نکلا۔

یہاں مثنوی مولانا روم کے چند شعر اور اُن کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے، جس سے ترجمہ کے حسن اور معنویت کا اندازہ ہوگا:۔

فارسی مثنوی	ترجمہ
بعد ازیں خوں ریز درماں ناپذیر	اِس بلا کے بعد جو تھی لا دوا
کاندر افتاد از بلائے آں وزیر	یعنی تزویرِ وزیرِ پُر دغا
یک شہ دیگر ز نسل آں جہود	اِک ہوا پیدا یہودی بادشاہ
در ہلاک قوم عیسیٰؑ رو نمود	قومِ عیسیٰ کو لگا کرنے تباہ
گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج	چاہے ہو اس حال پر تجھ کو عروج
سورہ بر خواں والسّماءِ ذات البروج	پڑھ لے سورہ وَالسَّماءِ ذاتِ البروج
سنت بد کز شہ اول بزاد	جو طریقہ پہلے نے جاری کیا

۱؎ مثنوی مولانا روم۔ دفتر اول ص۶۳ (نامی کانپور)

۲؎ مولانا جعفر تھانیسری کا یہ بیان درست نہیں کہ "مولوی ابوالحسن نے اور ایک ہزار شعر کا ترجمہ کیا تھا کہ ان کا بھی انتقال ہوگیا" (سوانح احمدی یا تاریخ عجیبہ ص۱۴۰ ساڈھورہ)

۳؎ طبقات الشعرائے ہند ص۳۹۳ (دہلی ۱۸۴۷ء)

۴؎ خطبات گارساں دتاسی ص۱۷۲ (اورنگ آباد ۱۹۳۵ء)

این شہ دیگر قدم بر روے نہاد — دوسرا بھی راہ پر اس کی چلا
ہر کہ او بنہاد ناخوش سنتے — جس نے یہاں جاری کیا اِک کام بد
سوئے او نفریں بود ہر ساعتے — لائق نفریں ہوا وہ تا ابد

مولانا کی طبع زاد مثنویوں میں پہلی مثنوی 'بحر الحقیقت' ہے۔ بحر الحقیقت بڑی پُر تاثیر اور عارفانہ مثنوی ہے۔ اس میں مثنوی مولانا روم کے طرز پر تمثیلی حکایتوں کے ذریعہ آدمی کو اس کی زندگی کا مقصد یاد دلایا گیا ہے۔ اس مثنوی کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے:۔

اے خدا اے قادرِ بے چون و چند — تیرے قبضے میں ہے سب پست و بلند
اے خدا مطلوب جانِ عاشقاں — کمتریں بخشش تری دونوں جہاں
اے خدا اے خالقِ ارض و سما — درد سے اپنے مجھے شیدا بنا

یہ مثنوی سنہ بارہ سو پچاس میں لکھی گئی، اور انہی ایام میں شائع ہوئی۔ مطبع قادری میرٹھ سے اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۵۰ء میں چھپا تھا[1] مگر یہ پہلا ایڈیشن نہیں ہے۔ یہ مثنوی اس سے پہلے بھی شائع ہو چکی تھی۔

مولانا کی مشہور ترین مثنوی "مثنوی گلزارِ ابراہیم" ہے۔ اس مثنوی کو مصنف نے مثنوی بحر الحقیقت کا دوسرا دفتر قرار دیا ہے۔ تقریباً ساڑھے تین ہزار اشعار کی یہ مثنوی ۱۲۵۱ھ میں لکھی گئی۔ اِس میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا مشہور زمانہ واقعہ نظم کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کے والد ماجد حضرت ادہم کے بلخ کی شہزادی پر عاشق ہونے کی داستان سے مثنوی شروع ہوتی ہے۔ اِس وارداتِ محبت کی مفصل سرگزشت، پھر اس فقیرِ بے نوا ادہم کا بادشاہ بلخ ہونا، اُن کے صاحبزادے ابراہیم کی پیدائش، ان کی تخت نشینی اور آخر میں ابراہیم ابن ادہم کے تخت و تاج چھوڑ کر جذب و معرفت کی دنیا میں گم ہو جانے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

---

[1] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، محمد عتیق صدیقی ص ۲۲۳ (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

مصنّف نے مزے لے لے کر یہ فسانۂ محبت دُہرایا ہے، وہ اس کہانی کو بیان کرتے ہوئے ڈوب ڈوب کر اُبھرتے ہیں اور ہر مرتبہ عرفانِ الٰہی اور حق شناسی کے دُرِّ نایاب لے کر آتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بظاہر بے حقیقت باتوں سے عجیب نتائج اخذ کرتے ہیں اور اس قصّہ کے ایک ایک جُزو میں معرفت کا سبق اور عشق و محبت کی چاشنی تلاش کر لیتے ہیں، یہی درسِ عشق قصّہ ابراہیم سے ربِّ ابراہیم کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر قاری مادّی چیزوں کی بے ثباتی و بے وقعتی اور عشقِ الٰہی کی خاص کیفیت محسوس کرتا ہے، اور یہی اِس مثنوی کا خاص مقصد ہے۔

اِس مثنوی کے ذریعہ بہت سے اہلِ حق معرفت کے کوچہ سے رُوشناس ہوئے۔ اور سینکڑوں اشخاص کو علمِ باطن کی دولت ملی، "گلزارِ ابراہیم" کے اِس خاص وصف کا اکابر علماء اور ممتاز مشائخ نے برملا اعتراف کیا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد محدّث گنگوہیؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ :-

"مجھے اس طریقِ معرفت و سلوک کا ذوق اسی مثنوی سے پیدا ہوا[1]"

مثنوی گلزارِ ابراہیم مصنّف کی حیات میں کئی بار شائع ہوئی اور آج تک برابر چھپ رہی ہے، اِس کے بے شمار ایڈیشن نکلے اور ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ سینکڑوں قلمی نقلیں تیار ہوئیں اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئیں۔ برصغیر ہند و پاک اور یورپ کے متعدد کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

یہاں یہ اطلاع مناسب ہو گی کہ مذکورہ بالا تینوں مثنویوں کے خطی نسخے مصنّف کے قلم سے ہمارے ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں۔

"مثنوی سمجھ بوجھ" دو سو دو شعروں کی یہ مثنوی گلزارِ ابراہیم کی طرح مفید و مؤثر ہے۔ اس کی سطر سطر میں عشقِ الٰہی کی لہریں جوش مارتی ہیں۔ یہ مثنوی عرصہ تک سلوک کے

---

[1] مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص۳۵ دوسرا ایڈیشن۔

ابتدائی نصاب میں داخل رہی۔ مشائخ اپنے مریدین کو اس کو وِرد میں رکھنے کی ہدایت و تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اِس مثنوی کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے :۔

خدا کی حمد کر اے اہلِ غفلت　　کہ تا نازل ہو تجھ پر اس کی رحمت
جو اس کے خوف سے توبہ کرے گا　　اُسے جنّت میں گھر بے شک ملے گا
کرے جو نعتِ احمد صدق دل سے　　خدا عقبیٰ میں راحت اس کو بخشے
وہ مقبولِ خدائے ذوالمنن ہے　　شفیعِ عاصیاں وہ بے سخن ہے
سب اس کی آل اور اصحاب ہیں نیک　　وحید العصر ہے اس میں سے ہر ایک

اور خاتمۂ کلام ان اشعار پر ہوا ہے :۔

سمند خامہ کی اپنی عناں روک　　خموشی ہے بھلی کام و زباں روک
سمجھ کچھ تو بھی اس کے مدّعا کو　　سمجھ بوجھ اس کا ہے نام اے خدا جو

یہ مثنوی پہلی بار مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۷ھ میں شائع ہوئی۔ اِس کے بعد مختلف مطابع نے متعدد ایڈیشن شائع کیے، غالباً تیس چالیس سال سے اس کا کوئی ایڈیشن نہیں آیا ہے۔

مثنوی خنجر عشق۔ مولانا حسن کی اِس مثنوی کا کوئی نسخہ ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء میں سعادت یار خاں رنگین کی مثنوی چار باغ کے حاشیہ پر چھپی۔ اس ایڈیشن کے سرورق پر یہ عبارت تھی :۔

"تصنیف سعادت یار خاں رنگین مسماة بہ چار باغ، و دیگر مثنوی طبع زاد مولوی ابوالحسن صاحب معروف بہ خنجر عشق۔ حسب فرمائش محمد نظام الدین سوداگر ساکن کول، در مطبع مصطفائی محمد حسن خاں طبع نمود۔"[1]

ڈاکٹر گیان چند جین کے قول کے مطابق اس مثنوی کا پہلا شعر یہ ہے :۔

---

[1] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات از جناب محمد عتیق صدیقی ص ۱۹۹ (علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

پہلے ہے حمدِ خداوندِ جہاں جس نے سب پیدا کیا کون و مکاں[1]

مولانا ابوالحسن کو حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی سے بے انتہا عقیدت و محبت اور ان کی تحریکِ جہاد سے بڑی دلچسپی اور گہری وابستگی تھی۔ مولانا نے حضرت سید صاحب کی سفرِ حج سے واپسی کے موقع پر ایک "طویل قصیدہ" پیش کیا تھا اور ایک منظوم "رسالہ جہادیہ" بھی تحریر فرمایا تھا۔ قصیدہ مولانا کے قلم سے ان کی بیاض میں ہے[2]۔ اور رسالہ جہادیہ جناب غلام رسول مہر نے جماعت مجاہدین میں نقل کیا ہے[3]

مولانا ابوالحسن کی بعض یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے اردو اور فارسی کلام کے دو دیوان مرتب کئے تھے۔ ان دونوں کا کوئی سراغ نہیں مل سکا، تاہم مولانا کی بیاض میں ان کے کلام کا کچھ حصہ محفوظ ہے۔

مولانا حسن کی نثری تالیفات میں دو کتابوں کا سراغ ملتا ہے "حل الغوامض" اور "رسالہ بحران"۔ اول الذکر عربی میں تھی، دوسری فارسی میں ہے۔

"حل الغوامض" فرائض (میراث) کے موضوع پر نہایت ضخیم اور جامع کتاب تھی۔ مولانا محمد سلیمان کاندھلوی نے اس کا سنہ تالیف ۱۲۲۰ھ بیان کیا ہے[4]۔ اگر اُن کی یہ اطلاع درست ہے تو اس سے مولانا حسن کی اعلیٰ علمی استعداد اور ذہنی صلاحیت کا علم ہوتا ہے۔ اس تالیف کے وقت مولانا حسن کی عمر انیس بیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس عمر میں فرائض کے مشکل موضوع پر ضخیم کتاب کی تالیف اُن کی قابلیت و بصیرت کی گواہ ہے۔

فرائض پر مولانا کی گہری نظر کا اس تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے جو مولانا نے حضرت

---

[1] اردو مثنوی شمالی ہند میں۔ ڈاکٹر گیان چند جین ص۳۵، ۳۴ (علی گڑھ ۱۹۶۵ء)

[2] اس قصیدہ کے منتخب اشعار مولوی جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی ص۲۰ ص۹۵ (سادھورہ) میں جناب غلام رسول مہر نے سید احمد شہید ص۲۴۲، ۲۴۳ جلد اوّل میں، اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد شہید ص۲۷۶ تا ص۲۸۰ جلد اول (لکھنؤ ۱۳۹۷ھ) میں نقل کئے ہیں۔

[3] جماعت مجاہدین ص۲۹۹ ص۳۰۲ (لاہور)

[4] حالات مفتی الٰہی بخش تالیف و تحریر مولانا محمد سلیمان کاندھلوی م ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۸ء

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے ایک فتوئ میراث کی تصحیح کے لئے لکھی تھی۔ یہ تحریر حضرت قاضی صاحب کو بھیجی اور درست سہامات سے مطلع کیا۔ حضرت قاضی صاحب نے اس اصلاح کو قبول فرمایا۔ قاضی صاحب کا فتویٰ، اس پر استدراک، اور قاضی صاحب کا رجوع۔ یہ تمام تحریرات مولانا ابوالحسن نے حل الغوامض میں نقل فرمائی ہیں۔ اس اہم کتاب کا کوئی نسخہ ہمارے علم میں نہیں ہے۔

رسالہ بُحران۔ طب یونانی میں بُحران کی بحث مشکل اور دقیق بحث سمجھی جاتی ہے، اس کی تحقیق و توضیح کسی ایک کتاب میں نہیں ملتی تھی۔ طب پڑھنے والے اس بحث کی تحقیق و تفصیل کے لئے مولانا ابوالحسن سے رجوع کرتے تھے۔ مولانا نے اس مبحث پر معلومات کی کمیابی کو محسوس کیا اور یہ کتاب تالیف فرمائی۔ مولانا نے کتاب کی تمہید میں لکھا ہے کہ:۔

"اکثر دوستوں کو طب کی تعلیم کا ذوق ہے اور وہ اپنے شبہات دُور کرنے کے لئے میرے پاس آتے ہیں خصوصاً بحران کے سبب، اس کے علاج اور اس کی تفصیلات معلوم کرنے کا ہر ایک کو شوق ہے، مگر اس کے متعلق انھیں اطمینان اور صحیح معلومات حاصل نہیں ہوتے ـــــ اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک کسی نے بُحران کے مسائل کی تحقیق اور اس کے مباحث کی وضاحت نہیں کی، اس لئے اِس بے بضاعت نے اس کی تحقیق شروع کی اور کتب متداول جیسے سدیدی، نفیسی، نزہۃ الارواح اور ذخیرہ خوارزم شاہی سے رجوع کیا اور بعض مباحث کی تحقیق علم ہیئت، علم طبیعات اور علم ریاضی کے ذریعہ حاصل کی اور والد ماجد مولانا مفتی الٰہی بخش سے اس کے متعلق جو کچھ سُنا تھا، وہ سب بھی اس تالیف میں جمع کر دیا ہے۔ امید اہلِ علم کو پسند آئے گی۔"[1]

اس کتاب میں مصنف نے بحران کی علامات و کیفیات، بحران پیدا ہونے کے اسباب، اس کا موسم اور اس کے علاج پر مفصل بحث کی ہے۔ یہ اہم کتاب غالباً کبھی شائع نہیں ہوئی،

---

[1] اصل عبارت فارسی میں ہے۔ یہاں اس مقفیٰ مسجع عبارت کا مفہوم پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مگر کثرت نقل سے اشاعت نہ ہونے کے نقصان کی بڑی حد تک تلافی ہوگئی ہے۔ مصنف کا نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔

کریم الدین پانی پتی نے مولانا حسن کی تالیفات مثنوی بحر الحقیقت اور گلزارِ ابراہیم کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "سننے میں آیا ہے کہ ان کی تصنیف سے اور رسالے بھی اردو میں ہیں"[1] مگر اس تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان رسائل سے "مثنوی جد و جہد" اور "خنجر عشق" مراد ہیں یا کچھ اور بھی رسالے تھے جو ہم تک نہیں پہنچے۔

تلامذہ

مولانا کے یہاں کم و بیش بیس سال تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر حیرت ہے کہ مولانا کے کسی شاگرد کا تذکرہ نہیں ملتا۔ صرف حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مثنوی مولانا روم میں تلمذ کی روایت ملتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے مثنوی کے بعض حصے مولانا سے پڑھے تھے، حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے:-

"میں نے مثنوی شریف تین بار حضرت مولانا عبد الرزاق پر عرض کی اور تحقیق بعض مقامات کی مولوی ابو الحسن کاندھلوی سے کی"[2]

اور مولانا ہدایت اللہ فارسی سورتی کو حضرت مولانا سے اجازت حدیث حاصل تھی[3]

مولانا ابو الحسن نے ۲۱ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ / ۲ مارچ ۱۸۵۳ء بروز چہار شنبہ کاندھلہ میں وفات پائی اور اپنے والد ماجد کے قریب دفن ہوئے[4]

---

[1] طبقات الشعرائے ہند مولوی کریم الدین ص ۴۳۳ (دہلی ۱۸۴۷ء)

[2] شمائم امدادیہ ص ۱۰ (لکھنؤ ۱۳۱۴ھ) امداد المشتاق ص ۹ (تھانہ بھون ۱۳۹۰ھ)

[3] مولانا ہدایۃ اللہ بن عبد اللہ حنبلی فارسی سورتی ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مختلف نامور علماء سے تعلیم حاصل کی اور اس دور کے مشہور علماء کی ایک بڑی جماعت سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔ متعدد زبانوں سے اہل زبان کی طرح واقف تھے۔ عرب ملکوں، یورپ امریکہ وغیرہ کی سیاحت کی۔ ۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد (دکن) میں وفات ہوئی۔ نزہۃ الخواطر ص ۴۳۲/۸۔

[4] سفینہ رحمانی عبد الرحمٰن حیرت جھنجھانوی ص ۸۴ (لکھنؤ ۱۸۸۴ء) تذکرہ مفتی الٰہی بخش فارسی، شامل اختتام مثنوی مولانا روم (کانپور) نزہۃ الخواطر ص ۱۰/۷ (حیدرآباد ۱۳۷۹ھ) اور حالات مشائخ کاندھلہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی (دہلی) میں مولانا ابو الحسن کے مختصر حالات مل جاتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی محدّث سہارن پوری

سہانپور کے انصاری خاندان میں جو اپنی خدمات اور برگزیدہ شخصیات کی وجہ سے معروف ہے، تقریباً ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں حضرت مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری کی ولادت ہوئی۔ سلسلۂ نسب اِس طرح ہے :-

مولانا احمد علی بن شیخ لطف اللہ معروف بہ پیر نتھو بن شیخ محمد جمیل معروف بہ شیخ جوہر بن محمد خلیل بن شیخ احمد بن شیخ محمد بن شیخ بدرالدین[1] بن شیخ صدرالدین بن شیخ الاسلام شیخ ابوسعید معروف بہ شیخ جوہر انصاری[2]

حضرت مولانا کی ابتدائی عمر لہو ولعب میں گزری۔ تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں تھی، کبوتر بازی وغیرہ تفریحات میں وقت گزرتا تھا کہ ایک روز مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری نے ایک شخص کے ذریعہ چند الفاظ کے معانی اور ایک مسئلہ دریافت کرلیا۔ مولانا احمد علی اس وقت سولہ سترہ سال کے تھے اور کبوتر اُڑانے میں مشغول تھے۔ قاصد نے آکر آواز دی اور حسب ہدایت سوال کیا۔ مولانا جواب نہیں دے سکے تو قاصد نے طنز کیا اور کہا کہ ایسے برگزیدہ خاندان سے تعلق رکھتے ہو اور یہ حال ہے۔ ان الفاظ سے مولانا کے دل پر چوٹ لگی اور کبوتر وغیرہ اِسی طرح چھوڑ کر گھر سے رُوپوش ہو کر نِکل گئے، میرٹھ پہنچے، وہاں جاکر قرآن شریف حفظ کیا اور فارسی

---

[1] بعض نسب ناموں میں شیخ بدرالدین کا واسطہ ذکر نہیں کیا گیا ہے جو بظاہر صحیح نہیں ہے۔

[2] شیخ ابوسعید شیخ جوہر انصاری، قطبِ عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ممتاز خلفاً میں تھے۔ مکتوباتِ قدوسیہ میں چوالیسواں[۴۴] مکتوب ان ہی کے نام ہے۔ (مکتوباتِ قدوسیہ صفحہ ۹۰ دہلی ۱۲۹۷ھ) سراج النسب صفحہ ۹۶۔

کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

میرٹھ سے کاندھلہ پہنچے اور حضرت مفتی الٰہی بخش سے تعلیم حاصل کی۔ مفتی صاحب سے کس سنہ میں تلمذ حاصل ہوا اور کیا کتابیں پڑھیں اس کی کوئی تفصیل دستیاب نہیں ہے۔ تذکرہ مفتی الٰہی بخش سے یہ مختصر سی اطلاع ملتی ہے کہ:۔

"اُن حضرت نے اخیر عمر مفتی صاحب میں تحصیل شروع کی اور حیات حضرت مفتی صاحب مرحوم میں انفراغ تحصیل علوم سے حاصل نہیں ہوا تھا۔ اتمام علوم کا حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب سے فرمایا ہے" [۱]

حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد دہلی چلے گئے تھے۔ وہاں طویل عرصہ تک قیام رہا اور مولانا مملوک العلی نانوتوی سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دہلی کب جانا ہوا اس کی صحیح تاریخ تو نہیں ملتی لیکن جب حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سنہ ۵۰۔ ۱۲۴۹ھ میں دہلی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے تو اس وقت مولانا احمد علی دہلی ہی میں تھے اور غالباً مولانا مملوک العلی سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حضرت مولانا مملوک العلی نے حضرت حاجی صاحب کا گلستاں کا سبق مولانا احمد علی کے سپرد فرمایا تھا۔ [۲] حضرت مولانا احمد علی نے چند کتابیں مولانا سعادت علی سہارنپوری سے پڑھیں اور صحیح بخاری کا اکثر حصہ مولانا وجیہ الدین صدیقی سہارنپوری [۳] سے اخذ کیا۔

---

[۱] حالات مفتی الٰہی بخش، مکتوبہ و مولفہ مولانا ریاض الحسن کاندھلوی متوفی ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء۔ یہاں یہ وضاحت و اطلاع مفید ہوگی کہ تذکرہ مفتی الٰہی بخش شامل اختتام مثنوی مولانا روم (کانپور) اسی قلمی نسخہ کا فارسی ترجمہ ہے۔

[۲] شمائم امدادیہ صـ ۲۱۷ (لکھنؤ ۱۳۱۴ھ) امداد المشتاق صـ ۱۹۵ (تھانہ بھون ۱۳۷۰ھ)

[۳] مولانا قاضی مفتی وجیہ الدین صدیقی سہارنپوری، سہارنپور کے خاندان قضاۃ سے تعلق رکھتے تھے مفتی الٰہی بخش اور مولانا شاہ عبدالحی بڈھانوی سے تعلیم حاصل کی۔ وسیع النظر عالم اور اس دور کے ممتاز اہلِ فتویٰ میں تھے۔

ابتدا میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید سے سخت اختلاف رکھتے تھے اور انھوں نے (باقی اگلے صفحہ پر دیکھو)

دہلی کے قیام میں حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے تلمذ و استفادہ کا موقع نہیں آسکا تھا کہ حضرت شاہ صاحب مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے۔[1] اِس شاخِ طوبیٰ سے بلا واسطہ نسبت اخذ کرنے اور استفادہ کے لئے مولانا مملوک العلی کی رفاقت میں مکہ معظمہ کا سفر کیا اور ایک سال چند مہینے مکہ معظمہ میں رہ کر شاہ محمد اسحاق سے صحاح ستہ کا درس لیا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تقویۃ الایمان کے رد میں کئی رسالے لکھے تھے جن میں سے ایک رسالہ کا جواب مولانا محمد حسن رامپوری نے لکھا۔ اِس جواب کا ایک قلمی نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔

مولانا وجیہ الدین کا تقویۃ الایمان کے بعض مباحث کے متعلق مولانا عبد اللہ کاندھلوی شاگرد مفتی الٰہی بخش سے مناظرہ ہوا، جس میں مولانا عبد اللہ غالب آئے اور مولانا وجیہ الدین نے شاہ اسمٰعیل کی مخالفت سے توبہ کی (ارواح ثلاثہ ص۷۷) اور سید احمد شہید سے بیعت ہوئے اور حضرت سید صاحب کے قافلہ کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں حج کی سعادت حاصل کی اور حج کے بعد بھی حضرت سید صاحب کے ساتھ رہے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق کے ہجرت فرمانے تک حیات تھے۔ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ سے پہلے وفات پائی۔ صحیح تاریخ وفات اور مفصل حالات دستیاب نہیں ہیں

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] حضرت شاہ صاحب کے سنہ ہجرت کے متعلق سخت غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ سر سید کے بیان سے سنہ ہجرت ۱۲۵۶ھ معلوم ہوتا ہے۔ (آثار الصنادید ص۵۹/ہم، لکھنؤ ۱۳۰۰ھ) اور یہی سنہ مولوی بشیر الدین نے واقعات دار الحکومت (ص۱۶۶/ج۲ آگرہ ۱۹۱۹ء) میں نقل کیا ہے۔ بعد کے اکثر مورخین بلا تحقیق اسی کو نقل کرتے رہے ہیں۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے ہجرت ۱۲۵۷ھ میں بیان کی ہے۔ حالات مولانا محمد قاسم ص۶ (بہاولپور ۱۲۹۷ھ) مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے سفر ہجرت ذی قعدہ ۱۲۵۸ھ / دسمبر ۱۸۴۲ء میں شروع کیا۔ میر ظہور علی نے تاریخ کہی:-

مولوی اسحاق صاحب باکمال — ترک خانہ کردہ سوئے کعبہ رفت
سال تاریخش چنیں گفتہ ظہور — یک ہزار و دو صد و پنجاہ و ہشت
۱۲۵۸ھ

دوسری تاریخ خواجہ احسن اللہ نے کہی۔

مولوی اسحاق صاحب فخرِ دیں — تھا منوّر شہر جس کے نام سے
کر گئے ہجرت مع اہل و عیال — سوئے کعبہ شوق کے احرام سے
سچ تو یوں ہے جو کہ احسن نے کہا — شہر خالی ہو گیا "اسلام" سے
۱۲۵۸ھ

رسالہ احکام العیدین۔ نواب قطب الدین دہلوی، ص۴۲ (لکھنؤ ۱۲۹۰ھ) اور یہی سنہ مولانا عبد الحیٔ حسنی نے نزہۃ الخواطر (ص۵۲/۷ حیدرآباد ۱۳۷۸ھ) میں نقل کیا ہے۔

اس سفر کے لئے مولانا مملوک العلی اور مولانا احمد علی ۲۶ رجب ۱۲۵۹ھ/۲۴ اگست ۱۸۴۳ء بروز پنجشنبہ مکان مملوک (کوچہ چیلان دہلی) سے روانہ ہوئے اور یکم ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ/اواخر دسمبر ۱۸۴۳ء میں مکہ معظمہ پہنچے[1] اور حضرت شاہ محمد اسحاق کی خدمت میں نیاز حاصل کیا اور حج کی سعادت حاصل کی۔ غالباً حج کے فوراً بعد درس کا سلسلہ شروع ہوا حضرت مولانا احمد علی کا معمول یہ تھا کہ فجر سے ظہر تک حدیث کی کتابیں نقل فرمایا کرتے تھے اور ظہر کے بعد سے حضرت شاہ صاحب کی مجلسِ درس میں حاضر رہتے تھے۔ اسی مجلسِ درس میں صحاح ستہ کی تکمیل کی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بعض حصہ کی قرأت اور بعض کی سماعت کی سنن ترمذی کی تمام قرأت خود ہی کی۔ صحاح ستہ کی تکمیل کے بعد استاذ عالی مقام نے خدمتِ حدیث کی وصیت فرمائی اور سند عطا کی۔

حجاز سے کب واپسی ہوئی، اس کی کوئی واضح شہادت نہیں ملی، تاہم حضرت مولانا کی بیاض میں رمضان ۱۲۶۲ھ/اگست ستمبر ۱۸۴۶ء کے حسابات قرض وغیرہ کا اندراج ہے، جو سب دہلی کے اشخاص سے متعلق ہے، اس سے یہ قیاس کرنا غلط نہ ہوگا کہ رمضان کے کئی مہینے پہلے سے دہلی میں قیام تھا۔

ہندوستان واپسی کے بعد دہلی میں مستقل قیام طے کیا اور حدیث کی کتابوں کی

---

[1] از بیاض مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، ورق ۲۹ (یہ قیمتی بیاض مخدومی مولانا نسیم احمد صاحب فریدی مدظلہ نے برائے استفادہ عنایت فرمائی) مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے مولانا مملوک العلی کا سفر حج ۱۲۵۸ھ میں ذکر کیا ہے۔ (حالات مولانا محمد قاسم ص۶) یہی سنہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی ص۲۱۱ ج ا (دیوبند ۱۳۷۴ھ) میں اور جناب انوار الحسن شیر کوٹی نے انوار قاسمی ص۶۳ (لاہور ۱۳۸۹ھ) میں نقل کیا ہے اور یہی سنہ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر لکھنے والے تمام اہلِ قلم نقل کرتے رہے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں بیاض مولانا احمد علی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ یہ غلطی حضرت شاہ محمد اسحاق کا سنہ ہجرت ۱۲۵۷ھ قرار دینے کی وجہ سے ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ مولانا مملوک العلی نے ۱۲۵۹ھ میں سفر حج کیا۔ ۱۲۶۰ھ میں واپسی ہوئی اور محرم ۱۲۶۱ھ/جنوری ۱۸۴۵ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی تعلیم حاصل کرنے کیلئے دہلی پہنچے۔

تصحیح واشاعت اور طباعت وتحشیہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور حدیث کی کتابوں کی طباعت واشاعت کے لئے ایک پریس خریدا جو مطبع احمدی کے نام سے مشہور تھا۔ اس مطبع نے علمِ حدیث اور دوسرے فنون کی ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔ یہ مطبع خصوصًا حدیثِ پاک کے بنیادی متون کے عمدہ اور صحیح نسخے شائع کرنے میں ممتاز ومنفرد مقام رکھتا ہے۔ تفصیلات آئندہ سطور میں آرہی ہیں۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء/ رمضان ۱۲۷۳ھ تک حضرت مولانا کا قیام دہلی میں رہا۔ اس دوران مولانا نے بہت سی کتابوں کی سخت محنت کے بعد تصحیح کی اور ان کو اپنے پریس سے شائع کیا۔ کتابوں کی تصحیح اور اشاعت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی برابر جاری رہتا تھا۔

جنگ آزادی میں جب پوری دلّی زیروزبر ہوئی اور قدیم عمارتیں، بازار اور محلّے کے محلّے نیست ونابود ہو گئے تو مولانا کا پریس اس افتاد سے کیسے محفوظ رہ سکتا تھا۔ وہ بھی اس طوفان کی زد میں آیا اور تباہ وبرباد ہوا۔ پریس ختم ہو جانے کے بعد حضرت مولانا اپنے وطن سہارنپور آگئے اور گھر پر درسِ حدیث کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ تقریبًا دو سال تک سہارنپور میں قیام رہا۔ اس کے بعد میرٹھ جا کر شیخ الٰہی بخش رئیس لال کرتی کے یہاں ملازم ہو گئے۔ شیخ الٰہی بخش اور ان کے بھائی شیخ عبدالکریم[۱] بہت

۱؎ شیخ الٰہی بخش اور شیخ عبدالکریم حقیقی بھائی تھے اور شیخ مدار بخش کے صاحبزادے تھے۔ موضع اریل ضلع الٰہ آباد کے ایک . . . . خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ مدار بخش الٰہ آباد سے ترکِ وطن کر کے میرٹھ آئے اور انگریزوں کی میرٹھ چھاؤنی کے لئے ضروری سامان فراہم کرنے کا ٹھیکہ حاصل کیا۔ شیخ الٰہی بخش کے حُسنِ انتظام اور اچھی کارکردگی کی وجہ سے پشاور سے کلکتہ تک تمام چھاؤنیوں کا ٹھیکہ ان کے پاس آگیا تھا اور ۱۸۶۵ء تک ان ہی کے پاس رہا۔

۱۸۵۷ء میں شیخ الٰہی بخش نے دہلی میں اور شیخ عبدالکریم نے میرٹھ میں انگریزوں کی خیرخواہی کی خدمات انجام دیں اور بہت سے عیسائیوں کو قتل سے بچایا۔ انگریزوں نے ان دونوں بھائیوں کی "خیرخواہی اور عاقلانہ تدابیر" کو بہت سراہا۔ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

بڑے تاجر اور ٹھیکے دار تھے۔ پشاور سے کلکتہ تک تمام فوجی چھاؤنیوں میں ضروری سامان پہنچانے کا ٹھیکہ تھا۔ کلکتہ اور اس کے اطراف میں سامان پہنچانے کی ذمہ داری اور اس علاقے میں شیخ الٰہی بخش کے کاروبار کی نگرانی مولانا احمد علی کے سپرد ہوئی۔ اس ملازمت کے سلسلہ میں دس سال سے زیادہ عرصہ تک کلکتہ میں قیام رہا۔ درسِ حدیث کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہا۔ فجر سے ۹ بجے تک مسجد خیر الدین میں درس دیتے تھے اس کے بعد کاروباری معاملات دیکھتے تھے۔ اس ملازمت سے بقول علامہ شبلی نعمانی "مولانا احمد علی کو پانسو روپے ماہانہ کی آمدنی تھی۔"[1]

اِس ملازمت اور کلکتہ کے قیام کو دس بارہ سال ہو گئے تھے اور حضرت مولانا حاجی عبدالکریم کی رفاقت میں حج کے لئے گئے۔ اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے اور وہ مولانا کے لئے اس ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا یہ ملازمت ترک کر کے اپنے تمام اوقات درسِ حدیث میں صرف کریں۔ حضرت مولانا اور شیخ عبدالکریم کی حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی تو حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا کے سامنے اپنے اِس خیال کا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جنگِ آزادی کے ناکام ہو جانے پر جہاں بہت سے انہونے اور المناک واقعات رُونما ہوئے ایک اہم واقعہ یہ تھا کہ جامع مسجد دہلی پر بھی انگریزی فوج نے قبضہ کر لیا اور ایک زمانے تک یہ ان ناپاک قدموں کی زد میں رہی۔ اسی دوران اسے گرجا میں تبدیل کر دینے یا منہدم کر دینے کی تجویز بھی آئی تھی مگر شیخ الٰہی بخش کی حکام نوازی اور افسران سے قریبی تعلقات اس موقع پر بہت مفید ثابت ہوئے۔ شیخ صاحب نے کئی لاکھ روپے کی رقم ادا کر کے اسے واگزار کرا لیا۔

شیخ الٰہی بخش نے ۷ رجب ۱۳۰۰ھ / ۲۱ مئی ۱۸۸۲ء میں وفات پائی اور شیخ عبدالکریم کا ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۰۵ء کو انتقال ہوا۔

تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیے صحیفۂ زرّیں ص۲۰۷ تا ص۲۱۰ جلد ۴-۵ (لکھنؤ ۱۹۰۲ء) و حیاتِ بشیر مرتبہ سید حبیب الرحمٰن صاحب (میرٹھ)

حاشیہ صفحہ ہٰذا [1] حیاتِ شبلی۔ علامہ سید سلیمان ندوی ص۸۶ (اعظم گڑھ ۱۹۷۰ء)

اظہار کیا اور ارشاد فرمایا :-

"مولانا مملوک العلی صاحب نے میرا سبق گلستاں آپ کی سپرد کیا تھا اس وجہ سے آپ میرے استاد ہیں۔ مگر میں ایک بات عرض کروں گا اگر ناگوار نہ ہو' انھوں نے فرمایا میں آپ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں جو فرمائیے بسر و چشم منظور ہے' میں نے کہا آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ حافظ عبدالکریم وغیرہ آپ کو کام کا حکم دیں، بلکہ اُن کو آپ کا محکوم ہونا چاہیئے، لیکن نوکری میں بجز محکومی چارہ نہیں۔ اب آپ اپنے مکان پر درس احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاجبہا کا فرمایا کریں۔ تاکہ خلق کو فیض ہو! مولانا نے قبول کر کے فرمایا۔ آپ حرم محترم میں میرے لئے دعا کریں۔" [۱]

حضرت مولانا نے حضرت حاجی صاحب کی اس ہدایت اور مشورہ پر عمل کیا اور حج کے بعد کلکتہ کی ملازمت ختم کر کے سہارنپور تشریف لے آئے اور گھر پر درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کیا جس سے بہت فیض ہوا اور اس حلقۂ درس نے حضرت حاجی امداد اللہ کے الفاظ میں "صدہا طلبہ کو محدث بنا دیا۔"

۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں کلکتہ سے سہارنپور واپس تشریف لائے۔ اس سے آٹھ سال پہلے رجب ۱۲۸۳ھ/نومبر ۱۸۶۶ء میں سہارنپور میں ایک مدرسہ قائم ہو چکا تھا، جس کا نام (۱۲۹۶ھ میں) حضرت مولانا نے مظاہرِ علوم تجویز کیا تھا۔ اس مدرسہ کو شروع سے ہی حضرت مولانا کی سرپرستی اور تعاون حاصل تھا حضرت مولانا کو اس مدرسہ سے بہت تعلقِ خاطر تھا اور اس کی کارکردگی اور تمام معاملات سے واقف رہتے تھے اور سالانہ نقد امداد (جس کی مقدار سو روپے سے تین سو روپے تک سالانہ تک ہوتی تھی) کے علاوہ اہم درسی کتابوں کے عطیے اور طلبہ کے لئے وظیفے اور

---

[۱] شمائم امدادیہ ص۔ (لکھنؤ ۱۳۱۴ھ) امداد المشتاق ۱۹۵-۱۹۶، ۱۹۷ھ۔

کھانے کی شکل میں بھی برابر معاونت فرماتے رہتے تھے۔

حضرت مولانا کے سہارنپور میں قیام کے فیصلہ سے قدرتی طور پر کارکنانِ مدرسہ مظاہر علوم کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی۔ مدرسہ کی ۱۲۹۱ھ کی رُوداد میں حضرت مولانا کی سہارنپور تشریف آوری اور سلسلہ درسِ حدیث شروع کرنے کی اطلاع شائع کی گئی جس سے اہلِ مدرسہ کے حضرت مولانا سے تعلق اور حضرت مولانا کے درسِ حدیث کی غیر معمولی اہمیت و مقبولیت کا علم ہوتا ہے۔ مرتب روداد لکھتے ہیں:-

"طالب علموں اور علومِ دینیہ کے شائقین کو مژدہ ہو کہ امسال مولوی احمد علی صاحب مدفیوضہ کلکتہ سے ترکِ تعلق کر کے سہارنپور میں مقیم ہیں غرض اصلی یہی ہے کہ جس قدر بن پڑے علومِ دینی کے پڑھانے میں اوقات صرف کیجیے۔

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ

جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

چنانچہ طالبانِ علم حدیث مسافت بعیدہ سے یہ مژدہ سن کر فراہم ہو گئے اور کچھ مدرسہ کے طالب علم بھی اُن سے پڑھتے ہیں۔ اکثر روز درس و تدریس میں گزرتا ہے۔ بلکہ رات کو بھی بعض طالب علم پڑھتے ہیں اور اُن کے سہارنپور کے قیام سے کتابوں کی مدد بھی طالب علموں کو بہت ملتی ہے۔ ادام اللہ فیضہ وافاض علی العالمین برکتہ" [1]

حضرت مولانا ایک سال تو گھر پر ہی پڑھاتے رہے۔ ۱۲۹۲ھ سے مدرسہ مظاہر علوم میں درس دینا شروع کیا۔ مدرسہ کی سالانہ رُوداد میں اس درس کے شروع ہونے کا بہت پُر مسرت الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ درس حضرت مولانا کی وفات تک جاری رہا۔ حضرت مولانا مدرسہ میں بھی درس دیتے تھے اور گھر پر بھی

---

[1] رُوداد مدرسہ عربیہ (مظاہر علوم) سہارنپور۔ ۱۲۹۱ھ صفحہ ۳-۴۔

طلبہ کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی تھی۔ ان طلبہ کو بھی مختلف کتابیں پڑھاتے تھے۔ مکان پر مقیم اکثر طلبہ کے تمام اخراجات حضرت مولانا ادا کرتے تھے اور مدرسہ کے متعدد طالب علموں کے خرچ اور کتابوں کی ضروریات بھی پوری فرماتے تھے۔

اسباق فجر کی نماز سے عشار کے بعد تک جاری رہتے تھے۔ کوئی وقت فارغ نہیں تھا۔ گھر سے مدرسہ جاتے ہوئے اور واپسی میں بھی طلبار ساتھ ہوتے تھے۔ اس دوران بھی سبق ہوتا رہتا تھا۔ اور اسی طرح شام کو عصر کے بعد گھوڑے پر تفریح کے لئے جانے کا معمول تھا۔ اُس وقت بھی طلبار ساتھ ساتھ دوڑتے اور سبق پڑھتے رہتے تھے حضرت مولانا کے اخلاص اور خدمتِ حدیث کی لگن اور طلبار کی محنت اور شوق و ولولہ کی وجہ سے ہر سال متعدد کتابوں کے دو دو، تین تین مرتبہ پڑھانے کی نوبت آتی تھی۔ مدرسہ مظاہر علوم کی رُوداد میں مولانا کی پڑھائی ہوئی کتابوں کی تفصیل کئی مرتبہ شائع ہوئی، یہاں ۱۲۹۲ھ کی مقدار خواندگی نقل کی جاتی ہے :۔

"صحیح مسلم تمام دو بار، سنن أبی داؤد مکرر، بخاری شریف تمام پھر گیارہ پارے، مشکوٰۃ شریف، نسائی، ابن ماجۃ، جامع ترمذی، موطا امام محمد، جامع صغیر، تفسیر جلالین، ترجمہ کلام مجید، احیار العلوم یک ربع، دُرِ مختار صـ۳۲ تک، شمائل ترمذی، مقدمہ ترمذی، شرح ملا صـ۳۲ تک، قدوری۔" [۱]

مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری کی وفات ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) کے بعد سے مدرسہ کے لئے کسی مہتمم کا انتخاب نہیں ہوا تھا اور یہ عہدہ خالی تھا حضرت مولانا کے سہارنپور تشریف لانے کے بعد مدرسہ کے جلسۂ عام میں اتفاق رائے سے حضرت مولانا کو مہتمم بنا یا گیا۔ اور اس سال ۱۲۹۱ھ کی رُوداد پر بحیثیت مہتمم حضرت مولانا کا نام شائع ہوا۔

---

[۱] روداد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲۹۲ھ صـ۵

حضرت مولانا کا دار العلوم دیوبند سے بھی خاص تعلق رہا ہے، دار العلوم کے ابتدائی دَور کے متعدّد کارکنان اور اساتذہ حضرت مولانا سے شاگردی کی نسبت رکھتے تھے اور دار العلوم کی سب سے پہلی عمارت نودرہ کا سنگِ بنیاد بھی حضرت مولانا کے ہاتھ سے رکھا گیا۔ رُوداد مدرسہ عربیہ (دار العلوم) دیوبند میں اِس تاریخی واقعہ کا اِن الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے :-

"اوّل پتھر بنیاد کا جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب نے اپنے دستِ مُبارک سے رکھا اور بعد میں جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب و مولانا مولوی رشید احمد صاحب اور مولانا مولوی محمد مظہر نے ایک ایک اینٹ رکھی" [ل]

حضرت مولانا کا سب سے بڑا کارنامہ جس کے لئے برصغیر ہند و پاک کے تمام اہلِ علم مولانا کے ممنونِ احسان ہیں۔ حدیث کی کتابوں کی تصحیح اور اُن کی اشاعت ہے۔ حضرت مولانا نے صحیح بخاری، جامع ترمذی اور مشکوۃ المصابیح پر حاشیے لکھے اور ان کی تصحیح کی۔ صحیح مسلم کی بھی تصحیح کی اور پہلی بار شرح نووی کے ساتھ شائع کی سنن ابوداؤد کے کئی نسخوں کو سامنے رکھ کر صحیح نسخہ تیار کیا جسے مولانا کے خاص شاگرد مولانا محمد حسین فقیر بَنِیّ دہلوی نے بہت اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔ اِس عقدِ ثریّا کا گوہر شب تاب حاشیہ صحیح بخاری ہے۔ حضرت مولانا نے اس کی تصحیح اور حاشیہ لکھنے میں غیر معمولی کاوش و کوشش فرمائی۔ متعدد ممتاز علمار سے اس میں مدد لی اور خود بھی دس سال سے زائد عرصہ تک اسی خدمت میں مصروف رہے۔

اِس بیش بہا تاریخی نسخہ کی پہلی طباعت سید عبد الغفور کے مطبع سیّد الاخبار میں ۱۸ر جمادی الآخر ۱۲۶۴ھ / ۲۲ مئی ۱۸۴۸ء کو شروع ہوئی۔ اِس پریس میں صرف ایکسو چوراسی صفحات چھپے تھے کہ مولانا نے طباعت کا کام اپنے مطبع احمدی میں

[ل] سوانح قاسمی، مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۲۵/۲ (دیوبند ۱۳۷۵ھ)

منتقل کرلیا۔ صفحہ ١٨٥ سے آخر تک دونوں جلدیں مطبع احمدی ہی سے شائع ہوئیں۔ جلد اوّل کی طباعت ٢٧ رجب ١٢٦٧ھ / ٢٥ مئی 1851ء کو اختتام پذیر ہوئی اور دوسری جلد کی اشاعت ١٢٧٠ھ / ١٨٥٤ء میں تکمیل کو پہنچی۔ اِس ایڈیشن کے کل ٣٢٥ نسخے شائع ہوئے اور فی نسخہ بارہ روپے لاگت آئی۔[1] اِس طباعت کا دوسرا ایڈیشن مطبع عبدالغفور دہلی سے محرم ١٢٧٢ھ / ستمبر، اکتوبر ١٨٥٥ء میں شائع ہوا۔

اِس طباعت کے بعد بھی حضرت مولانا نے صحیح بخاری کی تصحیح اور اس پر نظرِ ثانی کا کام جاری رکھا۔ پچھلے ایڈیشن میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں اُن کی موقع پر تصحیح کی، اور حواشی میں بھی کسی قدر اضافہ ہوا۔ سب سے اہم اضافہ رجال کے انساب اور کُنی کا ہوا۔ اس نسخہ کی ١٢٨٢ھ / ١٨٦٥ء میں طباعت شروع ہوئی اور ١٢٨٤ھ / ١٨٦٧ء میں پوری ہوئی۔

صحیح بخاری کی پہلی اشاعت کے خاتمۃ الطبع میں حضرت مولانا نے صحیح مسلم کی طباعت شروع کرنے کا ذکر کیا ہے۔ غالب گمان ہے کہ ایک دو سال میں اس کی طباعت مکمّل ہوگئی ہوگی۔ یہ ایڈیشن طباعت کے بعد جلد ہی ناپید ہوگیا تھا اور اب تک ہمیں اس کے کسی

---

[1] یہ معلومات حضرت مولانا کی بیاض اور اِن ایڈیشنوں کو سامنے رکھ کر اخذ کی گئی ہیں۔

[2] عام طور پر خیال ہے کہ ہندوستان میں حدیث کی کتابیں سب سے پہلے حضرت مولانا احمد علی نے طبع کرائیں۔ اِس سے پہلے یہاں حدیث کی کتابوں کی اشاعت نہیں ہوئی تھی، یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ہندوستان میں حدیث کی کتابوں میں سے سب سے پہلے ١٢٥٨ھ / ١٨٤٢ء میں مطبع سلطانی قلعۂ معلّیٰ دہلی سے سنن نسائی شائع ہوئی۔ یہ قیمتی نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ اس کا ٹائیٹل ضائع ہوگیا ہے۔ ممکن ہے اس سے کچھ اور معلومات حاصل ہوتی۔

سنن نسائی کے بعد ١٢٦٢ھ میں موطا امام محمد شائع ہوئی۔ یہ نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔ مگر اس وقت سامنے نہیں ہے۔ اس کے بعد ١٢٦٥ھ میں کلکتہ سے صحیح مسلم شائع ہوئی۔ یہ نسخہ بھی ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اور اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع ص ١٢٦ (مصر ١٣١٣ھ) نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

نسخہ کا سراغ نہیں ملا، اس ایڈیشن کے فروخت ہو جانے کے بعد صحیح مسلم کا دوسرا ایڈیشن مولانا محمد حسین فقیر اور شیخ ظفر علی کے اہتمام سے مطبع افضل المطابع شاہدرہ (دہلی) سے شائع ہوا۔

تیسری اہم کتاب جس پر حضرت مولانا نے حاشیہ لکھا اور اس کی تصحیح کی جامع ترمذی ہے۔ سنن ترمذی کا پہلا ایڈیشن حضرت مولانا کی تصحیح اور حاشیہ کے ساتھ ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء میں مطبع العلوم دہلی سے اشرف علی واسطی کے اہتمام سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن رمضان ۱۲۸۲ھ / جنوری فروری ۱۸۶۶ء میں مطبع احمدی میں چھپنا شروع ہوا اور رجب ۱۲۸۳ھ / نومبر ۱۸۶۶ء میں پورا ہوا۔

متون حدیث کی ان اہم کتابوں کے علاوہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح پر بھی حاشیہ لکھا اور اپنے مطبع سے شائع کرایا۔ مگر حضرت مولانا کو ہمیشہ اس کا افسوس رہا کہ مشکوۃ کی پوری خدمت نہیں ہو سکی۔ مشکوۃ کا پہلا ایڈیشن کب شائع ہوا اور اس کی کیا اہمیت تھی، افسوس ہے اس کی تفصیلات حاصل نہیں ہو سکی۔ دوسرا ایڈیشن مطبع احمدی میں ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوا۔ اِس ایڈیشن کے متعلق یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اسے مفت تقسیم کرنے کے لئے شائع کیا گیا تھا۔ اِس نسخہ کی پہلی جلد کے ٹائیٹل اور پہلے صفحہ پر جلی قلم سے الوقف للہ الکریم، اور دوسری جلد کے اکثر صفحات پر الوقف چھپا ہوا ہے۔

حدیث کی کتابوں کی اِس جلیل القدر خدمت کے علاوہ مولانا کی کم از کم ایک تالیف اور متعدد مطبوعہ فتاویٰ یادگار ہیں۔ یہاں صرف تالیف "الدلیل القوی علی ترک قراءۃ المقتدی" کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب قراءۃ خلف الامام کے موضوع پر مولوی محمد شاہ لدھیانوی کے اصرار پر تالیف فرمائی ہے۔ اِس میں نہایت متین اور علمی زبان میں قراءۃ خلف الامام کے متعلق حنفی نقطۂ نظر واضح کیا گیا ہے۔ پیشِ نظر نسخہ شعبان

۱۲۷۰ھ/مئی ۱۸۵۴ء میں مطبع احمدی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ یہ رسالہ اس کے بعد کم از کم ایک مرتبہ اور چھپا ہے۔

بعض احباب کے اصرار پر خود حضرت مولانا نے اس کا اُردو ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ بھی اسی نام "الدلیل القوی علی ترک قرأۃ المقتدی" سے رجب ۱۲۹۵ھ/جولائی ۱۸۷۸ء میں مطبع رحیمی واقع سرائے نواب علی محمد خاں (۹) سے شائع ہوا۔

حضرت مولانا نے ان درسی اور تصنیفی خدمات کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی اصلاح اور معاشرہ کی دُرستی کے لئے بھی مسلسل جدوجہد کی، خصوصًا بدعات کی بیخ کنی اور بیواؤں کا نکاح ثانی نہ کرنے کی مشرکانہ رسم کو ختم کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ ان موضوعات پر فتاویٰ لکھے۔ انھیں شائع کرایا اور مختلف علاقوں کے سفر کرکے وعظ ونصیحت کے ذریعہ عوام کو بدعات ورسومات کی بُرائی اور اُن کے نقصانات سے آگاہ کیا اور صحیح اسلامی طریقہ اور سادہ چلن پر زور دیا۔

حضرت مولانا کے معاصرین میں شاید ہی کسی استاذ ومحدث کو اتنی بڑی تعداد میں ایسے منتخب اور بلند مرتبت شاگرد میسّر آئے ہوں، جیسے حضرت مولانا کو ملے۔ حضرت مولانا کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ تقریبًا ساٹھ شاگردوں کے نام ہمارے سامنے ہیں۔ اِس فہرست میں سے صرف چند نام ذکر کئے جاتے ہیں: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا محمد منظر نانوتوی، مولانا عبداللہ انصاری انبیٹھوی، مولانا احمد حسن امروہوی، مولانا عبدالعلی میرٹھی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا شبلی نعمانی اعظمی اور حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکی۔ حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا سے گلستاں کے سبق پڑھے۔ تفصیلات گزشتہ سطور میں بیان ہوچکی ہیں۔

حضرت مولانا ۱۲۹۷ھ کے شروع میں فالج کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور

اسی مرض میں ٦ر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ / ۱۷ر اپریل ۱۸۸۰ء، شنبہ کے روز سہارنپور میں وفات پائی۔ عیدگاہ کے قریب قبرستان میں دفن ہوئے۔ نساخ نے تاریخ کہی ؎

چوں آں احمد علی نیک باطن
بسوئے خلد زیں دار الفنا رفت
برائے سال ترحیلش بہ نسّاخ
ملک گفتا "ز دنیا مفتدا رفت"[1]
۱۲۹۷ھ

---

[1] قطعۂ منتخب (عبدالغفور نساخ) طبع انجمن ترقی اُردو پاکستان۔

اِشاریہ
[متنِ کتاب]

(الف) اشخاص

(ب) مقامات

مرقوماتِ امدادیہ

قطب العالم شیخ العرب والعجم حضرت حاجی اِمدادُ اللہ فاروقی چشتی صابری، مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے اُن ۶۱ خطوط کا مجموعہ جو آپ کے خلفائے اعلیٰ مثل مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حکیم ضیاء الدین رامپوری، مولانا رشید احمد گنگوہی اور حاجی عابد حسین دیوبندی وغیرہ حضرات کے نام ہیں اور جنھیں "مرقوماتِ امدادیہ" کے نام سے مولانا وحید الدین رامپوری نے جمع کیا تھا پھر مولانا سعید الدین رامپوری نے ان پر تشریحی اضافات کیے اور حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے ان کے فوائد تحریر فرمائے۔ ان خطوط کا سلیس اور صحیح اردو ترجمہ مولوی عبدالحی (پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) نے کیا تھا۔

یہ کتاب شعبان ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوئی تھی اور مدت سے کمیاب بلکہ نایاب تھی۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے اس کی فہرس اور اشاریہ مرتب کرنے کے بعد اس پر ایک طویل اور محققانہ مقدمہ تحریر کیا ہے اور مکتبہ برہان دہلی نے یہ گراں قدر خزانۂ عرفان جولائی ۱۹۷۹ء میں عکسی طباعت کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ سلسلۂ امدادیہ کے وابستگان کے لیے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

صفحات ـــ ۱۷۸ ★ قیمت ـــ ۱۵ روپے